بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حصہ اوّل)

شرف النساء

مصنفہ

عنایت عارف

المکتبۃ العلمیۃ ۔ ۱۵ ۔ لیک روڈ ۔ لاہور

29269921
۹۵۹ ش ۴
ا-ح
۹۰۲۹.

ناشر عبید الحق

تعداد ایک ہزار

مطبوعہ اردو پریس لاہور

قیمت تین روپے بارہ آنے

۱۹۵۹

انتساب

انتہائی احترام وعقیدت کے ساتھ

آپا حمیرا کے نام

بہت اچھی کاوش ہے۔

بشریٰ رحمٰن۔

Marfat.com

شرف النساء کا مسودہ میں نے شروع سے لے کر اخیر تک لفظ بلفظ پڑھا
انتہائی سادگی اور دلپذیر انداز تحریر نے کتاب کو بے حد جاذبیت بخش دی ہے
اگرچہ یہ واقعات بیسیوں نہیں۔ سینکڑوں مرتبہ نظر سے گذر چکے ہیں ـــــ
لیکن اس کے باوجود میں نے شرف النساء کے مسودہ سے ایسی دلچسپی اور ندرت محسوس
کی کہ گویا میں پہلی مرتبہ ان واقعات سے روشناس ہو رہی ہوں۔ ہر قصہ کے اختتام
پر آپ کا تبصرہ مجھے بہت ہی پسند آیا۔

میں دعا کرتی ہوں کہ کوئی مسلمان خاتون شرف النساء کے مطالعہ سے محروم
نہ رہے۔ آمین۔

ا۔ حمیراء
پرنسپل مدرسۃ البنات - لاہور
۲۵/۲/۵۹

Marfat.com

پیش لفظ

آج کل کسی نئی تصنیف کا آغاز دیباچے یا پیش لفظ وغیرہ سے کرنا ایک رسمی سی بات بن چکی ہے حالانکہ یہ کسی بھی کتاب کا وہ حصہ ہوتا ہے جو بالعموم پڑھنے والوں کی نظر کرم کے لئے ترستا رہتا ہے۔ اس کے باوجود لوگ دیباچے کے بغیر کتاب کو کتاب کا درجہ دینے پر آمادہ نہیں ہوتے اور اس تکلف کو کسی تصنیف کی تکمیل کیلئے ضروری خیال کرتے ہیں۔ عام طور پر اس تکلف کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ابتداء میں مصنف یہ بیان کرتا ہے کہ اس نے کتاب کیوں، کیسے اور کس مقصد کے لئے لکھی ہے۔ پھر وہ اپنے قارئین کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتا ہے کہ اس خاص موضوع پر پہلے کوئی قابلِ ذکر تصنیف موجود نہیں تھی۔ اگر تھی تو وہ بے کار تھی۔ اور اس نے یہ خدمت انجام دے کر ملک و ملت کی ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اس کے بعد مصنف اپنے قارئین کی خدمت میں معذرت پیش کرتا ہے کہ اس کی تصنیف اغلاط سے پاک نہیں ہو سکتی۔ اسلئے کوئی غلطی نظر آئے تو اسے معاف کر دیا جائے وغیرہ۔

میں بھی بادلِ نخواستہ یہ رسم ادا کرنے پر مجبور ہوں۔ سب سے پہلے وہی فرسودہ سوال لیجئے کہ میں نے اس خاص موضوع کو اپنے لئے کیوں منتخب کیا ہے۔ میرا سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ ہم اپنی لڑکیوں کو سات سمندر پار رہنے والے لوگوں کی کہانیاں سناتے ہیں۔ ان کے بادشاہوں اور حکمران عورتوں کے قصے سناتے ہیں۔ اپنے ملک کے شخصی دورِ حکومت کی محلاتی سازشوں کی داستانیں پڑھاتے ہیں۔ ہمارے جو برادرانِ ملت

Marfat.com

ضرورت سے زیادہ روشن خیال واقع ہوئے ہیں۔ وہ رات دن فلم کے افسانوی کرداروں سے لڑکیوں کے قلب و دماغ کو متاثر کرتے ہیں۔ ان میں ایکٹرسوں، بھانڈوں، نقالوں اور رقاصاؤں کے لئے گہری دلچسپی پیدا کرتے ہیں۔ عشقیہ ناول اور قصے کہانیاں انہیں پڑھنے کے لئے دیتے ہیں۔ ذہنی اور فکری تربیت کے اس سلسلے میں جو کمی رہ جاتی ہے ہماری ہونہار نسل اسے خود پورا کر لیتی ہے۔ اس طرح شروع ہی سے ان کے اذہان پر بادشاہوں، شہزادیوں، عشاق، محبوباؤں، فلم ایکٹروں اور ایکٹریسوں اور "فنون لطیفہ کے ستاروں" کی عظمت اور بلندی نقش کر دی جاتی ہے۔ ان کی اہمیت اور عزت کا احساس لڑکیوں کے قلب و نظر پر محیط ہو جاتا ہے۔ لازمی طور پر ان کے نزدیک زندگی میں ترقی اور بلند پردازی کا وہی معیار سب سے ارفع و اعلیٰ قرار پاتا ہے۔ اور ان ہی لوگوں کی تقلید اور غیر شعوری طور پر ان کے انداز میں سوچنا ان کے لئے ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس عام گھرانوں میں ان سے توقع یہ کی جاتی ہے کہ وہ ملک و قوم کے لئے باعث فخر بنیں۔ وہ اوصاف حسنہ کے چلتے پھرتے نمونے ہوں۔ ان کی زندگیوں میں قابلیت، لیاقت، علمیت اور حب الوطنی کی جھلک نظر آئے۔ ان کے اوصاف و کردار میں پاکیزگی اور نیکی کی درخشندگی پیدا ہو۔ وہ بلند کردار، اصول پسند، صابر و شاکر، دلیر و شجاع، ذہین و فہیم اور ایثار و قربانی کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہوں۔ تاکہ ایک طرف ان کے والدین کی عزت و آبرو کو چار چاند لگ جائیں تو دوسری طرف ملک اور قوم کو ان پر فخر ہو۔ ابھی ایسے نیک اور خدا پرست لوگوں کی کمی بھی نہیں۔ جو خلوص دل سے یہ چاہتے ہیں کہ ان کی بیٹیاں اور بہنیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو اپنی زندگی کا زیور بنائیں۔ یہ تو میں کہہ نہیں سکتا کہ دوسروں سے متعلق ہم سب کس انداز سے سوچتے ہیں۔ اور دوسروں کی بہو بیٹیوں کو کس نظر سے دیکھتے ہیں مگر یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ ہر شخص اپنی بہن، بیٹی، بیوی اور ماں

Marfat.com

سے متعلق اسی طرح سوچتا ہے اور ان سے کچھ ایسی ہی توقعات وابستہ رکھتا ہے مگر منطقی طور پر نتائج ان کی توقع کے قطعی خلاف نکلتے ہیں۔ تو ان میں ایک نفسیاتی جھنجھلاہٹ اور بیزاری سی پیدا ہو جاتی ہے۔ یا وہ اپنے کو عاجز پاکر حالات کے رحم و کرم پر سب معاملات چھوڑ دیتے ہیں۔ اور وقت کے چلن کو ناگزیر برائی سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔ میری حقیر رائے میں کسی قوم کی عظمت اور سربلندی کا راز اور اس کے افراد کی اخلاقی تربیت اور ترقی کے گر اس قوم کے بزرگوں اور بلند کردار ہستیوں کی سیرت میں پوشیدہ ہوتے ہیں۔ ایک دور ایسا بھی آیا تھا کہ اسلام نے دنیا پر ثابت کر دیا تھا کہ اس کے اندر تسخیر شش جہات کی بے پناہ طاقت موجود ہے یہ صرف ایک فلسفیانہ نظریہ نہ تھا بلکہ ایک عملی ثبوت تھا جسے مقدس امانت کے طور پر تاریخ کے صفحات آج بھی سنبھالے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں نے اپنے عہدِ زریں میں جو عروج حاصل کیا تھا اور عظمت و رفعت کی جن بلند چوٹیوں کو انہوں نے اپنے قدموں پر سجدہ ریز ہونے کے لئے مجبور کر دیا تھا کیا وہ اعلےٰ ترین اخلاقی تربیت اور بلند کرداری کے بغیر ممکن تھا؟ یقیناً نہیں کیونکہ اس کے بغیر آج تک کسی قوم نے صحیح معنوں میں اوجِ ثریا کو شرمسار کر دینے والا ایسا عروج حاصل نہیں کیا۔ اس کے بعد یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے ان بزرگوں کی بھی مائیں، بہنیں، بیٹیاں اور بیویاں تھیں کیا یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ بھی سیرت و کردار کے اسی معراج کو پا چکی ہوں کیونکہ بیٹوں، بھائیوں اور شوہروں نے ہی پوری دنیا کی بساطِ اقتدار الٹ کر رکھ دی تھی۔ لازمی طور پر ان کی اخلاقی تربیت بھی مثالی قسم کی ہو گی اور انہوں نے بھی صفحہ ہستی پر لاتعداد امٹ نقش چھوڑے ہوں گے۔ کوئی وجہ نہیں کہ ان سے بہتر حسنِ کردار و عمل کا کوئی اور نمونہ دنیا میں مل سکے۔ اس لئے ہمارے لئے ایک ہی راستہ ہے کہ ہم اپنی بنجر اور خشک زندگی کو اسی سرچشمہ حیات سے سیراب کریں۔ جن اوصاف نے ان

Marfat.com

کی ماؤں ، بہنوں اور بیٹیوں کو اس وقت پوری دنیا میں ممتاز اور سربلند بنا دیا تھا۔ وہی اوصاف آج بھی ترقی اور سربلندی کے لئے اولین شرطیں ہیں۔ زمانہ ضرور بدل گیا ہے۔ وقت کے ساتھ قدرت کا قانون نہیں بدل گیا وہ اٹل اور غیر تبدّل ہے۔ ہمارا تہذیبی ، دینی ، روحانی اور فکری رشتہ بنیادی طور پر اسی سلسلۂ اوج و کمال سے وابستہ ہے اور ہم اسی شجرِ پاک کی شاخیں ہیں۔ ہماری نمو اور تروتازگی اسی درخت کی جڑوں کی محتاج ہے۔ یورپ کی مادی اور لادین تہذیب سے ہم نے خواہ مخواہ جو رشتہ قائم کر رکھا ہے وہ ہر لحاظ سے غیر فطری اور مصنوعی ہے۔ ان کا تہذیبی اور مذہبی پسِ منظر ہمارے لئے آکاش بیل کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ آں چیزے دیگر است۔ جوں جوں یہ آکاش بیل پھیلتی اور پھلتی پھولتی جائے گی ہماری شاخیں زندگی کے جوہر سے محروم ہوتی جائیں گی۔ اس لئے میں نے پاکباز خواتینِ اسلام کی سیرت کا یہ مجموعہ اس خیال سے مرتب کیا ہے کہ شاید کبھی ہمارے برادرانِ ملت اپنی ضرورت کو محسوس کر کے ادھر بھی توجہ دیں تو انہیں معلوم ہو جائے کہ ارفع و اعلےٰ زندگی کے اسرار و رموز کا خزانہ خود ان کے اپنے گھروں میں موجود ہے ممکن ہے کہ کبھی خدا وندانِ مکتب کو وقت یہ محسوس کرا دے کہ سیرت و کردار کی تعمیر ، بلند سیرت اور بے داغ کردار کی روشنی حاصل کرنے ہی سے ممکن ہے۔ گل و بلبل اور مجنوں ، بھونروں کے افسانوں یا تکنیکی معلومات سے سچے انسان کی تعمیر نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے کسی اور چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں نے اپنی بساط کے مطابق کوشش کی ہے کہ خواتینِ حرم کی زندگی کے ہر اس گوشے کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کیا جائے۔ جو فکر و نظر کے موجودہ اندھیروں کو اجالوں میں بدل سکے اور پڑھنے والی خواتین اختلافی مسائل میں الجھنے کی جگہ سیرت و کردار کی تعمیر اور فکری جلا کے لئے روشنی حاصل کر سکیں۔ ان میں بلند اوصاف پیدا کرنے اور اولاد کو صحیح تربیت دینے کی تحریک پیدا ہو۔ اب میں نہیں کہہ سکتا کہ اپنی

اس کوشش میں کہاں تک کامیاب رہا ہوں یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔

اس موضوع پر پہلے بھی کئی کتابیں موجود ہیں۔ اور میں نے ان سب سے استفادہ کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ میں ان تمام فاضل مصنفین کا خلوصِ دل سے شکرگزار ہوں کیونکہ اگر ان کی محنت و کاوش میرا ساتھ نہ دیتی تو شاید میں یہ مجموعہ مرتّب کرنے کے قابل ہی نہ ہوتا یا اگر کچھ پیش بھی کرتا تو اس کی حیثیت بالکل ابتدائی قسم کی ہوتی۔

آخر میں اگر میں اپنے مخلص دوست عبید الحق خانصاحب ندوی کا شکریہ ادا نہ کروں تو یہ بہت بڑی احسان فراموشی ہوگی کیونکہ انہوں نے اس کتاب کی تالیف میں بے گراں قدر مشورے دیئے ہیں جو اس کتاب کی ترتیب، حوالہ جات کی درستی، ضروری کتب کی فراہمی اور واقعات کی صحت و عدم صحت کے بارے میں تھے۔ خاکسار اپنے محترم بھائی چوہدری فخرالدین صاحب کا بھی ممنونِ احسان ہے کیونکہ ان کی اکثر آرا بہت وقیع ثابت ہوئی ہیں۔ اس کے باوجود اس اشاعت میں بہت سی خامیاں باقی رہ گئی ہیں جنہیں آئندہ اشاعت میں دور کر دیا جائے گا۔ اور مفید مجموعے کا دوسرا حصہ بھی زیرِ طبع ہے جو بہت جلد پیشِ خدمت کر دیا جائے گا۔

قارئین میں سے اگر کوئی صاحب ازراہ کرم اس کتاب کی خامیوں اور اغلاط سے خاکسار کو آگاہ کرنا پسند کریں تو میرے لئے یہ امر باعثِ مسرت ہوگا اور میں ذاتی طور پر ان کا ممنونِ احسان ہوں گا۔ والسلام

۲ر فروری ۱۹۵۹ء
۳۲۔ گورو تیغ بہادر روڈ
کرشن نگر۔ لاہور

احقرالناس
عنایت عارف

Marfat.com

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

پیغمبرانِ عظام کی مقدّس خواتین

حضرتِ حوّاء

Marfat.com

حضرت حوّاء

حضرت حوّا کو دنیا بھر کے تمام انسانوں کی ماں ہونے کا شرف حاصل ہے قرآن مجید کی رو سے حضرت آدم اور حضرت حوا سے نسل انسانی کی ابتداء ہوئی اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمتِ کاملہ سے حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور اس کے بعد جنت میں رہنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی منع کر دیا کہ وہ ایک خاص درخت کے قریب تک نہ جائیں۔ عام طور پر مشہور ہے کہ یہ گندم کا درخت (یا پودا) تھا۔ حضرت آدم ایک عرصہ تک جنت کے سدا بہار نظاروں میں تنہا زندگی بسر کرتے رہے۔ وہاں انہیں خدا کی ہر نعمت میسر تھی۔ محنت و مشقت اور غم و فکر سے بالکل آزاد، انتہائی آرام و آرائش اور لطف و مسرت سے بھرپور زندگی گذر رہی تھی لیکن جنت ایسی جگہ میں رہ کر بھی جو ایک مومن کی سب سے بڑی تمنا ہو سکتی ہے حضرت آدم علیہ السلام کچھ وحشت اور خلا محسوس کرتے۔ وہ فردوس کی بہاروں میں رہتے ہوئے بھی تنہائی کی وجہ سے کھوئے کھوئے رہتے۔ کیونکہ ان کی فطرت کسی مونس و ہمدم کی متلاشی تھی چنانچہ اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی افسردگی اور اداسی کو دیکھتے ہوئے حضرت حوا کو پیدا کیا۔ حضرت حوا کی پیدائش سے متعلق قرآن کریم میں صرف اتنا ذکر ہے۔

وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا — اور اس نفس سے اس جوڑے کو پیدا کیا۔

Marfat.com

لیکن بائیبل اور بعض دوسری روایات میں بتایا گیا ہے کہ حضرت حوا کو حضرت آدم کی بائیں پسلی سے پیدا کیا گیا تھا۔ حضرت آدم کی تنہائی کا دور ختم ہوا اور وہ حضرت حوا کو پاکر بے حد مسرور و شادماں ہوئے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی فطرت کے مطابق تسکین قلب اور اطمینان کا سامان بہم پہنچا دیا تھا۔ گویا حضرت حوا آدم علیہ السلام کی زندگی میں بہاریں کرآئیں اور انہیں اس سکون و اطمینان سے ہم کنار کیا جو تنہا رہتے ہوئے فردوسِ بریں میں بھی حاصل نہ ہو سکا تھا۔ اور حضرت آدم وہاں وحشت سی محسوس کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے دونوں کو جنت میں رہنے کی اجازت عطا کر دی مگر ساتھ ہی فرمایا۔

اے آدم! دیکھ لے یہ ابلیس تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں جنت سے نکلوا کر رہے اور تم محنت میں پڑ جاؤ۔ تمہارے لئے اب ایسی زندگی ہے کہ نہ تو اس میں بھوکے رہتے ہو نہ برہنہ، نہ تمہیں پیاس ستاتی ہے اور نہ سورج کی گرمی تمہیں تکلیف پہنچاتی ہے۔ حضرت آدم اور حضرت حوا دونوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ ایک درخت کے پاس نہ جائیں جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ تھوڑا عرصہ گزرنے کے بعد ابلیس نے دھوکے اور فریب کا جال بچھانا شروع کر دیا اور مختلف طریقوں سے ان دونوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ شجر ممنوعہ درحقیقت جنت کا وہ درخت ہے جس کا پھل کھانے کے بعد آدم و حوا ہمیشہ کے لئے جنت ہی میں مقیم رہیں گے۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ شیطان نے سب سے پہلے حضرت حوا کو بہکایا اور انہوں نے حضرت آدم کو اس درخت کا پھل کھانے پر آمادہ کیا لیکن قرآن سے یہ بات ثابت نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ روایات بھی صداقت پر مبنی ہوں کیونکہ قرآن مجید نے اس کی تفصیل بیان نہیں کی۔ چونکہ عورت کا ارادہ کمزور ہوتا ہے۔ اس لئے شیطان نے اسی کمزوری کا فائدہ اٹھایا ہے

Marfat.com

لیکن عام طور پر یہی خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت حوا کی تخلیق کے بعد جنت کی بیش بہا نعمتوں، اللہ کے انعامات اور وہاں کی سراپا اطمینان زندگی کا صحیح طور پر احساس ہوا۔ تنہائی کا کرب دور ہونے کے بعد انہوں نے اپنی مونس و دمساز بیوی کے ساتھ جنت کی زندگی کا پورا لطف اٹھایا تو ان میں فطری طور پر یہ خواہش بیدار ہوئی کہ وہ دائمی طور پر جنت میں ہی رہیں۔ شیطان نے ان کے دل میں یہی وسوسہ ڈالا کہ اگر وہ شجر ممنوعہ کا پھل کھالیں تو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہ سکتے ہیں کیونکہ یہ شجر خلد ہے اور اس کا پھل کھانے سے سرمدی آرام اور قرب الٰہی نصیب ہو سکتا ہے۔ شیطان نے انہیں یقین دلانے کے لئے قسمیں اٹھائیں اور انہیں ہر ممکن طریقے سے یہ باور کرایا کہ وہ ان دونوں کا دوست اور خیر خواہ ہے۔ دشمن ہرگز نہیں ہے اس لئے آدم و حوّا کو اس کی رائے پر ضرور عمل کرنا چاہیئے چنانچہ دونوں میاں بیوی کچھ بہک گئے۔ اور سب سے پہلے انسانی خواص میں سے جو چیز ظاہر ہوئی وہ بھول تھی۔ آخر انسان تھے دونوں بھول گئے اور اللہ تعالےٰ نے انہیں تاکید کے ساتھ اس درخت کے قریب تک پھٹکنے سے منع کیا تھا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ حضرت آدم نے حکم ربانی کو ٹھکرا کر دانستہ یہ حرکت کی ہو کیونکہ خود خداوند تعالےٰ نے ان کا سینہ علم کے نور سے منوّر فرمایا تھا۔ انہیں قرب الٰہی حاصل تھا اور ان کا دل تجلیات الٰہی کا مرکز تھا اس لئے یہ بات تصوّر میں بھی نہیں آسکتی کہ حضرت آدم سے گناہ سرزد ہوا یا انہوں نے جان بوجھ کر اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ حقیقت یہی ہے کہ وہ بھول گئے اور انہوں نے اس ممنوعہ درخت کا پھل چکھ لیا۔ اس کے چکھتے ہی انہیں اپنی تمام انسانی کمزوریوں کا احساس ہو گیا اور اپنے تمام بشری لوازم انہیں معلوم ہو گئے۔ دیکھا تو دونوں نے اپنے کو بالکل برہنہ محسوس کیا۔ فوراً پریشانی کے عالم میں اپنے ستر پتوں سے

Marfat.com

ڈھانپنے لگے۔ اسی حالت میں ان دونوں پر عتابِ الٰہی نازل ہوا اور بارگاہ الٰہی سے حکم ہوا۔

تم دونوں اکٹھے یہاں سے نکل جاؤ، تم میں سے ایک دوسرے کا دشمن ہوا۔ پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس کوئی پیغام آیا تو جو کوئی میری ہدایت پر چلے گا وہ نہ تو گمراہ ہوگا اور نہ دکھ میں پڑے گا۔

حضرت آدم اور حوّا نے انتہائی ندامت اور شرمساری سے اپنی بھول کا اقرار کیا اور بے حد خشوع و خضوع کے ساتھ توبہ و استغفار کرتے رہے۔ گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرتے رہے۔ کہ الٰہی! میں نے جان بوجھ کر تیرے حکم کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ مجھ سے بھول ہو گئی ہے۔ آخر دریائے رحمت جوش میں آیا اور اللہ نے انہیں معاف فرما دیا۔ ان دونوں سے یہ کہہ دیا گیا کہ تمہیں دنیا میں جا کر اللہ کے نائب کی حیثیت سے رہنا ہوگا۔ تمہیں اور تمہاری اولاد کو ایک مقررہ مدت تک دنیا میں قیام کرنا ہوگا اور تمہارا دشمن ابلیس بھی تمہارے ساتھ ہوگا اگر تم دنیا میں ہمارے صحیح معنوں میں نائب اور نیک بندے ثابت ہوئے تو تمہارا اصلی وطن جنت تمہارے لئے مخصوص رہے گا۔ اس کے بعد حضرت آدم اور حوا کو زمین پر بھیج دیا گیا۔ جہاں رہنے سہنے کے ڈھنگ اللہ تعالےٰ نے انہیں سکھا دیئے۔ ہم سب ان ہی کی اولاد ہیں اور اگر اپنے پروردگار کی بتائی ہوئی راہ پر چلتے رہیں تو وہ وعدہ کے مطابق ہمارے لئے اصلی وطن جنت الفردوس کے دروازے یقیناً کھول دے گا۔

حضرت آدم و حوّا کی اولاد سے متعلق زیادہ معتبر روایات موجود نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ان کے بیٹوں اور بیٹیوں کی صحیح تعداد معلوم ہے۔ ان کے دو بیٹے قابیل اور ہابیل زیادہ مشہور ہیں۔ قرآن نے خصوصیت سے ان کے ناموں کا ذکر نہیں کیا لیکن تورات میں ان کے نام یہی لکھے گئے ہیں۔ یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت آدم

Marfat.com

اور حوا کا دستور یہ تھا کہ وہ جوڑا پیدا ہونے والے لڑکے اور لڑکی کا عقد دوسرے پیٹ سے پیدا ہونے والے جوڑ یا لڑکے اور لڑکی سے کر دیتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت حوا کے ہاں قدرت الٰہی سے ہمیشہ توام بچے پیدا ہوتے تھے جن میں ایک لڑکا ہوتا اور دوسری لڑکی۔ اس دستور کی رو سے حوا کے دو بیٹوں قابیل اور ہابیل کی شادی کا معاملہ پیش آیا۔ قابیل عمر کے لحاظ سے بڑا تھا اور اس کی بہن ہابیل کی بہن سے زیادہ خوبصورت تھی۔ اس لئے قابیل کو یہ پسند نہ تھا کہ دستور کے مطابق ہابیل کی بہن سے اس کی شادی کی جائے۔ اسی جھگڑے کی وجہ سے قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ یہ دنیا کا پہلا قتل تھا جو ایک عورت کی کی وجہ سے ہوا۔ دمشق کے شمال میں جبل قاسیون پر ایک زیارت گاہ بنی ہوئی ہے جو مقتلِ ہابیل کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت حوا کی عمر اور وفات سے متعلق کوئی قابلِ یقین روایت موجود نہیں بعض لوگوں نے جدہ میں کسی جگہ ان کی قبر بھی مشہور کر رکھی ہے کہا جاتا ہے کہ عرب میں جدہ کی بندرگاہ حضرت حوا کے نام سے مشہور ہے کیونکہ عربی میں جدہ دادی کو کہتے ہیں۔

حضرت حوا چونکہ ہر زندہ انسان کی ماں ہیں اور انسانِ حیؔ سے ان کا تعلق موجود ہے اسی لئے ان کا نام حوا مشہور ہے۔ ان کا وجود اس حقیقت کا شاہد ہے کہ عورت مرد کے لئے اللہ تعالےٰ کا بہت بڑا انعام اور احسان ہے۔ اگر عورت کا وجود نہ ہوتا انسان اس دنیا کا ذکر ہی کیا جنت الفردوس میں بھی مسرور و شاداں نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ عورت کے بغیر انسانی زندگی کسی صورت مکمل ہو ہی نہیں سکتی۔ ذرا اندازہ کیجئے کہ حضرت آدم علیہ السلام ایسا عالی رتبہ اور مقدس انسان جنت میں تنہائی گوارا نہ کر سکا۔ اگر یہ دنیا عورت کے وجود سے خالی ہوتی تو ہمیشہ ویران

Marfat.com

اور برباد ہی رہتی۔ حضرت حوّا کی زندگی ہر عورت کو یہ درس دیتی ہے کہ عورت انسان کے لئے سراپا رحمت، شفقت اور محبت بن کر آئی ہے۔ یہی اوصاف اسے مکمل عورت کا درجہ بخش سکتے ہیں۔ اگر عورت ان اوصاف سے محروم ہو تو وہ عورت نہیں بلکہ اس کے بھیس میں کچھ اور ہے۔ عورت ایثار و وفا کا سرچشمہ ہوتی ہے۔ وہ جنت کی روح پرور بہاروں میں ساتھ رہتی ہے تو بے آباد اور سنسان دنیا کی پرمشقت اور تکلیف دہ زندگی میں بھی ہم سفر رہتی ہے۔ جنت سے نکلنے کے بصیرت افروز واقعہ میں ایک یہ سبق بھی ہے کہ ایک وفا شعار اور محبت و صداقت کی شیدائی عورت کو ہمیشہ بدی اور گناہ کی طاقتوں سے ہر حالت میں خبردار رہنا چاہیئے اور اپنے خاوند کو ہر ممکن طریقے سے اللہ کے بتائے ہوئے سلامتی کے راستے پر چلانے کے لئے صحیح مشورہ دینا چاہیئے۔

Marfat.com

حضرتِ سارہؓ

Marfat.com

وابتض

حضرت سارہؑ

حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ تھیں۔ اور آپ خدا کے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ توراۃ کی بعض روایات کے مطابق عراق کے ایک قصبے میں پیدا ہوئے اور اہلِ فدان میں سے تھے۔ قوم بتوں کی پوجا کرتی تھی۔ اور ستارہ پرست تھی۔ آپ کے والد مختلف قبائل کے لیئے لکڑی کے بت بنا کر بیچا کرتے تھے۔ چونکہ شروع ہی سے اللہ نے رشد و ہدایت کی روشنی سے قلب و ذہن کو منور کر رکھا تھا۔ اس لیئے اپنے باپ کو دن رات بت تراشی کرتے دیکھتے تو اکثر سوچتے کہ یہ کیسے معبود ہیں جنہیں میرا باپ اپنے ہاتھوں سے بنا کر فروخت کر دیتا ہے۔ اور لوگ ان کی پوجا کرتے ہیں۔ آخر پیغمبر مبعوث ہونے کے بعد ایک روز اپنے باپ سے انہوں نے پوچھا۔

"اے میرے پدر! آپ کیوں ایک ایسی چیز کی پوجا کرتے ہیں جو نہ سنتی ہے اور نہ آپ کے کسی کام آسکتی ہے؟ اے میرے باپ! میں سچ کہتا ہوں کہ اللہ نے میرا دل علم کے نور سے منور کیا ہے اور یہ ایسی روشنی ہے جو آپ کو نہیں ملی۔ پس میرے نقشِ قدم پر چلیں۔ میں آپ کو سیدھی راہ دکھاؤں گا۔ اے میرے باپ! شیطان کی بندگی نہ کریں، شیطان تو خدائے تعالیٰ کا نافرمان ہو چکا ہے۔ میرے باپ! میں ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ خدائے رحمان کا کوئی عذاب آپ کو بھی گھیر لے اور آپ بھی شیطان کے ساتھی ہو جائیں۔" باپ نے انتہائی غصّے سے جواب دیا

Marfat.com

"ابراہیم! کیا تو میرے معبود سے پھر گیا ہے؟ یاد رکھ اگر تو ایسی باتوں سے باز نہ آیا تو تجھے سنگسار کر کے چھوڑوں گا۔ اپنی خیر چاہتا ہے تو تیری سلامتی اسی میں ہے کہ مجھ سے الگ ہو جا۔" حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا۔ "اچھا میرا سلام قبول ہو۔ میں آپ کی بخشش کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا۔" اس کے بعد آپ نے پوری قوم کو مخاطب فرمایا اور بت پرستی چھوڑ کر اللہ کی بتائی ہوئی راہِ ہدایت پر چلنے کی تلقین کرتے رہے۔ دعوتِ حق سنتے ہی پوری قوم ان کی جان کی دشمن ہوگئی۔ آخر آپ کو سب سے بڑے مندر کے بتوں کو توڑنے پھوڑنے اور معبودوں کی توہین کے الزام میں پکڑ کر بادشاہ وقت نمرود کے سامنے پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ حضرت ابراہیم کو دہکتی آگ میں ڈال کر زندہ جلا دیا جائے۔ چنانچہ آپ کے لئے ایک بہت بڑی چتا بنائی گئی۔ اور جب آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے تو حضرت ابراہیم کو اس میں ڈال دیا گیا مگر اللہ کی حکمتِ کاملہ سے آگ خود بخود سرد ہوگئی۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم اپنی زوجہ حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کر گئے اور مختلف ممالک میں تبلیغ کرتے ہوئے فلسطین چلے گئے کچھ عرصہ بعد سکیم (نابلس) سے ہوتے ہوئے مصر کی حدود میں داخل ہوئے۔ آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حسن و جمال کا پیکر تھیں۔ اس وقت مصر میں فرعون کی حکومت تھی۔ اس کے امیروں اور درباریوں نے جب ایک اجنبی عورت کے بے مثل حسن و جمال کو دیکھا تو دنگ رہ گئے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی بدنیتی کو فوراً بھانپ گئے۔ اور آپ نے حضرت سارہ سے کہا کہ یہاں کا بادشاہ بے حد جابر اور ظالم ہے اگر کسی خوبصورت عورت کو دیکھتا ہے تو زبردستی اسے پکڑ کر اپنے محل کی زینت بنا لیتا ہے۔ اگر ایسی عورت کے ساتھ اس کا شوہر ہو تو فوراً قتل کرا دیتا ہے اور اگر کوئی اور عزیز ہو تو اسے کچھ نہیں کہتا۔ تم چونکہ میری دینی بہن بھی ہو اور یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی دوسرا مسلمان نہیں

Marfat.com

اس لئے تم فرعون سے کہہ دینا کہ یہ میرا بھائی ہے اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خدشہ سچ ثابت ہوا۔ فرعون کے ایرد ں نے اس کے پاس جا کر حضرت سارہ کی بے حد تعریف و توصیف کی تو بادشاہ نے اسے پیش کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ فرعون کے سپاہی حضرت سارہ کو پکڑ کر فرعون کے محل میں لے گئے۔ حضرت سارہؓ نے اپنے شوہر کے حکم کی تعمیل کر کے فرعون کو مطمئن کر دیا۔ رات کو جب فرعون نے شراب کے نشے میں بدمست ہو کر حضرت سارہؓ کی عزت پر حملہ کرنا چاہا تو اس کا ہاتھ شل ہو کر رہ گیا اور وہ انہیں چھو تک نہ سکا۔ فرعون یہ دیکھ کر بہت گھبرایا۔ اور حضرت سارہؓ سے درخواست کی کہ وہ اس کا ہاتھ ٹھیک کرنے کے بعد اپنے خدا سے دعا کریں۔ فرعون نے وعدہ کیا کہ اگر اس کا ہاتھ درست ہو گیا تو وہ انہیں رہا کر دے گا۔ حضرت سارہؓ نے اللہ تعالےٰ سے دعا کی تو وہ تندرست ہو گیا۔ مگر اس نے وعدہ خلافی کی۔ دوبارہ بدی کے ارادے سے ان کے پاس آیا تو پھر ہاتھ شل ہو گیا۔ تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا تو اس نے پریشان ہو کر کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت نہیں کوئی جن بھوت ہے۔ اسے فوراً یہاں سے لے جاؤ۔ فرعون نے حضرت سارہؓ کو رخصت کرتے وقت اپنی بیٹی ہاجرؓ کو بھی ساتھ کر دیا اور کہا کہ اسے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ تاکہ مصر کی یہ شہزادی عمر بھر تمہاری خدمت کرتی رہے حضرت سارہؓ نے واپس آ کر اپنے شوہر نامدار حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام حالات سے آگاہ کیا اور مبارکباد دی کہ اللہ نے ان کی عفت و عصمت کی حفاظت کی اور مصر کی شاہزادی ہاجر کو خادمہ بنا کر بھیجا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی وقت سجدۂ شکر بجا لائے کئی ایک روایت میں ہے کہ حضرت سارہؓ حضرت ابراہیم کے حقیقی چچا ہارون کی بیٹی تھیں۔ اور اس نسبت سے حضرت ابراہیم کی چچازاد بہن ہوتی تھیں۔

توراۃ میں لکھا ہے کہ فرعونِ مصر نے حضرت سارہؓ کے واقعہ کو کرامت سے

تعبیر کیا۔ اور اس بات پر ناراض ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے کیوں نہ بتا دیا کہ سارہؓ انکی بہن نہیں بیوی بھی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد بڑے انعام و اکرام اور عزت کے ساتھ انہیں مصر سے رخصت کیا۔ پھر اپنے خاندانی رشتے کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لیئے اپنی بیٹی ہاجرہؓ کو ان کی زوجیت میں دے دیا۔ حضرت ہاجرہؓ اس وقت کے رواج کے مطابق حضرت سارہؓ کی خادمہ قرار پائیں۔ کہا جاتا ہے کہ فرعون نے حضرت ہاجرہؓ کا رشتہ دیتے وقت کہا تھا۔ میری بیٹی کا ان کے گھر میں لونڈی ہو کر رہنا دوسرے گھر میں ملکہ بن کر رہنے سے بدرجہا بہتر ہے۔

حضرت سارہؓ کی پوری زندگی پاکدامنی، شوہر کی رضا جوئی اور ایثار و قربانی کی سچی تصویر ہے۔ ہجرت کے بعد انہوں نے اپنے جلیل القدر خاوند کے ساتھ جگہ جگہ کا سفر کیا۔ اپنے وطن کو چھوڑا اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیئے اپنے آرام و سکون کو قربان کر دیا۔ انھوں نے اس وقت حضرت ابراہیم کی دعوتِ حق پر لبیک کہا جب پوری قوم، خاندان کے سب لوگ اور دوست و رشتہ دار سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جان کے دشمن ہو رہے تھے۔ ان کی پاکیزہ زندگی میں مسلمان عورتوں کے لیئے بہت بڑا سبق پوشیدہ ہے کہ کس طرح ان کی عفت و عصمت کی حفاظت کے اسباب خود اللہ نے فراہم کر دیئے۔ کیونکہ انہوں نے محض رضائے الٰہی کے لیئے اپنے شوہر کے ساتھ بے پناہ مصائب برداشت کئے تھے۔

Marfat.com

حضرت ہاجرہؓ

Marfat.com

Marfat.com

حضرتِ ہاجرہؓ

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ حضرت ہاجرہؓ فرعونِ مصر کی بیٹی تھیں اور عبرانی زبان میں لفظ "ہاغاز" کے معنی اجنبی اور بے گانہ کے ہیں اس لئے ہاجرہ کہلائیں بعض مورخین کا خیال ہے کہ عربی میں "ہاجر" کے معنی جدا ہونے والے کے ہیں اور ایک لحاظ سے "ہاغاز" کا ہم معنی ہے، چونکہ حضرت ہاجرا اپنے باپ فرعون اور وطن مصر سے جدا ہو کر اور ہجرت کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشریف لائیں۔ اسی رعایت سے ہاجرہ کہلائیں۔ واللہ اعلم

حضرت ابراہیم علیہ السلام اولاد سے محروم تھے اور اس وقت تک دونوں بیویوں سے کوئی بچہ نہیں پیدا ہوا تھا اس لئے حضرت ابراہیم نے بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں اولاد کے لئے دعا فرمائی جو شرفِ قبولیت سے ہم کنار ہوئی چنانچہ اللہ کی حکمت سے چھوٹی بی بی حضرت ہاجرہؓ امید سے ہوئیں تو حضرت سارہؓ کو رشک ہوا۔ جب حضرت ہاجرہؓ کے ہاں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو بتقاضائے بشری حضرت سارا کو بہت شاق گزرا۔ اور انہوں نے اصرار کیا کہ ان ماں بیٹے کی رہائش و قیام کے لئے علیحدہ انتظام کیا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پر سخت ناراضی کا اظہار فرمایا تو اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ آپ کے، حضرت ہاجرہؓ اور اسماعیل کے لئے بہتری اسی میں ہے کہ حضرت سارہؓ کی صلاح پر عمل کیا جائے۔ اب حضرت ابراہیمؑ

Marfat.com

حکم ربانی سے مجبور ہو گئے اور حضرت ہاجرہؓ اور ان کے ننھے منے بچے کو ساتھ لے کر اس جگہ پہنچے جہاں آجکل کعبۃ اللہ ہے۔ اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق زمزم کے موجودہ مقام کے بالائی حصے پر انہیں چھوڑ کر ایک پانی کا مشکیزہ اور ایک کھجوروں کی تھیلی دی اور خود واپس چلے گئے اس وقت یہ جگہ بالکل اجاڑ، سنسان اور ویران تھی۔ اور میلوں تک کسی انسان کا نام ونشان تک دکھائی نہ دیتا تھا۔ مگر خالق کائنات کی مصلحتوں کو کون سمجھ سکتا ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بلند مرتبے کا پیغمبر کیسے اللہ کے حکم سے سر مو بھی تجاوز کر سکتا تھا۔ یہ ان کی قوت ایمانی اور توکل تھا کہ انہوں نے اپنے اکلوتے نور نظر اور بیوی کو ویران و بے آباد جگہ پر چھوڑ کر خاموشی سے وطن کی راہ لی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس روانہ ہوئے تو حضرت ہاجرہؓ ان کے پیچھے پیچھے آئیں اور کہنے لگیں۔ "اے ابراہیم! آپ ہمیں کیوں ایسی جگہ چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ جہاں چاروں طرف ویرانی اور ہیبت ناک خاموشی مسلط ہے۔ جہاں کسی آدم زاد کا نشان تک نظر نہیں آتا یہاں ہمارا کون مونس و غمخوار ہوگا۔ کون ہماری خبر گیری کرے گا"۔ مگر حضرت ابراہیم خاموشی سے سر جھکائے اپنی راہ چلتے رہے۔ آخر ان کی خاموشی سے تنگ آکر حضرت ہاجرہؓ نے پوچھا کہ کیا خدا نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ اس وقت آپ نے فرمایا "ہاں یہ خدا کے حکم سے ہے"۔ یہ سن کر حضرت ہاجرہؓ کا دل مطمئن ہو گیا اور یہ کہہ کر واپس آگئیں۔ "اگر یہ خدا کا حکم ہے تو بلاشبہ وہ ہم کو ضائع اور برباد نہیں کرے گا"۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب ایک ٹیلہ پر ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے وہ اپنے بیوی بچے کو نہیں دیکھ سکتے تھے تو انہوں نے کعبہ کی جانب رخ کر کے بڑے پر اثر انداز میں اللہ سے دعا مانگی۔

"اے ہم سب کے پروردگار! ایک ایسے بے آب وگیاہ میدان میں جہاں

کھیتی اور آب و دانہ کا نام و نشان تک نہیں۔ میں نے اپنی اولاد تیرے لائق احترام گھر کے قریب لاکر بسائی ہے کہ نماز قائم رکھیں۔ پس تو اپنے فضل و کرم سے ایسا کر کہ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہو جائیں۔ اور ان کے لئے زمین کی پیداوار سے سامان رزق مہیا کر دے تاکہ تیرے شکر گزار رہیں۔"

حضرت ہاجرؓ چند روز تک اس مشکیزے سے پانی پی کر کھجوروں پر گزر کرتی رہیں اور حضرت اسماعیل کو دودھ پلاتی رہیں۔ لیکن جب یہ دونوں چیزیں ختم ہو گئیں تو سخت پریشان ہوئیں۔ بھوک اور پیاس سے نڈھال ہونے لگیں۔ اور ایسی حالت میں دودھ بھی نہیں اترتا تھا۔ ایک طرف اپنی تکلیف تھی دوسری طرف ننھا سا معصوم بچہ بھوک اور پیاس سے بلک بلک کر رو رہا تھا۔ آخر ماں تھیں شفقتِ مادری اور ماں کا تقدس کبھی یہ حالت برداشت نہیں کر سکا۔ آنکھوں میں آنسو اٹڈ آئے تو گھبرا کر ایک طرف ہو بیٹھیں تاکہ بچے کی دردناک تکلیف اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ سکیں۔ مگر کب تک غافل رہ سکتی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد کچھ سوچ کر اٹھیں قریب ہی ایک پہاڑی تھی جو آج تک صفا کے نام سے مشہور ہے اس پر جا چڑھیں کہ شاید کوئی شخص نظر آجائے جس سے مدد کے لئے درخواست کریں یا کہیں پانی کا نشان مل جائے مگر وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ چاروں طرف لق و دق صحراء اور ناچتے ہوئے بگولے نظر آتے تھے مایوس ہو کر واپس آگئیں۔ مامتا نے جوش مارا تو وادی کی طرف جا نکلیں اور پھر دوڑ کر مروہ نامی پہاڑی پر جا چڑھیں۔ پھر لوٹ آئیں۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ انتہائی بے تابی اور پریشانی میں انہوں نے سات مرتبہ ایسا کیا۔ یہی وہ سعی بین الصفا والمروہ ہے۔ جسے آج تک زائرین بیت اللہ شریف فرض کے طور پر ہر سال ادا کرتے ہیں اور اسے حج کا ایک اہم رکن تسلیم کیا گیا ہے۔ آخری مرتبہ جب وہ مروہ پہاڑی پر پہنچیں تو انہیں ایک

Marfat.com

عجیب سی آواز سنائی دی ۔ جسے سن کر چونک اٹھیں اور دل میں سوچا کہ کوئی پکار رہا ہے چنانچہ کان لگایا تو پھر وہی آواز سنائی دی ۔ آخر فرمایا کہ اگر تم مدد کر سکتے ہو تو سامنے آؤ ۔ میں نے تمہاری آواز سن لی ہے دیکھا تو خدا کا مقرب فرشتہ سامنے ہے ۔ حضرت جبرائیل امین کو دیکھا تو پہلے ڈریں لیکن جب انہوں نے زمین پر اپنا پر مارا یا بعض روایات کے مطابق ایڑی ماری تو زمزم کے مقام پر میٹھے پانی کا چشمہ ابلنے لگا ۔ حضرت ہاجرہؓ نے یہ منظر دیکھا تو جلدی سے پانی کے چاروں طرف باڑ بنانے میں مصروف ہو گئیں ۔ مگر چشمہ اسی طرح ابلتا رہا ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اللہ اسماعیل کی ماں پر رحم کرے اگر وہ زمزم کو باڑ بنا کر نہ روکتیں اور اس کے چاروں طرف باڑ نہ بناتیں تو آج یہ زبردست چشمہ ہوتا ۔

اس کے بعد حضرت ہاجرہؓ نے سیر ہو کر پانی پیا اور حضرت اسماعیل کو دودھ پلایا ۔ حضرت جبرائیل نے ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا :-

خوف اور غم نہ کر ۔ اللہ تجھے اور تیرے بچے کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا ۔ یہ مقام جہاں تم دونوں مقیم ہو ۔ بیت اللہ ہے جس کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے لڑکے کی قسمت میں مقدر ہو چکی ہے ۔ اس لئے اس خاندان کو ہلاک نہیں کرے گا ۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد بنی جرہم کا ایک قبیلہ اس وادی کے قریب آ کر قیام پذیر ہوا ۔ انہوں نے دیکھا کہ قریب ہی ایک جگہ سے پرندے اڑ رہے تھے ۔ انہوں نے اپنے لوگوں سے کہا کہ یہ پانی کی علامت ہے ۔ یقیناً یہاں قریب ہی کسی جگہ پانی ہے ۔ تھوڑی دیر بعد وہ پانی کی تلاش میں اس طرف آ نکلے اور میٹھے پانی کا چشمہ ابلتا دیکھ کر بہت مسرور ہوئے ۔ انہوں نے حضرت ہاجرہ سے وہاں قیام کرنے کی اجازت طلب کی ۔ تو حضرت ہاجرہؓ نے فرمایا تم سب قیام کر سکتے ہو مگر پانی کی ملکیت میں حصہ دار نہیں بن سکتے ۔ بنی جرہم نے یہ شرط قبول کر لی ۔ اور مستقل طور پر اسی جگہ آباد ہو گئے ۔ انہوں نے اپنے خاندان کے

Marfat.com

دوسرے لوگوں کو بھی بلوا لیا۔ چاروں طرف مکانات تعمیر ہونے، بازار بننے اور اور لین دین سے زندگی کی ہماہمی، چہل پہل اور رونق شروع ہوگئی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے بنی جرہم کے بچوں میں کھیل کود کر پرورش پائی۔ اور ان ہی کی زبان بولنے لگے۔ جب حضرت اسماعیل جوان ہوئے تو بنی جرہم کو ان کی نیک عادات، سادگی، خدا پرستی اور بلند کرداری کے علاوہ مردانہ وجاہت اور خوب صورتی اس قدر پسند آئی کہ انہوں نے اپنے خاندان کی ایک لڑکی سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی کر دی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معمول تھا کہ وہ ہر سال اپنی بیوی اور بچے کو دیکھنے آیا کرتے تھے۔ ایک سفر آپ تشریف لائے، ابھی حضرت اسمٰعیل کی عمر بہت چھوٹی تھی۔ تو خواب میں اللہ نے انہیں حکم دیا کہ اپنے اکلوتے نور نظر کی قربانی دیں۔ ایک ایسے باپ کے لئے جسے بڑی دعاؤں اور تمناؤں کے بعد لڑکے کی صورت دیکھنا نصیب ہوئی تو میلوں کی مسافت درمیان میں حائل کر دی گئی۔ پھر اتنی مصیبتیں سہنے کے بعد جب اس نے ذرا ہوش سنبھالا تو اسے قربان کرنے کا حکم ملتا ہے ـــــ یہ کتنا بڑا امتحان تھا جس کے تصور سے ماں باپ کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کوئی عام انسان نہ تھے بلکہ بہت بڑے پیغمبر تھے۔ اور ان کی پوری زندگی رضائے الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں گزری تھی۔ اس لئے کسی طور ممکن نہ تھا کہ ان کی محبت پدری اللہ کے حکم پر غالب آجاتی۔ صبح اٹھ کر حضرت ہاجرؓ کو اس حکم سے آگاہ کیا تو اس پیکر تسلیم و رضا نے ایک لمحہ کے لئے یہ نہیں سوچا کہ جس بیٹے کی خاطر انہوں نے شدید تکالیف اٹھائیں اور مصائب برداشت کئے۔ جس کی پرورش کے لئے اس بے آب و گیاہ اور ویران و سنسان مقام پر تنہائی کی صعوبتیں برداشت

Marfat.com

کیں۔ انہیں اپنی آنکھوں کے سامنے کیوں ذبح ہونے دیں۔ مگر اس سچی مومنہ نے فرمایا جو اللہ اور اس کے پیغمبر کی رضا وہی میری رضا۔ اپنے ہاتھوں اکلوتے لختِ جگر کو نہلایا۔ صاف ستھرے کپڑے پہنائے اور بنا سنوار کر حکمِ ربی کی تعمیل کے لئے باپ کے ساتھ کر دیا۔ سعادت مند بیٹے نے جب یہ سنا کہ اسے اللہ کی راہ میں ذبح کیا جا رہا ہے تو انتہائی ادب کے ساتھ باپ کو مشورہ دیا کہ ابا جان! بہتر یہ ہے کہ میری گردن پر چھری چلانے سے قبل میرے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھ دیں تاکہ میرے خون کی چھینٹیں آپ پر نہ پڑیں۔ اور آپ مجھے تڑپتا دیکھ کر اپنے ارادے میں کمزوری محسوس نہ کریں۔ اللہ اکبر یہ تھے وہ لوگ جو خدا پرست کہلاتے تھے۔ اور جنہوں نے دنیا میں نیکی اور ایثار کی بنا قائم کی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم نے ایسا ہی کیا اور اللہ اکبر کہہ کر اسماعیل کے حلقوم پر چھری چلا دی۔ مگر جب فارغ ہوئے تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل ایک طرف کھڑے مسکرا رہے ہیں۔ اور سامنے ایک مینڈھا ذبح کیا ہوا پڑا ہے۔ اسی عظیم الشان واقعہ کی یاد تازہ کرنے کے لئے دنیا بھر کے مسلمان عید الاضحیٰ مناتے ہیں اور قربانی کرتے ہیں۔ جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ کے احکام پر ہر عزیز سے عزیز شئے تک قربان کرنے کی تربیت دی جائے اور وہ تسلیم و رضا کا سبق سیکھیں مگر افسوس کہ آج کل تو یہ ایک رسم بن کر رہ گئی ہے اور اس کی روح غائب ہو چکی ہے۔

اس کے کچھ عرصہ بعد جب حضرت ابراہیم دوبارہ فلسطین سے حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیل کو ملنے آئے تو کعبۃ اللہ کی تعمیر کا حکم ملا چنانچہ دونوں نے مل کر اللہ کے گھر کو دوبارہ تعمیر کیا۔ جو آج تک مسلمانانِ عالم کی سجدہ گاہ ہے۔

حضرت اسماعیل کی پہلی شادی کے کچھ عرصہ بعد حضرت ہاجرہؓ انتقال فرما گئیں اور تاریخ طبری کی روایت کے مطابق بیت اللہ کے قریب حرم کے اندر دفن ہوئیں حضرت ہاجرہؓ

Marfat.com

کے انتقال کے بعد بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے نورِ نظر سے ملنے آتے رہے
ایک مرتبہ آئے تو بیٹے کو گھر پہ موجود نہ پایا۔ ان کی بیوی سے پوچھا تو جواب ملا کہ روزی
کی تلاش میں باہر گئے ہیں۔ آپ نے پوچھا کیسے گزر ہو رہی ہے۔ بہو نے جواب
دیا کہ سخت مصیبت اور پریشانی میں ہیں اور بہت دکھ اٹھا رہے ہیں۔ آپ نے
رخصت ہوتے ہوئے فرمایا کہ وہ جب آئیں تو انہیں میرا سلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ دروازے
کی چوکھٹ تبدیل کر دیں۔ اسماعیل علیہ السلام جب واپس آئے تو گھر میں نبوت کے
نور کی جھلک نظر آئی۔ بیوی سے پوچھا کہ کوئی آیا تھا۔ انہوں نے تمام قصہ سنا دیا۔ فرمایا
کہ وہ میرے باپ تھے اور ان کا مشورہ ہے کہ تمہیں طلاق دے دوں چنانچہ میں
تمہیں جدا کرتا ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے دوسری شادی کر لی اور جب حضرت ابراہیم
دوبارہ تشریف لائے تو اتفاق سے اس دن بھی حضرت اسماعیل گھر پر نہ ملے حسب
معمول نئی بہو سے وہی سوال کیا تو اس نے جواب دیا۔ خدا کا شکر اور احسان ہے بہت
اچھی گزر ہو رہی ہے۔ پوچھا کہ کھانے کو کیا ملتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ کھانے کو گوشت
اور پینے کو پانی۔ پھر آپ نے دعا مانگی۔
اللہ تعالیٰ ان کے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔ اور چلتے ہوئے پیغام
دے گئے کہ اسماعیل سے کہنا کہ اپنی چوکھٹ کی حفاظت کریں۔
یہ ایک جلیل المرتبت پیغمبر کی رفاقت کا اثر تھا کہ فرعون ایسے صاحب جاہ و جلال کی بیٹی جس نے
عیش و عشرت کے گہواروں میں پرورش پائی اور اطلس و کمخواب بچھے ہوئے راستوں پر چلتی رہی
جو دکھ اور تکلیف کے نام تک سے آشنا نہ تھی اور جسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ تلوے میں
کانٹا چبھنے سے کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ جس کا بچپن زر و جواہر میں کھیلتے گزرا
تھا اور جس کے سامنے ہر وقت دنیا جہان کی نعمتوں کا ڈھیر رہتا تھا۔ اتنی صابرہ
شاکرہ اور اولوالعزم بیوی اور اتنی ثابت قدم اور خدا پرست ماں ثابت ہوئی کہ آج پورے

Marfat.com

عالم انسان کی بیویاں اور مائیں ان پر فخر کر سکتی ہیں۔ ویسے تو تاریخ عالم شہزادیوں اور حکمران عورتوں کے گوناگون کارناموں سے بھری پڑی ہے مگر طلوع اسلام سے قبل اور خلافت راشدہ کے بعد کی عورتوں میں کوئی بھی عورت تسلیم و رضائے الٰہی، تربیت اولاد اور صبر و استقامت میں ان سے نہیں بڑھ سکی۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسے درویش صفت پیغمبر کی زوجیت میں آتے ہی اپنی پرانی زندگی کو ایک بھولا بسرا خواب سمجھ کر فراموش کر دیا اور دوبارہ کبھی اس پر عظمت زندگی کی تمنا تک نہ کی بلکہ ہر قدم پر اللہ کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ جب خاوند سے علیحدہ ہو کر ایک ویران و سنسان سرزمین پر رہنے کا حکم ملا تو یہ سنتے ہی کہ اللہ کا یہی حکم ہے فوراً اپنا سر جھکا دیا۔ اپنے اللہ پر توکل کر کے اس بے آب و گیاہ ویرانے میں ننھے بیٹے سمیت تنہا مقیم ہو گئیں۔ اور بڑے صبر و استقامت سے اس کی پرورش میں مصروف رہیں۔ جب محنت کا شجر ثمر آور ہونے لگا تو بیٹا کھیل کود کر آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکون بخشنے کے قابل ہوا تو حکم ملا کہ اسے اللہ کی راہ میں ذبح کر دو۔ کیا دنیا کی کوئی بھی ماں اس کڑے اور کٹھن امتحان میں پورا اتر سکتی ہے؟ مصیبت زدہ ماں نے اف تک نہ کی اور سعادت مند بیٹے نے سن کر کہا کہ اگر خدا کی یہی مرضی ہے تو انشاء اللہ آپ مجھے صابر و شاکر پائیں گے۔ یہ اس ماں کی تربیت تھی جس نے بے پناہ تکالیف برداشت کیں۔ آج دنیا کا بڑے سے بڑا مکتب اور اچھے سے اچھا نظام تعلیم بھی اس کی ادنیٰ سی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

مسلمان خواتین کو حضرت ہاجرہؓ کی زندگی سے سبق سیکھنا چاہیئے بالخصوص ان عورتوں کے لئے حضرت ہاجرہؓ روشنی کا ایک مینار ہیں جو اپنی خاندانی امارت اور وجاہت کو دوسروں کے لئے عذاب جان بنا دیتی ہیں۔

Marfat.com

ملکۂ سبا حضرت بلقیس

Marfat.com

Marfat.com

حضرتِ بلقیس

حضرت سلیمان علیہ السلام کا دربار عظمت و شوکت اور فقید المثال جاہ و حشمت کے لحاظ سے مذاہب عالم کی تاریخ میں بہت بلند مقام رکھتا ہے۔ ان کے بعد یہ عظمت کسی بھی دوسرے فرمانروا کو نصیب نہیں ہو سکی کہ انسانوں کے ساتھ ساتھ وہاں جن اور حیوانات بھی حاضر ہوں۔ آجکل مادی تہذیب کے دور میں جب کہ ہر چیز کا جائزہ عقل کی آنکھوں سے لیا جاتا ہے۔ ایسی ہیبت اور قوت کو ایک افسانے سے زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی لیکن سب جانتے ہیں کہ ہمارے دور میں بھی ایسے ایسے محیّر العقول واقعات کبھی کبھار رونما ہو جاتے ہیں کہ فلسفے، سائنس اور عقل و خرد کی دنیا ان کا احاطہ کرنے میں عاجز ثابت ہوتی ہے اور آخر انہیں بادلِ نخواستہ تمام طاقتوں سے بالاتر ہستی اور روحانی قوت کو تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے بہر حال حضرتِ سلیمان علیہ السلام کے دربار کے ان عجائبات اور ان کی مافوق البشری طاقت کو تمام الہامی مذاہب کی کتب مقدسہ میں تسلیم کیا گیا ہے اور قدرے اختلاف اور شرح و اختصار کے ساتھ ان کا ذکر موجود ہے۔ خود قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے قدرے تفصیل کے ساتھ اس واقعہ کا ذکر فرمایا ہے۔

ایک روز حسبِ معمول حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے دربار میں تشریف فرما تھے تمام جنات، حیوانات اور چرند پرند بھی فوج در فوج موجود تھے۔ آپ نے جب اپنے دربار کا جائزہ لیا تو ہدہد کو غیر حاضر پایا چنانچہ فرمایا کہ آج ہدہد اپنی جگہ پر موجود نہیں

Marfat.com

حالانکہ اسے علم ہے کہ بلا وجہ غیر حاضری کی سزا بہت سخت ہے۔ اگر ہدہد نے اس کے لئے کوئی معقول عذر پیش نہ کیا تو ہم سخت عذاب دیں گے۔ تھوڑی دیر بعد ہُدہُد بھی آن حاضر ہُوا۔ آتے ہی سخت باز پرس ہوئی تو انتہائی لجاجت اور انکسار سے عرض کیا۔ اے جن و انس کے بادشاہ! ایک نہایت ہی حیرت انگیز خبر لایا ہوں اور اسی وجہ سے مجھے دیر ہوئی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پوچھنے پر ہُدہُد نے بتایا کہ یمن کے علاقہ سبا میں ایک ملکہ رہتی ہے۔ اللہ نے اسے دولت عظمت، شان و شوکت، فوج و سپاہ اور تخت و تاج سے نواز رکھا ہے۔ اور وہ بڑے رعب و دبدبے سے حکومت کرتی ہے مگر وہ خود اور اس کی قوم سورج کی پوجا کرتی ہے شیطان نے ان سب کو گمراہ کر رکھا ہے اور وہ خدائے واحد کی پرستش نہیں کرتے اور نہیں سمجھتے کہ سورج، چاند، تارے، پہاڑ، سمندر، دریا اور زمین و آسمان کی ہر شے کا خالق صرف اللہ ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا کہ تیرے سچ جھوٹ کا ابھی امتحان ہو جائے گا اگر تیرا بیان سچائی پر مبنی ہے تو ہمارا یہ خط لے جا کر ملکہ تک پہنچا دے اور پھر وہاں اس خط سے متعلق ان میں جو بات چیت ہوتی ہے اسے سن کر ہمیں اطلاع دے۔ چنانچہ ہدہد حکم کے مطابق حضرت سلیمان کا خط لے کر تیز رفتاری سے اڑتا ہُوا ملکِ سبا میں پہنچا۔ اس وقت ملکہ بلقیس اپنا دربار سجائے بیٹھی تھیں کہ ہُدہُد نے خط ان کی گود میں ڈال دیا۔ ملکہ بلقیس نے حیرت سے چاروں طرف دیکھا تو اسے ایک پرندے کے سوا کچھ نظر نہ آیا سخت حیران ہوئی خط کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا: یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور اللہ کے نام سے شروع ہوتا ہے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے تمہیں ہمارے سامنے سرکشی اور سربلندی کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے اور تم خدا کی فرمانبردار بن کر میرے پاس پہنچو۔ ملکہ بلقیس نے خط پڑھ کر اپنے درباریوں سے کہا کہ اے ارکانِ سلطنت! تم جانتے ہو

کہ میں اہم اور ضروری معاملات میں تمہارے مشورے کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتی اس لئے اب مجھے اچھی طرح سوچ سمجھ کر مشورہ دو کہ کیا کرنا چاہیئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں کسی سے ڈرنے اور مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہم زبردست جنگی طاقت کے مالک ہیں۔ باقی فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ہم تعمیلِ ارشاد کے لئے حاضر ہیں۔ ملکہ بلقیس نے کہا کہ بلاشبہ ہم بہت زیادہ طاقتور اور زبردست جنگی طاقت کے مالک ہیں مگر میری رائے میں ہمیں حضرت سلیمان کے معاملے میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ ان کی طاقت کا اندازہ اسی سے ہوتا ہے کہ ان کا یہ پیغام ہم تک عجیب اور پراسرار طریقے سے پہنچا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم بیش بہا تحائف کے ساتھ چند قاصد روانہ کریں تاکہ ان کی طاقت اور عظمت کا پورا اندازہ ہوجائے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہوجائے کہ وہ کیا چاہتے ہیں اگر واقعی وہ زبردست طاقت اور شوکت کے مالک ہیں تو ان سے لڑنا بے وقوفی ہے۔ ہمیں بلاوجہ بربادی مول نہیں لینی چاہیئے چنانچہ ملکہ بلقیس کے قاصد قیمتی تحائف و نوادرات کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری ملکہ نے ہمیں بالکل غلط سمجھا ہے۔ تم ہمیں ورغلانے آئے ہو۔ ملکہ سے کہو کہ ہمارے حکم کی حرف بحرف تعمیل کرے۔ ورنہ مجھے اپنے عظیم الشان لشکر کے ساتھ سبا آنا پڑے گا اور تم ہرگز مقابلہ نہ کرسکو گے۔ ذلیل وخوار ہوکر شہر بدر کئے جاؤ گے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظمت وہیبت ان پر طاری تھی۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ یہ عجیب قسم کے شہنشاہ کا دربار ہے جہاں انسانوں کا ذکر ہی کیا جنات اور حیوانات بھی مسخر ہوکر ادب سے کھڑے ہیں۔ جب قاصدوں نے واپس جاکر ملکہ بلقیس کو صورتِ حال سے آگاہ کیا تو انہوں نے اظہارِ اطاعت و وفاداری کے لئے فوراً سفر شروع کردیا۔ ادھر حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے وحی کے ذریعہ آگاہ کر دیا کہ ملکہ سبا اطاعت کے لئے آ رہی ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے درباریوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ میں چاہتا ہوں کہ ملکہ کے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی اس کا شاندار تخت اٹھا کر یہاں لایا جائے۔ ایک کوہ پیکر جن نے ذمہ لیا کہ وہ دربار برخواست ہونے تک تخت شاہی لے آئے گا۔ وزیر آصف بن برخیا نے کہا کہ میں آنکھ جھپکتے ہی تخت پیش کر دوں گا۔ آپ نے رخ پھیر کر دیکھا تو تخت موجود پایا۔ آپ نے اطمینان کے لئے تخت میں قدرے تبدیلی کا حکم دیا جس کی فوراً تعمیل ہوئی۔ کچھ عرصے بعد ملکہ بلقیس پہنچ گئیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا "تیرا تخت ایسا ہی ہے"۔ عقل مند ملکہ نے فوراً جواب دیا۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ میرا ہی تخت ہے۔ مجھے آپ کی بے نظیر طاقت کا علم ہو چکا ہے۔ مطیع اور فرماں بردار بن کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئی ہوں۔ اب تخت کے اس معجزہ نے مجھے پوری طرح قائل کر دیا ہے اور میں ایک بار پھر اطاعت کا اظہار کرتی ہوں۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیکھا کہ ملکہ بلقیس ان کا منشاء نہیں سمجھ سکی اور وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ اسے ایک ماتحت اور باجگزار حکمران عورت کی حیثیت سے طلب کیا گیا ہے حالانکہ آپ کا مقصد ملکہ کو خدائے واحد کا پرستار بنانا تھا۔ چنانچہ آپ نے اسے سمجھانے کے لئے ایک نہایت ہی لطیف اور عجیب طریقہ اختیار کیا۔ آپ نے جنات کو حکم دے کر فوری طور پر آبگینے کا ایک محل بنوایا۔ اس میں داخل ہوتے ہی سامنے ایک وسیع صحن تھا جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک حوض کھدوا کر پانی سے بھر دیا۔ پرکشش اور صاف و شفاف آبگینوں اور بلور کے ٹکڑوں سے اس کے اردگرد ایسا فرش بنا دیا کہ دور سے دیکھنے والے کو دھوکا ہوتا شاید پورے صحن میں پانی بہہ رہا ہے۔ اس کے بعد ملکہ کو قیام کے لئے اس محل میں لے جایا گیا تو وہ

Marfat.com

نگینوں کی چمک دمک اور محل کی رفعت وخوبصورتی کو دیکھ کر مبہوت ہوگئی۔ جب صحن کے قریب گئی تو اس نے سمجھا کہ صحن میں پانی بہہ رہا ہے۔ اس نے پانی میں اترنے کے لئے اپنے لباس کو پنڈلیوں سے اوپر تک چڑھا لیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ایسا کرنے کی ضرورت نہیں یہ پانی نہیں بلکہ پورا محل چمکتے ہوئے صاف نگینوں سے بنایا گیا ہے۔ اور سورج کی روشنی کی وجہ سے ملکہ کو یہ دھوکا ہوا ہے۔ عقل مند ملکہ نے فوراً سمجھ لیا کہ یہ اس کی ذہانت اور عقل مندی پر چوٹ کی گئی ہے حضرت سلیمان اپنی نہیں بلکہ خدا کی فرمانبرداری چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے فوراً حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے اقرار کیا کہ آج تک میں نے غیر اللہ کی پرستش کرکے اپنے اوپر بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ مگر اب میں آپ کے ساتھ صرف ایک خدا پر ایمان لاتی ہوں۔ جو پوری کائناتِ عالم کا خالق ہے۔

جہاں تک سبا کا تعلق ہے مؤرخین کا خیال ہے کہ قحطانی نسل کی ایک مشہور شاخ کا نام سبا تھا۔ اس قبیلے کے بانی کا نام عمر یا عبدالشمس تھا اور سبا اس کا لقب تھا۔ سبا کی حکومت کا مرکز یمن کے مشرقی علاقے میں تھا۔ دارالخلافے کا نام مأرب تھا۔ اور اسے لوگ بانی قبیلہ کے نام کی رعایت سے شہر سبا بھی کہتے تھے۔ آہستہ آہستہ اس کا دائرہ ایک طرف حضرموت اور دوسری طرف افریقہ تک جا پہنچا تھا۔ اس کے بعد سبا کی مختلف شاخیں ہوگئیں تو ان میں سے کئی ایک نے یمن کو دارالسلطنت قرار دے کر ایک رفیع الشان تمدن اور بہت بڑی حکومت کی بنیاد رکھی۔ ان میں سے حمیر اور تبابعہ مشہور حکمران شاخیں ہوئی ہیں۔ ان سے قبل کے حکمران ملوکِ سبا کے نام سے مشہور ہیں۔ اکثر اسرائیلی کتب میں ملکہ کا نام بلقیس لکھا ہے حبشہ کے لوگ دعوےٰ کرتے ہیں کہ وہ ملکہ سبا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ ان کی زبان میں ملکہ کا نام ماکدہ بیان

کیا جاتا ہے۔ بعض روایات کے مطابق ملکہ بلقیس ۹۵۰ قبل مسیح حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئیں۔ اس وقت حضرت سلیمان کا دارالسلطنت یروشلم بیان کیا جاتا ہے۔ اگرچہ قرآن مجید اس سلسلے میں خاموش ہے لیکن بعض کتب تفاسیر میں لکھا ہے کہ قبولِ اسلام کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس سے نکاح کر لیا اور انہیں اپنے ملک میں واپس جانے کی اجازت دے دی اور گاہے گاہے ملاقات کے لیئے جاتے رہے۔

ملکہ سبا کے حالات واقعات کچھ بھی ہوں لیکن جہاں تک قرآن مجید ہماری راہنمائی کرتا ہے یہ بات ثابت ہے کہ وہ بہت زیرک، معاملہ فہم اور سلیم الطبع خاتون تھیں۔ اور اللہ نے انہیں قبولِ حق کا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ جب انہیں انتہائی لطیف پیرائے میں حق و صداقت کی دعوت دی گئی تو انہوں نے فوراً اسے قبول کر لیا۔ اور کسی قسم کی بے جا ضد، خود نمائی اور اصرار جو عام عورتوں کا شیوہ ہوتا ہے ان کے قریب بھی نہیں پھٹکی۔ ان کی اسی خصوصیت نے انہیں حیاتِ جاوید عطا کی ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ محترمہ

Marfat.com

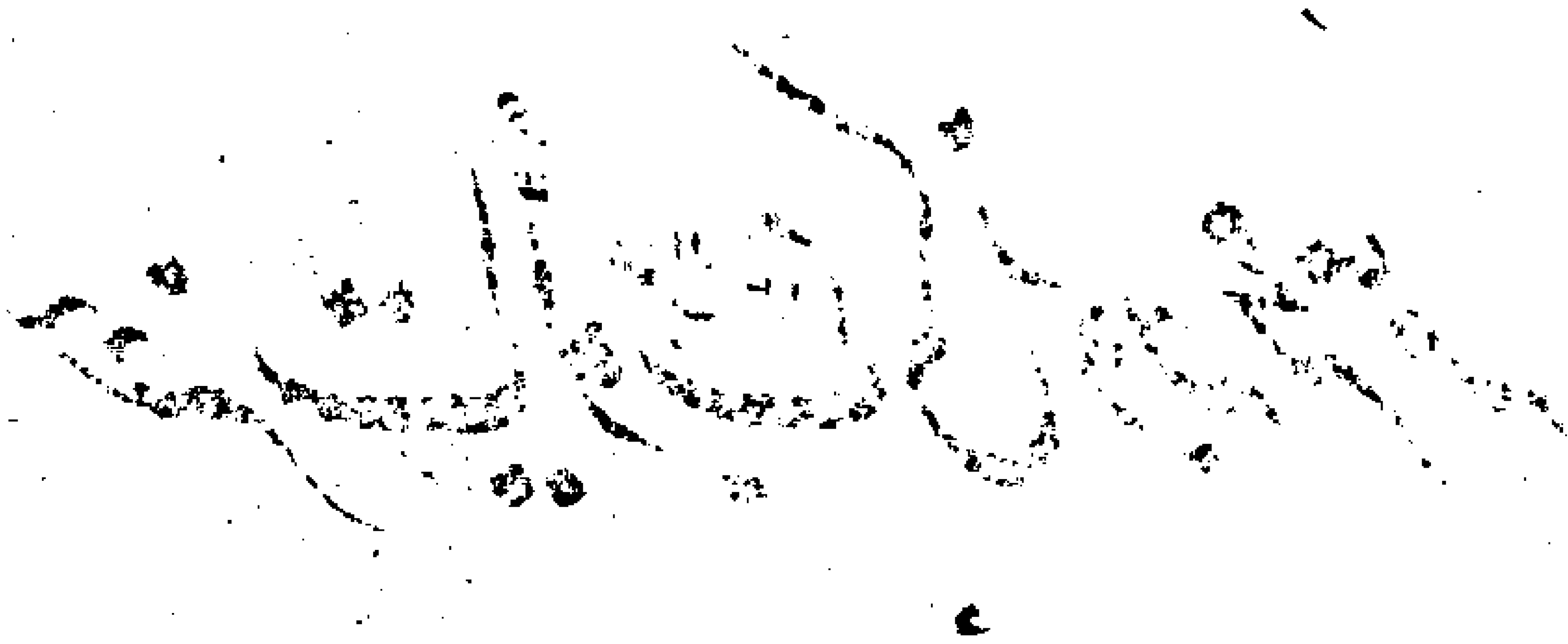

Marfat.com

زوجہ حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور حضرت یوسف کی پوتی ان کے نکاح میں تھیں۔ کتب تواریخ و تفاسیر میں ان کا نام درج نہیں۔ قرآن کریم میں ایسی کوئی تفصیل موجود نہیں تاہم اکثر روایات میں ہے۔ کہ حضرت ایوب علیہ السلام ایک کامل اور صادق شخص تھے جو ہمیشہ اللہ سے ڈرتے اور بدی سے دور رہتے۔ اللہ نے خوش حالی اور اولاد کی مسرت فراخدلی سے بخشی تھی۔ اچانک وہ ایک سخت امتحان میں ڈال دیئے گئے۔ مال و دولت برباد ہوئی۔ اہل و عیال پر مصیبت نازل ہوگئی۔ جسم و جان کو طرح طرح کی بیماریوں نے گھیر لیا۔ اس کے باوجود وہ اللہ کی رضا پر شاکر و صابر تھے اور کبھی شکایت کا ایک لفظ منہ سے نہ نکلا۔ بعض اسرائیلی روایات کے مطابق وہ بہت بری امراض کا شکار تھے۔ یعنی جذام اور پھوڑے پھنسیوں کا اس حد تک بڑھ جانا کہ بدن گل سڑ جائے اور سخت بدبو پیدا ہو جائے مگر قرآن کریم میں اس قسم کی کوئی تفصیل مذکور نہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس بربادی اور خستہ حالی کے بعد تمام رشتہ دار، دوست اور اعزا سب ان کا ساتھ چھوڑ گئے۔ اور دنیا میں اللہ کی ذات اور وفادار بیوی کے سوا کوئی ان کا ساتھی اور غمگسار نہ رہا۔ ان کی زوجہ محترمہ ہر وقت اپنے پاک باز شوہر کی خدمت، دلجوئی اور تیمارداری میں مصروف رہتیں اور دنیا بھر کے انسانوں میں وہی ایک ہستی تھی جو شروع سے

Marfat.com

آخر تک ان کے دکھ درد میں شریک رہتی۔ وہ بستی سے باہر ایک جھونپڑے میں مقیم ہو گئے تھے۔ ان کی زوجہ روزانہ ان کے زخم دھوتی، کیڑے نکالتی اور رات دن ان کی تیمارداری کرتی۔ یہ سلسلہ عرصۂ دراز تک جاری رہا۔

ایک مرتبہ ان کی زوجہ محترمہ نے اپنے محبوب کی انتہائی تکلیف اور دکھوں سے بے چین ہو کر کچھ ایسی بات کہہ دی جس سے صبر ایوب کو ٹھیس پہنچی۔ اگرچہ انہوں نے اپنے خاوند سے متعلق کہا تھا مگر وہ بات اللہ پر توکل کے اصول کے خلاف تھی۔ اور اس سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ انہیں خدا کی رحمت کی امید باقی نہیں رہی۔ حضرت ایوب علیہ السلام جن کا صبر اور توکل ایک مثال بن چکا ہے اس انتہائی خراب حالت میں بھی کب ایسے کلمات برداشت کر سکتے تھے۔ سخت ناراض ہوئے اور قسم کھا کر فرمایا کہ میں تجھے سو کوڑے لگاؤں گا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے تیرہ برس کا طویل عرصہ اسی اندوہناک مصیبت اور کرب میں بسر کیا اور ان کی صابرہ بیوی اسی جوش و انہماک اور خلوص و محبت سے ان کی خدمت کرتی رہی۔ کئی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ محنت و مشقت بھی کرتی تھیں تاکہ گذر اوقات ہو سکے پھر گھر کا کام کاج بھی انجام دیتی تھیں۔ اور اس کے ساتھ اپنے شوہر کی دیکھ بھال اور تیمارداری بھی کیا کرتی تھیں۔ ایک ایسا شخص جو نہ چل پھر سکے نہ خود کھا پی سکے بلکہ حوائج ضروری کو ادا کرنے سے بھی قاصر ہو پھر جذام کی وجہ سے سخت بدبو بھی آتی ہو کون ایسی وفادار بیوی ہوگی جو پورے تیرہ سال تک سارا بار اپنے کندھوں پر اٹھائے رکھنے کی ہمت کر سکتی ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ درحقیقت یہ ان کی آزمائش بھی تھی تاکہ دنیا پر ثابت ہو جائے کہ خدا پرست اور عصمت مآب بیویاں عام عورتوں سے اس قدر بلند ہوتی ہیں کہ انہیں بے وفائی اور خود غرضی

Marfat.com

کی ہوا تک نہیں لگی ہوتی۔ وہ سراپا ایثار و قربانی اور مجسّم شفقت و رحمت ہوتی ہیں۔ خدا پرست خاتون اپنے فرض کو انجام دینے اور نیکی کرنے میں ہمیشہ سب سے ممتاز ہوتی ہے اور اس کے مقابلے میں وہ پوری دنیا کی دولت، سکھ، چین اور آرام و راحت کو ٹھکرا کر تکالیف و مصائب کو ترجیح دیتی ہیں کیونکہ ان کے سامنے صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا مقصد رہتا ہے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت ایّوب علیہ السلام کے دو رشتہ دار ان کی رسمی عیادت کے لیئے آئے تو ان میں سے ایک نے واپس جا کر کہا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ایّوب علیہ السلام سے کوئی بہت بڑا گناہ سرزد ہوا ہے جس کی پاداش میں انہیں یہ سزا مل رہی ہے۔ سننے والے نے یہ بات حضرت ایوب تک بھی پہنچا دی تو وہ سخت آزردہ خاطر اور بے چین ہوئے۔ فوراً سجدے میں گر گئے اور اللہ تعالٰے سے دعا کی کہ اے میرے پروردگار ا مجھے تو جس حال میں رکھے میں راضی ہوں مگر اب تیرے بندے ایسی بات کہنے لگے ہیں جس سے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے اس کے بعد رفع حاجت کے لیئے اٹھے۔ بیوی نے کپڑے سے پردہ کر دیا۔ جب فارغ ہوئے تو وحی نازل ہوئی کہ زمین پر پاؤں سے ٹھوکر ماریں چنانچہ آپ نے حکم الٰہی کی تعمیل کی تو وہاں سے چشمہ ابل پڑا۔ فوراً وہیں غسلِ صحت کیا تو پہلے سے بھی زیادہ تندرست و توانا نظر آنے لگے۔ باہر بیوی منتظر تھیں۔ جب باہر آئے تو وہ انہیں شگفتہ، صحت مند اور تر و تازہ دیکھ کر پہچان نہ سکیں۔ تب آپ نے انہیں بتایا کہ میں ایوب ہی ہوں۔ اب قسم پوری کرنے کا سوال پیدا ہوا۔ ایک طرف ایسی نیک اور پاک باز بیوی تھیں جن کی وفاداری غمگساری اور پر استقلال خدمت کی مثال نہیں ملتی۔ دوسری طرف قسم پوری کرنے کا سوال تھا۔ کشمکش و پیچ میں مبتلا ہو گئے کہ کیا فیصلہ کریں آخر وحی نازل ہوئی کہ

Marfat.com

وہ تنکوں کا ایک مُٹھا بنائیں اور ان سے مار کی قسم پوری کریں۔

زوجہ حضرت ایوب کا حسنِ وفا، خدمت و اطاعت، ہمدردی و غمگساری کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ نے قسم پوری کرنے کے لئے علیحدہ حکم صادر فرمایا۔

ایک طرف وہ ناشکر گذار اور احسان فراموش عورتیں ہیں جن کے سر پر ہمیشہ اپنی ضروریات اور آرام و آسائش کا بھوت سوار رہتا ہے۔ ایک طرف یہ اسلام کی مایۂ ناز خاتون ہیں۔ فرق واضح ہے ہماری عزیز بہنیں خود فیصلہ کریں۔

حضرت آسیہ بنت مزاحم رح

Marfat.com

اور اللہ مثال دیتا ہے ایمان والوں کے لئے فرعون کی بیوی کی جب کہ اس نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! میرے لئے تو اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کی بداعمالیوں سے نجات دے اور مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے۔

(قرآن مجید (تحریم - ۱۱)

کمل من الرجال کثیر و	مردوں میں سے تو بہت سے
لم یکن من النساء الا	کامل آدمی ہوئے ہیں مگر عورتوں
مریم بنت عمران وآسیۃ	میں سے صرف دو کامل ہوئیں۔ مریم
بنت مزاحم امرأۃ فرعون	بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم
(طبرانی - حدیثِ رسول)	زوجہ فرعون۔

Marfat.com

حضرت آسیہؓ بنت مزاحمؒ

حضرت آسیہؓ کے والد کا نام مزاحم تھا۔ جو قوم بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے تھے۔ فرعون نے آپ کی صفاتِ حسنہ اور حسن وخوبی سے متاثر ہو کر شادی کر لی یہ وہ معزز خاتون تھیں جن کی تعریف خود اللہ نے قرآن کریم میں فرمائی ہے اور ان سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی ایک احادیث زبان زدِ عام ہیں ترمذی شریف میں ہے کہ تم کو تقلید کے لئے چار عورتیں تمام دنیا کی عورتوں میں کافی ہیں۔ مریمؑ، خدیجہؓ، فاطمہ بنت محمدؐ اور آسیہ زوجہ فرعون۔ طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ تمام دنیا کی عورتوں میں صرف دو کامل ہوئی ہیں۔ ایک مریم بنت عمران اور دوسری آسیہ بنت مزاحم۔ اس سے حضرت آسیہ کے بلند مرتبے اور عظمت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ایک روز آپ کے شوہر فرعون نے بھیانک سا خواب دیکھا۔ فوراً نجومیوں کو طلب کیا گیا۔ تو انہوں نے زائچے تیار کرنے کے بعد بتایا کہ اس کی حکومت کا زوال ایک اسرائیلی لڑکے کے ہاتھوں ہوگا چنانچہ فرعون نے اپنی سلطنت میں یہ حکم جاری کر دیا کہ جس اسرائیلی کے گھر لڑکا پیدا ہوا سے فوراً قتل کر دیا جائے۔ عمران کا گھر بنو اسرائیل میں ایک ممتاز اور مہمان نواز گھرانا تھا۔ عمران کا سلسلۂ نسب حضرت یعقوب علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ ان کے بڑے لڑکے حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ عمران کی بیوی یوکابد کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو فرعون کے سپاہی بنو اسرائیل میں پیدا

Marfat.com

ہونے والے لڑکوں کی کڑی نگرانی کر رہے تھے۔ اگرچہ یوکابد نے تین ماہ تک بچے کی پیدائش کو صیغۂ راز میں رکھا۔ مگر جاسوسوں کی کڑی نگرانی کی وجہ سے ممکن نہ تھا کہ یہ راز زیادہ دیر تک چھپا رہے اس لئے والدہ سخت پریشان تھیں۔ اللہ نے ان کے دل میں یہ القا کیا کہ لکڑی کا ایک صندوق بنا کر اس پر رال اور روغن کی مالش کر دو تاکہ پانی اندر داخل نہ ہو سکے۔ پھر حضرت موسیٰ کو اس میں ڈال کر دریائے نیل کے بہاؤ پر چھوڑ دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور حضرت موسیٰ کی بڑی ہمشیرہ مریم کو بھیج دیا کہ وہ دریا کے کنارے کنارے چلتی رہیں اور صندوق کو نگاہ میں رکھیں چونکہ حضرت موسیٰ کی والدہ کو اللہ کی طرف سے یہ بشارت مل چکی تھی کہ ہم اس بچے کو تیری جانب واپس کر دینگے اور یہ ہمارا پیغمبر اور رسول ہوگا اس لئے ان کے دل کو قدرے اطمینان تھا کہ اللہ ضرور ان کے معصوم بچے کی حفاظت کرے گا۔ حضرت موسیٰ کی ہمشیرہ دریا کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ چلتی رہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ تیرتا ہوا صندوق فرعون کے محل کے ساتھ جا لگا۔ اس وقت حضرت آسیہ فرعون کے ساتھ تخت پر بیٹھی سیر دیکھ رہی تھیں۔ جوں ہی ان کی نگاہ صندوق پر پڑی سخت حیران ہوئیں اور خادمات کو صندوق باہر نکالنے کا حکم دیا۔ سب نے صندوق کھولنے کی کوشش کی مگر کوئی کامیاب نہ ہو سکا۔ تب حضرت آسیہ نے دل میں اللہ کا نام لے کر خود کھولا تو اس کا ڈھکنا فوراً کھل گیا۔ دیکھا کہ اس میں ایک شیر خوار بچہ بڑے اطمینان و سکون سے لیٹا انگوٹھا چوس رہا ہے۔ وہ بچے کو دیکھ کر بے حد مسرور ہوئیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت آسیہ چونکہ حضرت موسیٰ کے چچا کی بیٹی تھیں اس لئے قرائن سے سمجھ گئیں کہ یہ لڑکا ان کے اپنے گھرانے کا ہے۔ محل کے لوگوں میں سے کسی نے غور سے دیکھنے کے بعد کہا کہ یہ ہمارے

دشمن بنو اسرائیل کا لڑکا ہے اس لئے اسے فوراً قتل کر دینا چاہیئے ۔ خود فرعون نے بھی محسوس کیا کہ اسے قتل کرا دینا ہی مناسب ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہی لڑکا اس کی حکومت کو برباد کرنے کا باعث بن جائے اس وقت قرآن حکیم کے الفاظ میں حضرت آسیہ نے بچے کو پیار کرتے ہوئے کہا کہ یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ۔ اس کو قتل نہ کرو ممکن ہے یہ بڑا ہو کر ہمیں نفع دے یا ہم اس کو لڑکا بنائیں ۔

حضرت موسیٰ کی ہمشیر نے فوراً واپس جا کر خوشی خوشی والدہ کو آگاہ کیا کہ حضرت موسےٰ فرعون کے محل میں پہنچ گئے ہیں ۔ چنانچہ وہ والدہ کے اشارے پر فوراً جا کر محل کی خادمات میں شامل ہو گئیں ۔ جب حضرت آسیہ نے فرعون کو ارادۂ قتل سے باز رہنے کا مشورہ دیا تو فرعون بھی کچھ سوچ کر خاموش ہو رہا اور حضرت آسیہ کو بچے کی پرورش کا انتظام کرنے کی اجازت دے دی ۔ چنانچہ بچے کو دودھ پلانے کے لئے کسی مناسب دایہ کی تلاش شروع ہوئی ۔ کئی عورتیں اس کام کے لئے پیش ہوئیں مگر حضرت موسیٰ کسی عورت سے دودھ نہیں پیتے تھے ۔ ان کی ہمشیر مریم محل میں یہ سب کچھ دیکھ رہی تھیں ۔ انہوں نے دانشمندی سے کام لیتے ہوئے فوراً یہ تجویز پیش کی کہ اگر اجازت دی جائے تو وہ بہت اچھی دایہ پیش کر سکتی ہیں ۔ سخت مجبوری تھی ۔ شاہی دایہ اور دوسری عورتیں تھک ہار کر بیٹھ چکی تھیں ۔ اس لئے مریم کو دایہ لانے کا حکم دیا گیا ۔ وہ فوراً باہر آئیں اور گھر سے اپنی والدہ کو ساتھ لے گئیں ۔ ادھر اللہ کی طرف سے ملنے والی بشارت پر والدہ نے بچے کو دریا میں ڈال تو دیا تھا مگر غم اور اضطراب سے ان کا برا حال تھا ۔ ماں نے سخت مجبور کر رکھا تھا ۔ اس لئے ایک مرتبہ انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ اس راز کو محل میں جا کر افشا کر دیں مگر اللہ نے ان کے دل کو سکون بخش دیا ۔

Marfat.com

خاندانی وضعداری کو نظر انداز کرتے ہوئے فوراً بیٹی کے ساتھ روانہ ہو گئیں انتہائی پیار اور محبت سے اپنے بچھڑے ہوئے بچے کو گود میں لیا اور دودھ پلانے لگیں۔ تو حضرت موسیٰ نے ان سے لپٹ لپٹ کر دودھ پینا شروع کر دیا حضرت آسیہ فوراً معاملے کی تہ تک پہنچ گئیں اور ان کے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ مگر بچے کی حفاظت کی وجہ سے خاموش رہیں۔ اس کے بعد ان کی والدہ کا یہ معمول ہو گیا کہ روزانہ دن میں دو مرتبہ بچے کو دودھ پلانے محل جاتیں اور باقی وقت حضرت موسیٰ حضرتِ آسیہ کے پاس کھیلتے رہتے۔ حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں کہ بچپن میں ایک مرتبہ حضرت موسےٰ فرعون کی آغوش میں بیٹھے کھیل رہے تھے۔ فرعون کی ڈاڑھی ہیروں اور جواہرات سے مرصع تھی حضرت موسیٰ نے کھیلتے ہوئے فرعون کی داڑھی پکڑ کر کھینچ لی۔ جس سے موتیوں کے ساتھ چند بال بھی اکھڑ گئے۔ فرعون سخت طیش میں آیا اور اسی وقت انہیں قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ جب حضرت آسیہؒ نے شوہر کے تیور دیکھے تو بڑی لجاجت سے کہا اُسے معاف کر دیجئے، آخر معصوم بچہ ہے اسے کیا معلوم کہ کھجور اور چنگاری میں کیا فرق ہے۔ یہ بادشاہ کے مرتبے اور احترام سے واقف نہیں اسے قتل نہ کیجئے مگر فرعون بھی ایک ضدی بادشاہ تھا۔ پھر وہ پہلے ہی حضرت موسیٰ کو شبہ کی نظر سے دیکھتا تھا بیوی کی درخواست سن کر فوراً کہا میں ابھی اس کا امتحان کرتا ہوں اگر اس نے انگارے کو دیکھ کر ہاتھ کھینچ لیا تو ضرور قتل کر دوں گا چنانچہ فرعون نے اسی وقت کھجور کے چند دانے اور دہکتی آگ کے چند انگارے منگوا کر حضرت موسےٰ کے سامنے رکھ دیئے، حضرت موسےٰ موت اور زندگی کے دوراہے پر کھڑے تھے اور چند سکنڈ میں فیصلہ ہوا چاہتا تھا۔ مگر اللہ کو حضرت موسےٰ سے ایک بہت بڑا کام لینا مقصود تھا۔ پھر خود ان کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا۔ حضرت آسیہ کا دل

Marfat.com

مارے خوف کے زور زور سے دھڑک رہا تھا اور وہ دل ہی دل میں بچے کی سلامتی کے لیئے اللہ سے دعا کر رہی تھیں۔ جب دونوں چیزیں حضرت موسیٰ کے سامنے آئیں تو حضرت موسیٰ نے جلدی سے ایک انگارہ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ خادمات نے اسی وقت ان سے انگارہ چھین لیا مگر اس وقت سے حضرت موسیٰ کی زبان پر داغ پڑ گیا اور زبان موٹی ہو گئی جس سے قدرے لکنت ہونے لگی۔

غرضیکہ حضرت آسیہؓ نے دو مرتبہ ان کی جان بچائی اور ہر مرتبہ اللہ کا فضل و کرم ان کے شریکِ حال رہا اس کے بعد حضرت موسیٰ نے حضرت آسیہ ہی کے پاس پرورش پائی اور ان کی خصوصی تربیت میں رہے جوان ہوئے تو نہایت تنومند، خوب صورت اور بہادر تھے۔ گفتار و کردار سے ایک خاص قسم کا وقار نمایاں ہوتا اور ان کی ہر بات میں عظمت کی جھلک دکھائی دیتی۔ جب آپ نے نبوت کا اعلان کیا تو سب سے پہلے ان کی صداقت اور خدا کی وحدانیت پر حضرت آسیہ ایمان لائیں حالانکہ ان کا شوہر خود خدائی کا دعوے دار تھا۔ جب فرعون کو اطلاع ملی کہ سب سے پہلے اس کی بیوی حضرت آسیہ ایمان لائی ہیں تو طیش و غضب سے دیوانہ ہو گیا۔ حضرت آسیہ کو گرفتار کر لیا گیا اور انہیں جیل میں اس قدر تکالیف دی گئیں کہ ان کے بیان سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر آپ نے فرعون کے شدید اصرار کے باوجود راہِ حق سے سرِ مو انحراف گوارا نہ کیا بلکہ تمام دکھوں اور مصائب کو بڑی خندہ پیشانی اور ہمت و استقلال سے برداشت کیا۔

آخر جب فرعون کے تمام حربے ناکام ہو گئے اور اسے یقین ہو گیا کہ یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے۔ اور اب آسیہ کو دنیا کی کوئی طاقت اس کے دین سے منحرف نہیں کر سکتی۔ تو اس نے عبرتناک سزا دینے کا فیصلہ کر لیا تاکہ دوسرا کوئی شخص حضرت موسےٰ کے دین پر لبیک کہنے کی جرأت نہ کر سکے۔ بھلا خود اپنی

Marfat.com

پرستش کروانے والا شخص یہ کیسے گوارا کر سکتا تھا کہ اس کی اپنی محبوب بیوی عملی طور پر اس کی عظمت و جلالت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دے اور اس کے سب سے بڑے دشمن کا دین اختیار کرے چنانچہ حکم دیا کہ حضرت آسیہ کو کھولتے ہوئے تیل کے کڑاہے میں زندہ ڈال کر تل دیا جائے۔ مگر وہاں تو شرابِ حق رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی تھی۔ اور زندگی کی محبت کہاں باقی رہی تھی ہنسی خوشی اللہ کی راہ میں جان دے کر حضرت آسیہؑ نے دنیا بھر کی عورتوں کو سربلند کر دیا۔ اللہ اللہ! کہاں ایک عظیم الشان اور پرحشمت سلطنت کی ملکہ اور کہاں یہ سزا۔ آج یہ عالم ہے کہ ہم حقیر سی دنیاوی غرض کے لئے ضمیر و ایمان تک کو رسوا کر دیتے ہیں۔ اور اللہ اور اس کے رسول کے واضح احکام کو جان بوجھ کر پسِ پشت ڈال دیتے ہیں۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ مذاہب کی تاریخ میں عموماً یہ شرف عورتوں کو حاصل رہا ہے کہ انہوں نے نہ صرف سب سے پہلے دعوتِ حق و صداقت کو ایسے حالات میں قبول کیا جب کہ پوری دنیا اس کا انکار کرتی تھی بلکہ اس مقدس جرم کی پاداش میں ناقابلِ بیان سختیاں اور زہرہ گداز تکالیف برداشت کیں۔ ان حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ تمام عورتیں تائیدِ حق اور عزم و استقلال کی حیرت انگیز طاقت سے محروم ہوتی ہیں جو کوئی ایسا خیال کرتا ہے وہ نہ صرف تاریخ کو جھٹلاتا ہے بلکہ ان عالی مقام خواتین کی توہین کا مرتکب ہوتا ہے۔

Marfat.com

حضرت صفورہؓ

Marfat.com

[illegible]

حضرتِ صفورہؓ

جب حضرت موسیٰ جوان ہوئے تو وہ فطرتاً مقہور و مغضوب بنی اسرائیل کی ہر ممکن امداد کیا کرتے تھے ایک مرتبہ انہوں نے دیکھا کہ ایک مصری بنو اسرائیل کے ایک شخص پر ظلم کر رہا ہے مظلوم نے حضرت موسیٰ کی دہائی دی اور آپ نے اس مصری کو ظلم سے باز رکھنے کے لیے ایک مکہ رسید کیا مگر اتفاق سے وہ مرگیا۔ بعد میں اسی اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کا مجرم ٹھہرایا تو آپ فرعون کے خوف سے نیم برہنہ اور پا پیادہ مدین کی طرف نکل گئے۔ راستے میں سخت تکلیفیں اٹھائیں جب بھوک زیادہ ستاتی تو درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتے مسلسل پیدل چلنے کی وجہ سے پاؤں زخمی ہوگئے۔ اسی آشفتہ حالی اور پریشانی میں جب مدین میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک کنویں کے سامنے پانی پینے والوں کی بھیڑ لگ رہی ہے۔ ہر شخص قوت اور طاقت کے بل پر اپنی باری پہلے ٹھیرا کر پانی لے جا رہا ہے اور بڑے اطمینان سے اپنے جانوروں کو بھی پانی پلا رہا ہے مگر تھوڑے سے فاصلے پر دو لڑکیاں علیحدہ کھڑی ہیں جو اپنے جانوروں کو پانی کی طرف جانے سے روک رہی ہیں۔ حضرت موسیٰ فوراً سمجھ گئے کہ یہاں بھی ظلم ہو رہا ہے۔ وہ اپنی پراگندہ حالی، تھکاوٹ اور غریب الوطنی کے باوجود یہ ظلم برداشت نہ کر سکے۔ اسی وقت ان لڑکیوں کے پاس جا کر پوچھا کہ تم کیوں اس طرح الگ تھلگ کھڑی ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں

اوران طاقت ور لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اگر ہم اپنے جانور لے کر آگے بڑھتی ہیں تو یہ ہمیں پیچھے دھکیل دیتے ہیں۔ اس لئے ہم مجبور ہیں کہ جب یہ فارغ ہو کر چلے جائیں تو ہم اپنے مویشیوں کو پانی پلائیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سخت طیش آیا۔ فوراً آگے بڑھے اور بھیڑ کو چیرتے ہوئے کنوئیں کی منڈیر جا پہنچے۔ وہاں سے سب سے بڑا ڈول اٹھایا اور تنہا کھینچ کر ان لڑکیوں کے جانور کو پانی پلا دیا حالانکہ وہ ڈول کوئی بھی طاقت ور آدمی تنہا نہیں کھینچ سکتا تھا۔ لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس حرکت پر سخت غصہ آیا مگر ان کی پر جلال صورت اور طاقت دیکھ کر کسی کو کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لڑکیاں اپنے گلّے کو پانی پلا کر واپس لوٹ گئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ستانے کے لئے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ مسلسل سفر کرنے کی وجہ سے بے حد تھکے ہوئے تھے اور بھوک برداشت سے باہر ہو رہی تھی چنانچہ دل میں اللہ سے دعا فرمائی کہ اے میرے پروردگار! اس وقت جو بھی بہتر سامان اپنی قدرت سے تو عنایت فرماتے میں اس کا محتاج ہوں۔ ادھر دونوں لڑکیاں جب گھر گئیں تو بوڑھے والد نے خلافِ معمول جلدی واپس آنے کی وجہ دریافت کی۔ لڑکیوں نے بتایا کہ ایک مصری مسافر نے ان کی مدد کی اور وہ سب پر غالب آگیا۔ باپ نے بڑی لڑکی سے کہا کہ تم جلدی سے جا کر اسے میرے پاس لے آؤ۔ لڑکی تیزی سے وہاں پہنچی اور شرم و حیا سے آنکھیں جھکا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ ان کے والد نے بلایا ہے۔ وہ آپ کے احسان کا بدلہ دینا چاہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دعوت کو رد کرنا مروّت کے خلاف سمجھا اور لڑکی کو ہدایت کی کہ وہ راہنمائی کے لئے آگے نہ چلے بلکہ پیچھے پیچھے آئے اور پتھر کے ٹکڑوں یا اشارے سے گھر کی طرف راہنمائی کرتی جائے جب وہ لڑکی کے گھر پہنچے

Marfat.com

تو معلوم ہوا کہ وہ شیخ مدائن ہیں۔ بعض لوگوں نے ان کا نام حضرت شعیب بتایا ہے۔ شیخ مدائن نے بڑی شفقت اور محبت سے ان کا خیر مقدم کیا۔ کھانا وغیرہ کھلایا اور اطمینان سے ان کے حالات سن کر کہا کہ اب تم ظالموں کے پنجے سے آزاد ہو اور یہاں تمہیں کوئی خوف نہیں کرنا چاہیئے۔ اس دوران بڑی لڑکی نے باپ کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ اے باپ! آپ اس اجنبی مہمان کو مویشی چرانے اور پانی پلانے کے لیئے ملازم کیوں نہیں رکھ لیتے۔ کیونکہ ملازم وہی اچھا ہوتا ہے جو دیانت دار بھی ہو اور طاقت ور بھی۔ باپ کو بیٹی کی بات سن کر قدرے حیرت ہوئی۔ پوچھا کہ تم کو اس مہمان کی دیانت داری اور طاقت کا کیسے اندازہ ہوا۔ کہنے لگی کہ طاقت کا اندازہ تو اس سے ہوا کہ انہوں نے اتنا بڑا ڈول تنہا کنوئیں سے نکالا اور ایمان داری کی اس سے اچھی آزمائش اور کیا ہو سکتی ہے کہ جب میں انہیں بلانے گئی تو انہوں نے مجھے دیکھتے ہی نظریں جھکا لیں دوران گفتگو ایک بار بھی میری طرف نہیں دیکھا۔ جب ہمارے گھر کی طرف روانہ ہوئے تو مجھے پیچھے چلنے کی ہدایت کی اور خود آگے چلتے رہے۔ میں اشاروں سے ان کی راہنمائی کرتی رہی۔ شیخ مدائن یہ سن کر بے حد خوش ہوئے اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اگر آپ آٹھ سال تک ان کے پاس رہیں اور ان کی بکریاں چرائیں تو وہ اپنی بڑی لڑکی صفورہ ان کے نکاح میں دے دیں گے۔ اگر آپ یہ مدت دس برس کر لیں تو یہی لڑکی کا مہر ہو گا۔ حضرت موسےٰ نے یہ شرط منظور کر لی۔ اور حضرت صفورہ سے ان کا عقد ہو گیا۔ اسی بیوی سے ان کے ہاں ایک لڑکا جیرسون بھی پیدا ہوا۔ ایک روز وہ حسبِ معمول بکریاں چراتے ہوئے مدائن سے بہت دور نکل گئے۔ بیوی بھی ساتھ تھی۔ راستہ بھول جانے کی وجہ سے وہیں قیام کرنا پڑا۔ رات سخت سرد تھی۔ بیوی کے کہنے پر آگ کی

Marfat.com

جستجو شروع کی سامنے کوہ سینا کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ چقماق سے آگ پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے مگر سردی کے باعث کامیاب نہ ہو سکے۔ سامنے وادی ایمن میں نگاہ دوڑائی تو ایک شعلہ سا آسمان کی طرف بلند ہوتا دکھائی دیا۔ حضرت صفورہ سے کہا کہ تم یہاں ٹھیر و میں آگ لاتا ہوں۔ جب اس جگہ پہنچے تو دیکھ کر حیران ہو گئے کہ آگ ایک درخت سے نکل رہی ہے مگر درخت نہیں جلتا۔ جتنا آگے بڑھتے تھے آگ اتنی ہی دور ہوتی جاتی تھی۔ آخر خوف زدہ ہو کر واپس آنے لگے تو اللہ کی آواز نے انہیں پکارا اور انہیں نبوت عطا ہوئی۔ تب انہیں معلوم ہوا کہ وہ آگ نہ تھی بلکہ تجلی تھی۔ نبوت عطا ہونے کے بعد انہیں مصر واپس جانے کا حکم ملا۔ سیدھے مصر پہنچے اور رات کو مہمان کی حیثیت سے گھر میں وارد ہوئے مہمان نوازی اس گھر کا امتیاز تھا اس لئے خوب آؤ بھگت ہوئی۔ ان کے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام کو پہلے ہی وحی کے ذریعے اطلاع مل چکی تھی۔ آتے ہی بھائی سے لپٹ گئے اور اپنی والدہ کو بتایا۔ ماں اپنے نورِ نظر اور بہو کو دیکھ کر سجدۂ شکر بجا لائیں۔

حضرت صفورہ کی زندگی جس پاکیزگی اور روشن ضمیری کی مظہر ہے اس میں نیک و بد کا امتیاز کرنے کا کتنا اچھا سبق پوشیدہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اچھے اور برے کو پرکھنے کا کتنا اچھا معیار تھا۔ اور انہوں نے اپنے انتخاب میں اسی بنیادی اصول کو پیش نظر رکھا جو ایک مسلمان خاتون کا جوہر حیات ہوتا ہے۔

Marfat.com

حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام

Marfat.com

اور اللہ تعالےٰ مثال دیتا ہے مریم بنت عمران کی جس نے اپنے اندیشے کی جگہوں کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی روح ڈالی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کو مانا اور وہ اپنے رب کے فرماں برداروں میں تھی۔ (قرآن کریم۔ سورۂ تحریم)

حدیث رسولِ مقبول۔

خَيْرُ نِسَاءِ هَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَاءِ هَا خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلَدَ۔	سب عورتوں میں بہتر مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد ہیں۔ (صحیح بخاری و مسلم)

Marfat.com

حضرتِ مریم علیہا السلام

قرآن کریم و ارشاداتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حضرت مریم علیہا السلام کو بہت ہی بلند اور قابلِ رشک درجہ حاصل ہے۔ قرآن کریم میں جا بجا حضرت مریم کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ طبرانی کی ایک روایت کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت آسیہ زوجہ فرعون اور مریم بنت عمران پورے عالمِ انسانیت میں صرف دو عورتیں کامل ہوئی ہیں۔ ترمذی کی ایک حدیث میں حضرت آسیہ، حضرت مریم، حضرت خدیجہؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو تمام دنیا کی عورتوں کی قیادت اور تقلید کے لئے کافی قرار دیا گیا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام عمران بن لاسان کی نورِ نظر تھیں جن کا شجرۂ نسب حضرت سلیمان علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ عمران بنو اسرائیل کے ایک انتہائی عبادت گزار اور زاہد شخص تھے۔ ان کی اہلیہ محترمہ حنّہ بھی زہد و تقوےٰ میں اپنی مثال آپ تھیں۔ اگرچہ عمران اپنی نیکی اور پارسائی کی وجہ سے قوم میں بیحد مقبول و محبوب تھے مگر اولاد سے محروم تھے۔ ان کی بیوی حنّہ کی بہت بڑی تمنا یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ انہیں ایک بیٹا عطا کر دے تاکہ ان کے خاندان کا چراغ روشن رہے اس لئے وہ ہر وقت اللہ کے حضور دست بدعا رہتی تھیں۔ کہتے ہیں ایک دن حنّہ اپنے مکان کے صحن میں ٹہل رہی تھیں انہوں نے دیکھا کہ ایک پرندہ اپنے بچے سے پیار کر رہا ہے۔ اور اسے دانہ کھلا رہا ہے

Marfat.com

یہ منظر دیکھ کر ان کے دل کو سخت چوٹ لگی۔ اور اولاد کی تمنا ایک بار پھر بڑی شدت سے ابھری۔ اضطراب کی حالت میں دعا کے لیئے ہاتھ اٹھائے اور اللہ کے حضور گڑ گڑا کر دعا کی کہ اے پروردگار! اس طرح مجھے بھی اولاد عطا کر تاکہ ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو۔ دعا قبول ہوئی۔ آثار پیدا ہوتے ہی خوشی میں منت مان لی کہ جو بھی بچہ پیدا ہو گا اسے مسجد اقصیٰ کی جوان دنوں بہت بڑا ہیکل کہلاتی تھی خدمت کے لیئے وقف کر دوں گی۔ ابھی اولاد کی تمنا پوری نہیں ہوئی تھی کہ حنہ کے شوہر عمران انتقال کر گئے۔ بعد میں ان کے ہاں حضرت مریم علیہا السلام پیدا ہوئیں تو انہیں افسوس ہوا کہ نذر پوری نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ لڑکی کس طرح ہیکل کی خدمت کر سکے گی۔ وہ اس افسوس میں تھیں کہ انہیں غیب سے یہ آواز سنائی دی: ہم نے اسے اچھی طرح قبول کر لیا اور اللہ اس کو اچھی طرح پرورش کرے گا۔ حنہ کو یہ خوشخبری بھی دی گئی کہ اس لڑکی کی وجہ سے تمہارا خاندان بھی مبارک اور معزز ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے مطمئن ہو کر بچی کا نام مریم رکھا۔ سریانی میں اس کے معنی خادمہ کے ہیں۔ جب وہ سات برس کی ہوئیں تو والدہ انہیں بیت المقدس (ہیکل) کے متولی حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس لائیں مگر وہاں کے سب مذہبی پیشواؤں نے حضرت مریم کی خصوصیات اور باطنی حسن کو دیکھتے ہوئے یہ سعادت حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی حالانکہ ان سب میں اس کار سعید کے اہل حضرت مریم کے خالو حضرت زکریا ہی تھے۔ کیونکہ وہ نہ صرف ان کی خالہ الیشاع کے شوہر تھے بلکہ بیت المقدس کے معزز ترین فرد اور نبی تھے۔ مگر جب بہت سے لوگ اس کے خواہشمند ہوئے تو باہم فیصلہ یہ ہوا کہ قرعہ اندازی سے کام لیا جائے۔ قرآن کے مطابق قرعہ اندازی کے لیئے یہ طریقہ طے ہوا کہ ہر امیدوار اپنی تورات لکھنے والا قلم پانی سے بھرے

ئے بڑے برتن میں ڈالے جس کا قلم اوپر آجائے وہ اس نعمت کا امین مقرر
. اسرائیلی روایات کے مطابق تین دفعہ قرعہ اندازی ہوئی مگر ہر مرتبہ حضرت ذکریا
نام نکلا۔ باقی لوگوں نے ان کی اس کامیابی کو تائید غیبی خیال کرتے ہوئے
حضرت مریم کو ان کے سپرد کر دیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے بیت المقدس
کے قریب عبادت کے لیئے ایک کمرہ مخصوص کر دیا۔ تاکہ دن کو وہ وہاں عبادت
یں اور رات کو اپنی خالہ الیشاع کے پاس چلی جایا کریں۔ حضرت مریم ہر وقت
ہد و عبادت میں مصروف رہا کرتی تھیں۔ ان کی ریاضت اور تقوے کا یہ
الم تھا کہ لوگ حضرت مریم کی مثال دیا کرتے تھے۔ اکثر حضرت ذکریا علیہ السلام
بریت دریافت کرنے اور نگہداشت کے لیئے ان کے کمرے میں جاتے تو
دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ ان کے سامنے سامانِ رزق رکھا ہوتا جس میں بے موسم
کے تازہ پھل اور میوے بھی ہوتے۔ وہ ان سے پوچھتے کہ یہ سب کچھ تیرے
س کہاں سے آیا تو حضرت مریم علیہ السلام جواب دیتیں کہ یہ سب کچھ میرے
روردگار کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد وہ اسی قدسی شان و عظمت کے
ساتھ زہد و عبادت میں مصروف رہیں حتیٰ کہ سن بلوغت کے قریب پہنچ گئیں حضرت
زکریا علیہ السلام ان سے بے حد متاثر تھے اس لیئے بڑی محبت اور عزت سے
پیش آتے تھے۔ عوام میں بلا امتیاز حضرت مریم کو بے پناہ محبوبیت حاصل تھی۔
ایک روز اچانک حضرت مریم کو اللہ کی طرف سے یہ بشارت ملی کہ اے مریم!
تحقیق اللہ نے تجھ کو چن لیا ہے اور پاک کیا ہے اور تجھے ساری دنیا کی عورتوں
پر فضیلت بخشی ہے۔ اے مریم! اپنے پروردگار کے سامنے جھک جا اور
سجدہ ریز ہو اور نماز ادا کرنے والوں کے ساتھ نماز ادا کر۔ قرآن کریم نے انہیں
صدیقہؓ کے بلند لقب سے یاد کیا ہے۔ اور ارشادات نبوی کے مطابق انہیں

Marfat.com

اپنے دور کی تمام عورتوں پر فضیلت حاصل ہوئی اور درجۂ کمال عطا ہوا۔

عفت مآب حضرت مریم اپنے خلوت کدے میں ہمہ وقت مصروف عبادت رہا کرتی تھیں۔ اور ضروری حاجت کے علاوہ بہت کم باہر قدم رکھتی تھیں۔ ایک روز مسجد کے مشرق کی جانب لوگوں کی نظر سے دور تنہا تشریف فرما تھیں کہ اچانک حضرت جبرائیل امین تشریف لائے جو ایک انسان کی صورت میں تھے آپ نے ایک اجنبی مرد کو یوں بے تکلفی سے اپنے قریب دیکھا تو گھبرا گئیں اور فرمایا کہ اگر تجھ کو اللہ کا کچھ بھی خوف ہے تو میں اسی کا واسطہ دے کر تجھ سے پناہ چاہتی ہوں۔ حضرت جبرائیل امین نے فرمایا کہ میں انسان نہیں ہوں بلکہ تیرے (بیٹے) پیغمبر کا ایلچی ہوں۔ اور تجھے ایک پاک اور عقلمند بیٹے کی بشارت دینے آیا ہوں۔ آپ نے تعجب اور حیرت سے پوچھا کہ میرے ہاں کیسے بچہ ہو سکتا ہے جب کہ میں نے ابھی تک شادی نہیں کی اور نہ ہی کسی برے کام کے قریب تک بھٹکی ہوں۔ حضرت جبرائیل نے جواب دیا کہ میں تو اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا قاصد ہوں مجھے یہی بتانے کا حکم ملا ہے کہ اللہ تجھے اور تیرے بچے کو اللہ کی قدرت کا نشان بنائے گا۔ اللہ نے تجھے ایسے بیٹے کی بشارت دی ہے جو رحمت ہوگا اور اس کا حکم ہوگا۔ اس کا لقب مسیح اور نام عیسیٰ (یسوع) ہوگا۔ یہ اللہ کا اٹل فیصلہ ہے۔ یہ شیر خوار ہونے کے باوجود لوگوں سے باتیں کرے گا۔ جب حضرت مریم علیہا السلام نے پوچھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے تو حضرت جبرائیل نے ان کے بدن پر پھونک دیا اور کہا کہ اس طرح ہو گا۔ اس کے چند دن بعد ہی حضرت مریم علیہ السلام نے ولادت مسیح کے آثار محسوس کرنا شروع کر دیئے۔ قوم میں رسوائی، بہتان تراشی اور ملامت کے خوف سے ہر وقت پریشان و مضطرب رہنے لگیں۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا ان کی غمگینی اور افسردگی میں

بھی اضافہ ہو رہا تھا اور اکثر روتی رہتی تھیں۔ آخر میعاد پوری ہونے کے بعد انہیں الہام کے ذریعے اللہ نے ہدایت کی کہ بیت المقدس سے باہر میدان میں کھجور کے درخت کے نیچے تشریف لے جائیں۔ آپ وہاں درد و کرب کی حالت میں بیٹھی تھیں کہ ان کے خالہ زاد بھائی یوسف کا ادھر سے گزر ہوا انہوں نے خیریت دریافت کی تو حضرت مریم نے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ وہ انہیں یروشلم سے تقریباً نو میل دور کوہِ ساعیر کے ایک ٹیلے پر لے گئے جو اب تک "بیت اللحم" کے نام سے مشہور ہے۔ آپ وہاں بے قراری کے عالم میں کھجور کے تنے کا سہارا لے کر بیٹھ گئیں تو حضرت عیسٰی پیدا ہوئے۔ اس وقت انتہائی کرب اور پریشانی کی حالت میں کہنے لگیں کہ کاش! میں اس سے پہلے ہی مر چکی ہوتی اور لوگ مجھے بالکل بھول چکے ہوتے۔ اس وقت اللہ کے فرشتے نے کہا کہ اے مریم! غمگین نہ ہو۔ تیرے پروردگار نے تیرے نیچے نہر جاری کر دی ہے اور کھجور کا تنہ پکڑ کر اپنی طرف ہلا تاکہ کھجور کے تازہ خوشے تیری جھولی میں گرنے لگیں۔ پس تو کھا پی اور اپنے بچے کو دیکھ کر کلیجے کو ٹھنڈا کر اور رنج و غم کو بھول جا۔ حضرت عیسٰیؑ نے پیدا ہوتے ہی اپنی پاکباز ماں کو بشارت دی کہ مجھ پر سلامتی ہو جب کہ میں پیدا ہوا اور جب میں اٹھایا جاؤں اور جب زندہ ہو کر دوبارہ بھیجا جاؤں۔ وہ اپنے بچے کے منہ سے یہ الفاظ سن کر بے حد مسرور ہوئیں۔ مگر تھوڑی دیر بعد پھر انہیں یہ خیال ستانے لگا کہ وہ لوگوں کے سامنے کس منہ سے بچے کو لے کر جائیں گی اور انہیں کس طرح مطمئن کریں گی۔ وہ کس طرح یہ تسلیم کریں گے کہ بغیر باپ بھی بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد پھر ان کے پاس اللہ کا پیغام پہنچا کہ جب تجھ سے سوالات کئے جائیں تو خود کوئی جواب نہ دینا بلکہ اشارے سے بتانا کہ میں نے اللہ کا روزہ خاموشی رکھا ہوا ہے۔ میں آج کسی سے کلام

نہ کرو گی۔ جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو اس بچے سے پوچھو۔ اس کے بعد انہیں اپنی قوم میں یروشلم واپس جانے کا حکم ہوا۔ وہ بچے کو گود میں لیئے جب شہر کے اندر پہنچیں تو لوگوں نے حیرت و استعجاب کے عالم میں انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ طرح طرح کے سوالات کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ کوئی کہتا۔ مریم! یہ کیا، تو نے بہت ہی عجیب کام کر دکھایا۔ اور بھاری تہمت کا سامان فراہم کر لیا۔ کوئی کہتا۔ اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی برے چال چلن کی عورت تھی پھر تو یہ کیا کر بیٹھی۔ حضرت مریم علیہا السلام نے وحی الٰہی کے مطابق خاموشی سے بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم ایک شیر خوار بچے سے کیسے پوچھ سکتے ہیں جو ابھی ماں کی گود میں آیا ہے۔ مگر حضرت عیسٰی علیہ السلام معجزانہ انداز میں بول اٹھے۔ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اللہ نے مجھ کو کتاب (انجیل) دی ہے اور نبی بنایا ہے۔ اس نے مجھے مبارک بنایا ہے۔ خواہ میں کسی حال اور کسی جگہ ہوں اور اس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں یہی میرا طریقہ ہوگا۔ اس نے مجھے اپنی ماں کا خدمت گزار بنایا اور خود سر و نافرمان نہیں بنایا۔ اس کی طرف سے مجھے سلامتی کا پیغام ہے جس دن کہ میں پیدا ہوا اور جس دن کہ میں مروں گا۔ اور جس دن کہ پھر زندہ اٹھایا جاؤں گا۔ اور معجزہ کو دیکھ کر قوم حیران و ششدر رہ گئی۔ اور اکثر لوگوں نے حضرت مریم علیہ السلام کی پاک دامنی کو تسلیم کر لیا اور یروشلم کے ہر گھر میں اس واقعے کا چرچا ہو گیا۔ اسی شب فارس کے بادشاہ نے نیا ستارہ روشن ہوتے دیکھا۔ نجومیوں نے بتایا کہ کسی عظیم الشان ہستی کی ولادت ہوئی ہے۔ جو ملک شام میں پیدا ہوئی ہے۔ اسی دن بادشاہ نے خوشبوؤں کے تحفے دے کر ایک وفد بیت المقدس

Marfat.com

بھیجا۔ جب بادشاہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت کا واقعہ سنا تو سخت گھبرایا اور مزید معلومات کے لئے دوبارہ وفد بھیجا۔ ارکان وفد نے حضرت مریم علیہا السلام کی بے حد تعظیم کی۔ خوشبوئیں نثار کیں اور ان کی صداقت پر ایمان لائے۔ چند دن کے قیام میں بعض لوگوں نے خواب دیکھا کہ بادشاہ بچے کا دشمن ثابت ہوگا اس لئے صبح انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کو مشورہ دیا کہ وہ بچے کو لے کر کہیں دور چلی جائیں۔ چنانچہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر اپنے عزیزوں کے پاس مصر تشریف لے گئیں جہاں سے کچھ عرصہ بعد ناصرہ چلی گئیں۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر تیرہ برس کی ہوئی تو دوبارہ یروشلم آئیں۔ حضرت مریم علیہا السلام کی رحلت سے متعلق کوئی قابلِ اعتماد روایت موجود نہیں اور نہ ہی ان کے مدفن کا کچھ علم ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ انہوں نے یروشلم ہی میں وفات پائی اور بیت المقدس میں کسی جگہ دفن ہوئیں مگر اس کی تصدیق نہیں ہوئی۔

حضرت مریم علیہا السلام کی پوری زندگی بندگی، توکل، تسلیم و رضا، پاکیزگی اور زہد و تقوے کی ایک شاندار مثال ہے۔ اکثر مفسّرین نے انہیں وہ پہلی خاتون قرار دیا ہے جو وحیِ الٰہی کے شرف سے سرفراز ہوئیں اور اگرچہ انہیں باقاعدہ نبوّت عطا نہیں ہوئی مگر وہ صاحبِ الہام ضرور ہوئیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت بھی اللہ کے تقرّب سے فیضیاب ہوکر بلند ترین درجات حاصل کرسکتی ہے۔ علمائے کرام کے اختلاف سے قطع نظر یہ بات سچ ہے کہ زہد و تقوے، ریاضت و عبادت اور اللہ کی بے پناہ اطاعت عورت کو بھی انسانی تخیل و تصور سے بلند تر درجہ دے سکتی ہے اور دنیا جہان کی عورتوں کے لئے یہ شرف کم ہے کہ ایک عفت مآب اور پاکباز خاتون کو پہلی مرتبہ ایسا درجہ نصیب ہوا کہ ملائک بھی اس پر رشک

Marfat.com

اگریں۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا میں ماں کا مقام کتنا بلند ہے اور اسے پیدائش کے سلسلے میں کن کڑے اور کٹھن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شیرخوارگی کے عالم میں لوگوں کو بتاتے ہیں کہ مجھے اپنی عظیم ماں کا خدمت گزار بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ذرا اندازہ کیجیے جس ماں کا خادم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسا بلند مرتبت پیغمبر ہو اس کی رفعتوں کو کون چھو سکتا ہے۔ حیف ہے ان لوگوں پر جو ایسی تہذیب کے خالق ہوں جس میں ماں کی عظمت فنا ہو کر رہ گئی ہے۔

اُمّہاتُ المؤمنین

حضرتِ خدیجۃُ الکُبریٰ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

[illegible]

خیر نسائھا مریم	دنیا میں افضل ترین عورتیں
بنت عمران وخیر	مریم بنت عمران اور خدیجہ رضہ
نسائھا خدیجۃ	بنت خویلد ہیں۔
بنت خویلد	

[illegible]

"میں دوشنبہ کے دن مبعوث ہوا اور خدیجہ نے اس دن کے آخری حصے میں نماز پڑھی اور علیؑ نے دوسرے دن منگل کو نماز پڑھی۔ اس کے بعد زید بن حارثہؓ اور ابوبکرؓ شریک نماز ہوئے۔

(تاریخ ابن خمیس)

Marfat.com

حضرتِ خدیجۃ الکبریٰؓ

تمام امہات المومنین میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اس شرف کے لحاظ سے بہت ممتاز ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی اور محبوب ترین زوجہ مطہرہ تھیں دنیا بھر کی خواتین میں سب سے پہلے انہوں نے اسلام قبول کیا کئی کتب سیر میں تو لکھا ہے کہ دعوتِ توحید پر سب سے پہلے لبیک کہنے والی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ تھیں ۔ خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی والدہ ماجدہ تھیں ۔

آپ کا نام خدیجہ، کنیت ام ہند اور طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں ۔ آپ کے والد کا نام خویلد بن اسد تھا ۔ جن کا سلسلۂ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے ۔ والدہ فاطمہ بنت زائدہ تھیں ۔ حضرت خدیجہ طاہرہؓ قریش کے ایک نہایت باعزت اور مقتدر گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں اور آپ کے والد ماجد کو مکہ میں بڑی عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ۔ حضرت خدیجہؓ جب جوان ہوئیں تو اپنی نیک عادات، پاکیزہ اخلاق اور صفاتِ حسنہ کی وجہ سے طاہرہ کے لقب سے مشہور ہوئیں ۔ والد نے آپ کی ان خوبیوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنے بھائی کے بیٹے ورقہ بن نوفل کو شادی کے لئے منتخب کیا کیونکہ ورقہ بن نوفل عقائد کے لحاظ سے عیسائی تھے اور تورات وانجیل کے بہت بڑے عالم تھے ۔ لیکن کسی وجہ سے یہ شادی نہ ہوسکی ۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ابوہالہ بن بناش تمیمی سے آپ کا نکاح ہوگیا جن سے دو لڑکے ہالہ اور ہند پیدا ہوئے

Marfat.com

اسی نسبت سے آپ کی کنیت ام ہند مشہور ہے۔ آپ کے پہلے شوہر جلد ہی انتقال کر گئے تو دوسرا نکاح عتیق بن عابد مخزومی سے ہوا۔ اسی دوران آپ کے والد اور خاوند حرب الفجار میں شریک ہوئے اور دونوں جنگ میں کام آ گئے۔ باپ اور شوہر کے بعد حضرت خدیجہ کو سخت دشواری پیش آئی کیونکہ خاندان کا ذریعہ معاش تجارت تھا اور اس کام کو جاری رکھنا ابتدا میں ان کے لیے سخت مشکل تھا تاہم انہوں نے خداداد ذہانت اور قابلیت سے کام لے کر یہ سلسلہ بدستور جاری رکھا اور دوسرے لوگوں کو منافع میں حصہ دے کر مال تجارت باہر بھیجتی رہیں۔ اس زمانے میں ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت، شرافت اور صداقت شعاری کا بہت چرچا تھا اور مکہ میں آپ امین کے لقب سے مشہور تھے۔ کہا جاتا ہے کہ نیکی اور صداقت میں روحانی طور پر بہت کم فاصلہ ہوتا ہے۔ کوئی وجہ نہ تھی کہ طاہرہ امین کے اوصاف جمیلہ سے بے خبر رہتیں۔ چنانچہ ایک روز حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ وہ ان کا مال تجارت لے کر شام جائیں اور وہ دوسروں کی نسبت آپ کو زیادہ حصہ دیں گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشکش قبول فرمالی۔ اور حضرت خدیجہؓ کے ایک غلام میسرہ کے ہمراہ مال لے کر بصریٰ تشریف لے گئے۔ اس سال خدا نے حضرت خدیجہؓ کے کاروبار میں بہت برکت دی۔ اور پہلے سے دگنا منافع ہوا۔ حضرت خدیجہؓ آپ کی دیانت وصیانت اور راست بازی سے بے حد متاثر ہوئیں۔ اس وقت تک انہیں عرب کے بڑے بڑے رؤسا اور سرداروں کی طرف سے نکاح کے پیغام مل چکے تھے۔ مگر حضرت خدیجہؓ نے کسی جگہ رضامندی کا اظہار نہ کیا کیونکہ اللہ نے ان کے لیے لافانی عظمت اور بلندی مقدر کر دی تھی۔ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سفر شام سے واپس آئے اور آپ کے حسن کردار نے حضرت خدیجہؓ کو ان کا گرویدہ بنا دیا تھا فوراً نفیسہ

Marfat.com

کی وساطت سے حضور کی خدمت میں خود نکاح کا پیغام بھیجا جسے حضور نے بخوشی منظور فرما لیا۔ چنانچہ بعثت نبوی سے پندرہ سال قبل حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا نکاح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگیا۔ اس مقدس تقریب میں حضرت ابوطالب، حضرت حمزہؓ اور دیگر رؤسائے قریش شریک ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ کے چچا عمرو بن اسد کے مشورہ سے ۵۰۰ طلائی درہم پر ابوطالب نے نکاح پڑھا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس برس تھی اور حضرت خدیجہؓ چالیس سال کی تھیں۔

اس کے بعد جس وفاداری، خلوص و محبت اور والہانہ شیفتگی کے ساتھ حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت فرمائی اور ان کے ہر حکم پر لبیک کہا اس کی مثال نہیں ملتی۔ حضور تو شہنشاہِ اغنیاء تھے اور انہیں مال و دولت سے ذرا محبت نہ تھی۔ اس لئے ان کے دروازے ہر وقت ہر حاجت مند اور غریب کے لئے کھلے رہتے۔ حضور کا اشارہ پاتے ہی حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے اپنی تمام دولت اللہ کے نام پر لٹا دی اور اپنے لئے صرف سرورِ کائنات حضرت احمد مجتبےٰ کی معیت کو کافی خیال کیا۔ بعثت سے کچھ عرصہ پہلے آنحضرت کا معمول یہ تھا کہ تھوڑے سے ستو اور پانی لے کر غارِ حرا میں خلوت گزیں ہو جاتے اور تنہائی میں اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے۔ اس زمانے میں بھی حضرت خدیجہؓ نے آپ کی بے پناہ خدمت کی اور ہمیشہ آپ کے آرام اور آسائش کو پیش نظر رکھا۔ چنانچہ شادی کے پندرہ برس بعد آپ کو نبوت عطا ہوئی تو سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئیں کیونکہ ان سے بہتر شہنشاہ کونین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق و دیانت اور سچائی کو کوئی نہیں جانتا تھا حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ نے قیامت تک کے لئے دنیا بھر کی مسلمان عورتوں کا دامن فخر و مباہات کی دولت سے بھر دیا۔

Marfat.com

اس وقت تک اللہ تعالے کی طرف سے پانچ نمازیں فرض نہیں ہوئی تھیں اس لیئے حضرت خدیجہ رض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نوافل پڑھا کرتی تھیں۔ اور ایک عرصے تک دونوں خفیہ طور پر نماز ادا فرماتے رہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ، جو حضرت خدیجہ رض کے ساتھ ہی ایمان لائے تھے اور ابھی بہت کمسن تھے ان کے ساتھ نمازیں شریک ہوا کرتے تھے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احکامِ الٰہی کی تعمیل میں کفارِ مکہ کو اسلام کی دعوت دی اور لوگوں نے آپ کو طرح طرح کی تکالیف پہنچانا شروع کیں اور آپ کو ستانے کے لیئے ظلم وستم پر اتر آئے تو اس وقت بھی حضرت خدیجہ رض نے پوری طرح آپ کا ساتھ دیا۔ آپ کو کفار کی تکذیب اور اذیتوں سے جو صدمہ ہوتا حضرت خدیجہ کے پاس آکر سب دور ہو جاتا کیونکہ وہ آپ کی باتوں کی تصدیق کرتی تھیں۔ اور مشرکین کے معاملے کو بہت غیر وقیع اور معمولی بنا کر آپ کے سامنے پیش کرتی تھیں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبرانہ صبر واستقلال نے مشرکین کے تمام حربوں کو ناکام بنا دیا اور دعوت وتبلیغ کا سلسلہ بدستور جاری رہا تو اہلِ مکہ نے آنحضور اور ان کے مؤید افراد خاندان کا بالکل مقاطعہ کر دیا۔ نہ کوئی ان سے ملتا تھا اور نہ گفتگو کرتا تھا بلکہ لوگوں نے انہیں ضروریاتِ زندگی تک فراہم کرنے سے انکار کر دیا اور سب لوگ ان سے بالکل علیحدہ ہو گئے۔ چنانچہ ابوطالب خاندان بنوہاشم سمیت مکہ سے قریب ایک گھاٹی شعبِ ابوطالب میں آکر مقیم ہو گئے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض بھی ساتھ تھیں۔ بنوہاشم کے لیئے یہ سخت مصیبت اور تکلیف کا زمانہ تھا۔ پھر یہ ناقابلِ برداشت مصیبت چند ایام یا مہینوں تک کے لیئے نہیں تھی بلکہ مکمل تین سال تک پورے خانوادۂ نبوی نے درختوں کے پتے کھا کھا کر بسر اوقات

Marfat.com

تاہم کبھی کبھار حضرت خدیجہؓ کے اثر و رسوخ سے کھانے پینے کی کچھ اشیاء پہنچ جاتی تھیں۔ ایک روز حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے حکیم بن حزام نے تھوڑے سے گیہوں اپنے غلام کے ذریعے بھیجے۔ وہ بھی دشمنِ اسلام ابوجہل نے چھیننے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔

کم و بیش پچیس برس تک پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں رہنے کے بعد ہجرت سے تین سال پہلے ۱۱ رمضان سنہ ۱۰ نبوی کو انتقال فرمایا۔ اس وقت حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی عمر ساڑھے چونسٹھ برس کے قریب تھی۔ آپ کو حجون میں دفن کیا گیا۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی لحد میں اترے اور اپنی ہمدرد و مونس اور محبوب و غمگسار زوجہ مطہرہ کو اللہ کے سپرد کیا۔ حضرت خدیجہؓ کی مفارقت کو آنحضورؐ نے بڑی شدت سے محسوس کیا اور ان کی رحلت سے آپ کو دلی طور پر اتنا صدمہ ہوا کہ مسلمانوں میں یہ سال عام الحزن کے نام سے مشہور ہو گیا۔

مستند روایات کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے ہاں دو لڑکے جو بچپن میں انتقال کر گئے اور چار صاحب زادیاں ہوئیں۔ حضرت زینبؓ سب سے بڑی بیٹی تھیں، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہ زہراؓ ان سے چھوٹی تھیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ ان کی زندگی میں کوئی دوسری شادی نہیں کی حالانکہ ان کی عمر نکاح کے وقت چالیس برس تھی۔ وہ بھی عمر بھر آنحضرت کی شیدائی، غمگسار اور سچی مشیر کار بن کر زندہ رہیں۔ اتنی متموّل اور دولت مند ہونے کے باوجود آنحضرت کی خدمت خود کیا کرتی تھیں اور انہوں نے بعثت سے پہلے ہی بت پرستی ترک کر دی تھی بلکہ زندگی کے عام معاملات

Marfat.com

ہیں بھی وہ آپ کے نقشِ قدم پر چلنے میں مسرت محسوس کرتی تھیں۔ اللہ تعالٰی کے نزدیک حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا درجہ کتنا بلند تھا اس کا اندازہ صحیح بخاری کی اس روایت سے ہو سکتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت جبرائیل امین نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ خدیجہؓ برتن میں کچھ لا رہی ہیں آپ ان کو اللہ کی طرف سے اور میرا سلام پہنچا دیجئے۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضرت جبرائیل امین خدمت نبوی میں حاضر تھے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ تشریف لائیں تو انہوں نے کہا کہ حضرت خدیجہؓ کو جنت میں ایک ایسا گھر ملنے کی خوشخبری سنا دیجئے جو موتی کا ہوگا اور جس میں شور و غوغا اور محنت و مشقت نہ ہوگی۔

آپ کی وفات کے بعد بھی جبکہ آنحضرت نے فرائض نبوی کی تعمیل کے لئے متعدد شادیاں کر لی تھیں۔ ایک لمحہ کے لئے اپنی جان نثار اور بلند مرتبہ بیوی کو فراموش نہیں کیا بلکہ ہمیشہ ان کی تعریف میں رطب اللسان رہتے اور اکثر ان کا ذکر سنتے ہی آبدیدہ ہو جاتے۔ گھر میں کوئی جانور ذبح ہوتا تو آپ خدیجۃ الکبریٰؓ کی سہیلیوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کے حصے بھجواتے۔ جنگِ بدر میں جب کفارِ مکہ نے جنگی قیدیوں کی رہائی کے لئے دربارِ رسالت میں فدیہ بھیجا تو آپ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ نے اپنے خاوند ابوالعاص کی رہائی کے لئے اپنا وہی ہار بھیج دیا جسے حضرت خدیجہؓ پہنا کرتی تھیں اور شادی کے وقت وہی ہار جہیز میں حضرت زینبؓ کو مل گیا تھا تو آنحضرتؐ ہار کو دیکھتے ہی آبدیدہ ہو گئے۔ اور وہ ہار واپس کر دیا۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ انہیں دنیا میں سب سے زیادہ رشک ہمیشہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ پر ہوتا تھا کیونکہ حضور اکثر ان کا ذکر فرماتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت خدیجہؓ کی ہمشیرہ ہالہ ملاقات کے لئے حاضر ہوئیں اور انہوں نے باہر سے اجازت طلب کی تو آپؐ نے آواز سنتے ہی فرمایا کہ ہالہ ہوں گی۔ ہالہ کی آواز نے

حضرت خدیجہؓ کی یاد تازہ کر دی تھی ۔ وہاں حضرت عائشہؓ بھی موجود تھیں۔ انہیں بہت رشک ہوا تو کہا کہ آپ کیا ہر وقت ایک بوڑھیا کو یاد کرتے رہتے ہیں ۔ جو فوت ہو چکی ہیں اور اللہ نے آپ کو ان سے اچھی بیویاں دی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ناگوار سی گزری اور فرمایا کہ ہرگز نہیں ۔ جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو انہوں نے میری تصدیق کی ۔ جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لائیں ۔ جب دنیا میں کوئی میرا ساتھی نہ تھا ، انہوں نے میری مدد کی اور میری اولاد ان سے ہوئی ۔

یہی وہ خصوصیات تھیں جن کی بدولت حضرت خدیجہؓ طاہرہ کو دنیا کی تمام عورتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ اور حضرت فاطمہ زہراؓ کو تمام مسلمان عورتوں کے لئے مکمل نمونہ قرار دیا ہے ۔ یعنی فرمانِ نبوی کے مطابق جس مسلمان عورت کی زندگی ان کے اوصافِ حمیدہ اور حسنِ سیرت سے جتنی قریب ہوگی وہ اسی نسبت سے اتنی ہی بلند لائق احترام اور امتِ مسلمہ کے لئے باعثِ فخر ہوگی ۔ یہ وہ درخشندہ راستہ ہے جس کے ذراتِ خاک ستاروں کے لئے باعثِ رشک ہیں اور اس پر اسی تقوے وطہارت کے سائے میں چل کر ہر مسلمان عورت ماہِ کامل بن سکتی ہے اور انعامات اخروی کے علاوہ حیاتِ ابدی کے خزانوں کو اپنے پاک آنچل سے سمیٹ سکتی ہے ۔ ذرا سوچئے ! ایک ایسی عالی نسب ، بلند مرتبت اور ذی شان خاتون ، دولت جس کے گھر کی کنیز ہو ، جسے سکون ومسرت کے تمام اسباب میسر ہوں جو وسیع کاروبار کی مختارِ مطلق ہو ۔ اور جس کی رفاقت کا ہر بڑے سے بڑا شخص دل سے متمنی ہو وہ فقر و استغناء کی اس حد تک پہنچ جائے کہ اس کے قلب وذہن میں اپنے رفیع الدرجات شوہر کی محبت واطاعت کے سوا کچھ باقی نہ رہے ۔ اس کی زندگی درویشانہ سادگی اور

Marfat.com

تقویٰ و طہارت کی ایک ایسی تصویر ہو جس میں خود خالق کائنات نے اپنے دستِ قدرت سے رنگ بھرا ہو، وہ اللہ کی محبت میں سب کچھ لٹا دینے اور حق و صداقت کی تائید میں ایسے مقام پر کھڑی ہو کہ کسی کا پرتوِ تصور بھی اس تک نہ پہنچ سکے لیے دوڑیں جب کہ بھری دنیا میں اللہ کی ذات کے سوا کوئی ان کے شوہر کا ساتھی نہ ہو بلکہ دنیا خون کی پیاسی ہو رہی ہو اور چاروں طرف سے دشمنی، عداوت، تحقیر اور تکذیب کے علاوہ تکالیف و مصائب کے طوفانوں نے گھیر رکھا ہو، وہ اپنی قدسی صفت مسکراہٹوں کی چاندنی اس طرح بکھیر دے کہ غم و آلام کی تاریکی چشم زدن میں غائب ہو جائے۔ وہ تین برس تک اپنے اعزہ و اقارب اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر، دنیا کی آسائشوں اور راحتوں سے منہ موڑ کر درختوں کے پتے کھانے پر اکتفا کرے اور پھر بھی ثابت قدم رہے بلکہ دوسروں کے عزم و استقلال کو سہارا دے۔ ایسی مقدس، عالی مرتبہ اور عظمتوں کو تخلیق کرنے والی عظیم الشان خاتون سوائے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے اور کون ہو سکتی ہے۔ ان کی ذاتِ اقدس اسلام کا بنیادی پتھر ہے۔ اور ان کے احسانات کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔"

Marfat.com

حضرتِ سودہؓ

Marfat.com

Marfat.com

حضرتِ سودہؓ

آپ کا نام سودہ تھا اور کنیت الاسود مشہور تھی۔ قریش کے ایک نامور قبیلے عامر بن لوئی سے تھیں۔ آپ کے والد زمعہ بن قیس عرب کے ایک نامور سردار تھے آپ کی والدہ شموس خاندان بنو نجار سے تھیں۔ آپ کا سلسلہ نسب نویں پشت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ آپ بچپن ہی سے اخلاقِ حمیدہ اور اوصافِ جمیلہ کا ایک ایسا روح پرور مرقع تھیں۔ کہ ان کی نکہت دلربا سے پورا خاندان مہک رہا تھا۔ بزرگوں کی اطاعت، بچوں سے محبت اور سب کی ہر ممکن خدمت کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا طبیعت نہایت سنجیدہ تھی اور غور و فکر کی عادت بہت پختہ ہو چکی تھی۔ اگرچہ پورے ماحول پر کفر و ضلالت اور بت پرستی چھائی ہوئی تھی مگر حضرت سودہ کی صداقت جو اور حقیقت کی پیاسی فطرت نے کبھی ان باتوں کو پسند نہ کیا۔ سنِ بلوغت کو پہنچتے ہی سکرانؓ بن عمر سے آپ کی شادی ہو گئی۔ سکرانؓ بھی حضرت سودہؓ کی طرح بے حد سلیم الطبع خلیق اور نیک شخص تھے۔ ابتدائے نبوت میں یہ دونوں میاں بیوی دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور صدقِ دل سے ایمان لائے۔ اسلام لانے کے بعد آپ کے قبیلے اور رشتہ داروں نے دونوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے۔ خصوصاً حضرت سودہؓ کے ساتھ اتنی بے رحمی کا برتاؤ کیا کہ آج بھی اس کی تفصیل سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر آپ نے بڑی ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ ہر قسم کے

Marfat.com

جور و ستم کو برداشت کیا مگر صراطِ مستقیم کو نہ چھوڑا۔ چونکہ آپ نے شروع ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا اس لیئے انہیں قدیم الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جب مشرکین کا ظلم و ستم حد سے بڑھ گیا تو آپ نے مہاجرین کی دوسری جماعت کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حبشہ میں کئی برس تک رہنے کے بعد آپ اپنے شوہر حضرت سکران کے ساتھ مکہ واپس آئیں تو کچھ عرصہ بعد حضرت سکران کا انتقال ہو گیا۔

ایسے نیکدل، حق پرست اور حلیم و خلیق شوہر کی وفات کے بعد آپ اکثر مغموم اور افسردہ رہا کرتی تھیں۔ ہجرت کے بعد جب آپ مکہ تشریف لائیں تو بہت سے قریبی رشتہ دار اور اعزہ یا تو فوت ہو چکے تھے یا حالات نے انہیں ادھر ادھر منتشر کر دیا تھا۔ باقی اہل قبیلہ ان کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ اسلیئے اس بے بسی اور کس مپرسی کے عالم میں وہ پہلے سے بھی زیادہ مصائب کا شکار ہو رہی تھیں۔ مگر آپ صبر و توکل کا مجسمہ بنی بڑی خندہ پیشانی سے حالات کا مقابلہ کر رہی تھیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ کو بہت افسوس ہوا حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے انتقال کے بعد آپ نے بعوض چار سو درہم انہیں اپنے نکاح میں لے لیا۔ تمام ازواج مطہرات میں یہ فضیلت صرف آپ کو حاصل ہے کہ حضرت خدیجہ طاہرہؓ کے انتقال کے بعد سب سے پہلے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں اگرچہ مؤرخین میں اختلاف رائے ہے بعض کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سب سے پہلے آپ کے عقد میں آئیں لیکن یہاں اس بحث کو چھیڑنا مناسب نہیں آپکے ان پہلے خاوند سے ایک لڑکا ہوا جس کا نام عبدالرحمان تھا۔ آپ کی حیاتِ طیبہ میں دو باتیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری آپ کا ایمان تھا۔ آپ نے جب حجۃ الوداع کا خطبہ دیتے ہوئے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ میرے بعد گھر میں بیٹھنا تو حضرت سودہؓ نے اس حکم کی اس حد تک

تعمیل کی کہ پھر کبھی حج کے لیے بھی تشریف نہ لے گئیں۔ ان کا دوسرا وصف سخاوت اور فیاضی تھا۔ آپ بہت زیادہ سخی، نرم دل اور فیاض تھیں۔ جو کچھ آپ کو ملتا سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا کرتی تھیں۔ آپ کو چمڑے کی دباغت میں کمال حاصل تھا چنانچہ طائف کی کھالیں بنایا کرتی تھیں اور اس سے جتنی بھی آمدنی ہوتی وہ سب غریبوں اور حاجت مندوں کے کام آتی۔ حضرت عائشہؓ ان کے متعلق فرماتی ہیں کہ حضرت سودہؓ کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال نہیں ہوا کہ اس کے قالب میں میری روح ہوتی۔

ایک دفعہ ازواج مطہرات خدمت نبوی میں حاضر تھیں۔ کسی نے پوچھا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سب سے پہلے کون فوت ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ جس کا ہاتھ سب سے بڑا ہے۔ ازواجِ مطہرات نے اس وقت اس بات کا اصل مفہوم نہ سمجھا اور ایک دوسری کے ہاتھ ناپنا شروع کر دیئے تو حضرت سودہؓ کا ہاتھ سب سے بڑا پایا۔ مگر جب سب سے پہلے حضرت زینب کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ ہاتھ بڑا ہونے سے آپ کی مراد سخاوت تھی۔ آپ نے حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت غالباً ۲۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت سودہؓ کی پاک زندگی شرم وعفت، صبر واستقامت، سخاوت اور عشقِ نبی کا ایک بہت بڑا سبق ہے۔ انہوں نے ابتدائے نبوت ہی میں جب کہ اپنے پرائے سب اسلام کو ملیامیٹ کر دینے پر کمربستہ تھے کسی قسم کے خوف وہراس کو دل میں جگہ دیئے بغیر توحید کی دعوت کو قبول کیا اور اس کی پاداش میں بے پناہ مظالم برداشت کئے۔ عزیزوں اور رشتہ داروں کو چھوڑا، اُن کی سختیاں برداشت کیں، گھر بار اور وطن تک چھوڑ دیا مگر ہدایت کے راستے سے سرِمو انحراف گوارا نہ کیا۔ یہ استقلال، خدا پر بھروسا۔ ایمان کی محبت اور قربانی وایثار کا جذبہ ایک سچی

Marfat.com

مسلمان خاتون کو وہ شرف عطا کرتا ہے کہ ملائک بھی اس پر رشک کریں۔ حضرت سودہؓ کی یہی وہ خصوصیات تھیں جنہوں نے ایک مجبور و بے بس بیوہ عورت کو شہنشاہِ کونین سرورِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور زوجیت کے قابل بنایا اور آج صدیاں بیت جانے کے بعد بھی ان کا اسمِ گرامی سنتے ہی ہر مسلمان کا سر ادب و احترام سے جھک جاتا ہے اور کروڑوں مسلمان ان کی پاک سیرت کو اپنے لئے متاعِ بے بہا خیال کرتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت عائشہؓ صدیقہ

Marfat.com

فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الطَّعَامِ عَلَى الثَّرِيدِ۔

(حدیث نبوی۔ طبرانی)

عائشہؓ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسی ثرید کھانے کی تمام کھانوں پر ہے۔

Marfat.com

حضرتِ عائشہؓ صدّیقہ

آپ کا نام عائشہ تھا اور حمیرا اور صدیقہ کے لقب سے مشہور تھیں۔ آپ کی کنیت ام عبداللہ تھی۔ والد ماجد کا نام حضرت ابوبکر صدیق اور والدہ زینب تھیں۔ آپ بعثتِ نبوی کے چار سال بعد شوال میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے عالی مرتبہ والد حضرت صدیق اکبرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بھائی اور جانثار دوست تھے۔ گھر میں عرفان و ہدایت کا دریا بہہ رہا تھا۔ آپ اس لحاظ سے بے حد خوش قسمت اور مبارک تھیں کہ کبھی کانوں میں کفر و شرک کی آواز نہیں پڑی چنانچہ فرماتی ہیں کہ میں نے جب سے اپنے والدین کو پہچانا ان کو مسلمان پایا۔ ابتدا میں وہ جبیر بن مطعم کے صاحب زادے سے منسوب تھیں لیکن انہوں نے اس بنا پر شادی کرنے سے انکار کر دیا کہ حضرت عائشہؓ کی ذات گرامی ان کے گھر میں اسلام پھیلانے کا موجب بن جائے گی چنانچہ سنہ نبوی میں پانچسو درہم پر حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگیا اور آپ کو یہ شرف حاصل ہُوا کہ صرف آپ ہی پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی کنواری زوجہ مطہرہ تھیں۔ شادی کے وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عمر نو برس تھی۔ کیونکہ عرب ایک گرم ملک ہے اس لئے وہاں لڑکیاں بہت جلد بالغ ہو جاتی ہیں۔ اس شادی سے قبل عرب میں منہ بولے بھائی کی بیٹی سے شادی نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح شوال کے مہینے میں شادی کرنا نحوست سمجھتے تھے۔ مگر حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شادی نے ان

فضول خیالات کو مسلمانوں میں ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ شادی کا پیغام ملتے ہی حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حیرت سے پوچھا کہ آنحضرتؐ تو میرے منہ بولے بھائی ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ تم میرے صرف دینی بھائی ہو یعنی حقیقی بھائی نہیں ہو کہ شادی نہ ہو سکے۔ اس کے علاوہ حضرت عائشہؓ کی شادی اور رخصتی دونوں ماہ شوال میں ہوئیں۔ لوگ ماہ شوال کو صرف اس لئے منحوس خیال کرتے تھے کہ اس مہینے میں طاعون پھیلا تھا۔ حضرت عائشہؓ کی شادی سے یہ بدعت بھی ختم ہو گئی۔

آپ نے جس ذوق و شوق، خلوص و محبت اور عقیدت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور خدا داد ذہانت و فراست سے احکامِ قرآنی کو سمجھا اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ تمام ازواج مطہرات میں آنحضرت کو بہت زیادہ عزیز تھیں اگرچہ حقوق کے اعتبار سے حضور نے کبھی کسی زوجہ مطہرہ کے ساتھ ترجیحی سلوک نہیں کیا تاہم بعض خصوصیات اور اوصاف کی وجہ سے آپ کے قلبِ مبارک میں حضرت عائشہؓ کی بہت زیادہ عزت اور محبت تھی۔ آپ نے شوال ۳ھ میں جنگِ احد میں حصہ لیا۔ وہ ام سلیمؓ کے ساتھ مشک میں پانی بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پلاتی تھیں ۵ھ میں غزوہ بنی مصطلق میں بھی حضور کے ساتھ تھیں۔ یہ شرف صرف حضرت عائشہؓ کو حاصل ہے کہ جب محبوبِ خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا تو آنحضرت کا سرِ اقدس حضرت عائشہ صدیقہؓ کی گود میں تھا اسکے بعد حضرت عائشہؓ کا حجرہ ہی آنحضرتؐ کی آخری آرام گاہ بنا جو آج تک گنبدِ خضراء کے نام سے مشہور ہے۔ چونکہ ازواج مطہرات کے لئے اللہ تعالے نے دوسری شادی ممنوع قرار دی تھی اس لئے آنحضرت کی رحلت کے بعد آپ نے ۴۸ سال بیوگی کے عالم میں بسر کئے۔ اور اپنی زندگی کا ہر ایک لمحہ اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ ۱۳ھ میں آپ کے والد ماجد حضرت صدیقِ اکبرؓ بھی وفات پا گئے۔ اور آپ شفقتِ پدری سے بھی محروم ہو

Marfat.com

گئیں۔ ۵۸ھ میں سرسٹھ برس کی عمر تھی کہ اللہ کا پیغام آپہنچا۔ چنانچہ اسی سال امیر معاویہ کے عہد میں وفات پائی اور وصیت کے مطابق جنت البقیع میں رات کے وقت دفن ہوئیں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عائشہؓ کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ انہوں نے مستند روایات کے مطابق اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیرؓ کو متبنّٰی بنالیا تھا۔ ان ہی کے نام پر انہوں نے ام عبداللہ کنیت رکھی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کو کتب احادیث و تواریخ میں جو قابل رشک مقام حاصل ہے وہ چند لوگوں کو چھوڑ کر کسی بڑے سے بڑے صحابی کو بھی نصیب نہیں ہوسکا۔ یہی وجہ تھی کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا آستانہ مبارک علما و فقہائے عصر، خلفائے وقت اور مجتہدین عالم اسلام کے لئے ایک مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔ جہاں تک ان کے مرتبے اور فضائل کا تعلق ہے اس کا اندازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور لگاؤ سے ہوسکتا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ واقعہ تخییر مسلمان خواتین کے لئے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود فقر و استغنا کا منبع اور سرچشمہ تھے اور انتہائی سادگی کی زندگی بسر فرماتے تھے۔ مہینوں گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ اکثر فاقے ہوتے رہتے تھے اور خانۂ رسالت میں دنیاوی آرام اور فراغت کا نام و نشان تک دکھائی نہ دیتا تھا۔ اگرچہ آنحضور کی صحبت نے ازواج مطہرات کی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دیا تھا تاہم بشری تقاضے اپنی جگہ پر موجود تھے وہ جب دیکھتی تھیں کہ پورا عرب مسلمانوں کے زیر نگیں آچکا ہے اور بے شمار دولت دربار رسالت میں پہنچ رہی ہے جس کا معمولی سا حصہ بھی ان کے آرام و راحت کے لئے کافی ہوسکتا ہے مگر سید الانبیاء کسی چیز کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے بلکہ سب کچھ تقسیم فرما دیتے ہیں تو ازواج مطہرات نے متعدد بار نفقہ بڑھانے کا مطالبہ کیا۔ ایک مرتبہ تو یہ بات حضورؐ کو اتنی ناگوار گزری کہ آپ نے ایک ماہ تک گوشہ نشینی اختیار کئے رکھی حتیٰ کہ

لوگوں کو خدشہ ہوا کہ شاید آنحضرتؐ نے ازواجِ مطہرات کو طلاق دینے کا ارادہ فرما لیا ہے یہ واقعہ ایلاء کے نام سے مشہور ہے۔ ایک ماہ بعد اللہ کی طرف سے آیت تخییر نازل ہوئی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنی ازواج مطہرات کو مطلع فرما دیں کہ دو راستے تمہارے سامنے ہیں۔ دنیا اور آخرت ــ اگر دنیا چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں رخصتی جوڑے دے کر اچھی طرح رخصت کر دوں۔ اور اگر تم خدا اور رسول کی خوشنودی چاہتی ہو تو خدا نے نیکوکاروں کے لئے بڑا اجر رکھا ہے۔ آپ نے حضرت عائشہؓ کو حکم ربانی سے مطلع کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں سب کچھ چھوڑ کر خدا اور رسول کو لیتی ہوں۔ اس کے بعد دوسری تمام ازواجِ مطہرات نے بھی ان کی تقلید کی۔ یہ وہ دو راستے ہیں جو ہر عہد، ہر دور اور ہر زمانے میں صرف حق و صداقت کے لئے جینے اور مرنے والوں کے سامنے آتے ہیں اور قرآن مجید میں یہ آیت آج بھی ایک بہت بڑی حقیقت کے چہرے سے نقاب اٹھاتی ہے کہ ایک مومن اور مسلمان عورت کی عظمت، سربلندی اور حیاتِ جاوید کے علاوہ ابدی راحتوں کا خزانہ کس راستے پر بچھا ہوا ہے، چند روزہ دنیاوی زندگی کے معمولی آرام و آسائش، نمود و نمائش اور راحتوں پر مرمٹنے والی ہماری بہنوں اور بیٹیوں کو یہ فیصلہ خود کرنا چاہیئے کہ قرآن کریم کا بتایا ہوا اور حضرت عائشہؓ کی سیرت سے جگمگاتا ہوا راستہ انہیں منزلِ مقصود تک لے جا سکتا ہے یا اس دنیا کی جھوٹی نمائش اور راحت کی محبت ان کے لئے نجاتِ اخروی کا باعث بن سکتی ہے۔

آپ کے علم و فضل کا اعتراف بڑے بڑے صحابہ کرامؓ نے کیا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ ہم کو کبھی کوئی ایسی مشکل بات پیش نہیں آئی جس کو ہم نے عائشہؓ سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق کچھ معلومات نہ ملی ہوں۔ امام زہری جیسے بلند پایہ عالم فرماتے ہیں کہ عائشہؓ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالمہ تھیں۔ بڑے بڑے

Marfat.com

اکابر صحابہؓ ان سے پوچھا کرتے تھے۔ ایک اور جگہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر تمام مردوں کا اور امہات المومنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے تو حضرت عائشہؓ کا علم وسیع تر ہوگا۔ عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ قرآن، فرائض، حلال و حرام، فقہ، شاعری، طب، عرب کی تاریخ اور نسب کا عالم حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

دین کے اہم اور الجھے ہوئے مسائل کو سلجھانے میں بھی ان کا مقام بہت بلند تھا اور آج بھی بڑے بڑے مجتہدین کے زمرے میں ان کا نام لیا جاتا ہے۔ وہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتی تھیں۔ اکثر معتبر کتب میں کئی ایسے واقعات ملتے ہیں کہ انہوں نے بڑے بڑے اکابر صحابہ کے فیصلوں پر اعتراضات کئے ہیں اور دلائل کے ساتھ اپنے موقف کو ثابت کیا ہے علم حدیث میں ان کے درجے کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف حضرت عائشہؓ سے ۲۲۱۰ احادیث مروی ہیں۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ شرعی احکام میں ایک چوتھائی ان سے منقول ہے اس کے علاوہ انہوں نے علم کلام کے کئی مشکل مسائل سلجھائے ہیں۔ ان میں سے رویت باری، علم غیب، عصمتِ انبیاء، معراج اور ترتیبِ خلافت کے مسائل بہت مشہور ہیں۔ وہ رموزِ دین اور احکامِ ربانی کی روح کو خوب سمجھتی تھیں چنانچہ قرآن حکیم کی ترتیب، مدینہ میں اسلام کی اشاعت کے اسباب، غسلِ جمعہ، نمازِ قصر کی علت، صومِ عاشورہ کا سبب، حج کی حقیقت اور ہجرت کے معنی سے متعلق انہوں نے جو تفصیلات بیان فرمائی ہیں وہ آج بھی علم دین سیکھنے والوں کے لئے بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ تاریخ عرب پر انہیں اتنا عبور حاصل تھا کہ کوئی دوسرا ان کا ہم پلہ دکھائی نہیں دیتا۔ ایامِ جاہلیت میں عربوں کی حالت، رسم و رواج، اور طرزِ معاشرت کے علاوہ ان کے نسب ناموں کو حضرت عائشہؓ سے بہتر کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس کے علاوہ اسلامی تاریخ کے بے شمار واقعات ان کے ذریعے

Marfat.com

دنیا کو پہنچے ہیں۔ ان سے جو روایات منسوب ہیں ان میں جنگِ بدر، احد، خندق، قریظہ کے واقعات۔ فتح مکہ میں عورتوں کی بیعت، حجۃ الوداع کی ضروری باتیں۔ سرورِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات اور اخلاق کے بارے میں قیمتی معلومات موجود ہیں۔ یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کیسے شروع ہوئی اور نزولِ وحی کے وقت ان پر کیا کیفیت طاری ہوتی تھی۔ ہجرت کیسے ہوئی اور کن لوگوں نے کی۔ قرآن کیسے نازل ہوا اور اس کی ترتیب کس طرح قائم ہوئی۔ نمازوں کی تفصیلات اور آنحضور کے مرض الموت کے حالات اکثر و بیشتر ان سے مذکور ہیں جو تاریخ اسلامی کا بہت اہم حصہ خیال کئے جاتے ہیں۔

اکثر مؤرخین نے یہ تسلیم کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فصاحت و بلاغت اور حسنِ بیان کا ایک بحرِ بے کراں تھیں چنانچہ موسیٰ ابن طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو فصیح اللسان نہیں دیکھا۔ جن روایات و احادیث میں ان کے اصل الفاظ محفوظ رہ گئے ہیں انہیں پڑھنے والا آج بھی حیران ہو جاتا ہے مثلاً آغازِ وحی سے متعلق ایک حدیث میں فرماتی ہیں کہ آپ جو خواب دیکھتے تھے سپیدۂ سحر کی طرح نمودار ہو جاتا تھا اسی طرح وحی کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ آنحضرت کی پیشانی پر موتی ڈھلکتے تھے کئی مؤرخین تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد اگر خطابت میں کسی کا درجہ بلند تھا تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ انہوں نے جنگِ جمل کے موقع پر فوج کے سامنے جو تقریریں کی ہیں وہ فنِ خطابت کے شہ پارے ہیں اور تاریخ کے صفحات ان سے جگمگا رہے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اعلیٰ درجہ کی سخن شناس اور شعر و ادب کی قدردان تھیں۔ عرب کے بلند پایہ اور مشہور شاعر حضرت حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت اکثر ان کی خدمت میں اشعار سنانے کے لئے آیا کرتے تھے۔ انہیں کعب بن مالک کا چالیس اشعار پر مشتمل پورا قصیدہ یاد تھا

Marfat.com

ان کے علاوہ دورِ جاہلیت اور اسلامی عہد کے کئی شعرائے کے بے شمار اشعار یاد تھے۔ علم و فضل میں آپ کے امتیاز اور انفرادیت کا اندازہ کیجئے کہ کم و بیش دو سو نامور اشخاص نے ان سے فیض حاصل کیا۔

حضرت عائشہؓ کی قناعت، سادگی، دلیری، شجاعت، سخاوت، فیاضی اور زہد و عبادت کو سب نے تسلیم کیا ہے۔ ایک مرتبہ ان کے منتبنیٰ بیٹے نے انہیں کثرتِ خیرات سے روکنا چاہا تو ان سے گفتگو نہ کرنے کی قسم کھالی۔ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد کی نماز ادا کیا کرتی تھیں۔ اکثر روزے رکھتی تھیں۔ اور ہر سال پابندی کے ساتھ حج کرتی تھیں۔ انہیں غلام آزاد کرنے کا بھی بہت شوق تھا چنانچہ بعض کتابوں میں ان کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد ۶۷ کے قریب لکھی ہے۔

حضرتِ عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں میں نفاق کی آگ بھڑک اٹھی اور بڑے بڑے جید صحابہ میں غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں تو حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے مدینہ منورہ جا کر انہیں حالات سے آگاہ کیا۔ آپ خلوصِ نیت سے اس فتنے کو روکنے کی خاطر بصرہ تشریف لے گئیں مگر طرفین کی غلط فہمیوں، اغیار کی ریشہ دوانیوں اور خارجی فرقے کی سازشوں نے وہ افسوسناک صورتِ حال پیدا کر دی جسے تاریخ میں جنگ جمل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس جنگ میں حضرت عائشہؓ کے مقابل حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے اور حضرت عائشہؓ اونٹ پر بیٹھ کر فوجوں کی کمان کر رہی تھیں۔ اسی وجہ سے اس لڑائی کو جنگ جمل کہتے ہیں کیونکہ عربی میں جمل اونٹ کو کہتے ہیں۔ بعد کے واقعہ نگاروں نے اس حادثے کو اتنی مبالغہ آمیزی کے ساتھ پیش کیا ہے کہ ان دونوں بزرگوں کے خلوصِ نیت اور صدق دلی تک کو مشکوک بنانے کی کوشش کی ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ یہ لڑائی قطعی طور پر اتفاقی تھی اور محض غلط فہمیوں کا نتیجہ تھی۔ تاہم حضرت عائشہؓ کو آخر دم تک اس کا بے حد افسوس رہا ہے اور اس کے بعد

Marfat.com

آپ نے اٹھارہ برس کا طویل عرصہ عزلت نشینی میں بسر کیا۔ بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق آپ نے وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ انہیں روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آنحضرت کے ساتھ دفن نہ کیا جائے بلکہ دوسری ازواج مطہرات کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ وہ جب قرآن کی یہ آیت پڑھتی تھیں کہ پیغمبر کی بیویو! اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ بیٹھو تو اس قدر روتی تھیں کہ آنچل تر ہو جاتا تھا۔

آپ کی حیاتِ طیبہ میں مسلمان عورتوں کے لیئے بیش بہا اسباق پوشیدہ ہیں جنہیں زیورِ حیات بنا کر آج بھی ہماری خواتین تاریخ کے اوراق کو اپنے کارناموں سے مزین کر سکتی ہیں۔ اور وقت کی رفتار بدل سکتی ہیں۔ اگر حضرت عائشہؓ کم و بیش پندرہ سو سال پہلے پیکرِ علم و حکمت اور کمالِ فن کا درجہ حاصل کر سکتی تھیں اور پردہ نشینی کے عالم میں علماء و فضلا کی استاد ہونے کا شرف حاصل کر سکتی تھیں تو آج ہماری عورتیں ان کے نقشِ قدم پر چل کر کیا کچھ نہیں کر سکتی ہیں۔ کاش! ہم دوسروں کی اندھی تقلید کی عادت ترک کر کے اپنے گھروں میں بہنے والے دریائے علم و معرفت سے قلب و نظر کی دنیا کو سیراب کر سکیں۔

Marfat.com

حضرتِ حفصہؓ

Marfat.com

إِنَّهَا صَوَّامَةٌ قَوَّامَةٌ (ابن سعد)

آپ سخت روزہ رکھنے والی اور سخت شب بیدار تھیں۔

Marfat.com

حضرت حفصہؓ

آپ کا نام حفصہؓ تھا۔ فاروق اعظم حضرت عمرؓ بن الخطاب کی صاحبزادی تھیں۔ والدہ زینب بنت مظعون ایک مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعونؓ کی بہن تھیں۔ حضرت حفصہؓ کا پہلا نکاح خنیس بن حذافہ سے ہوا جو غزوہ بدر میں بری طرح زخمی ہوئے اور ان زخموں کی وجہ سے انتقال فرما گئے۔ کچھ عرصہ بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی سادہ طریقے سے نکاح ہو گیا۔ امیر معاویہ کی خلافت کے زمانے میں انتقال فرمایا اور وفات کے وقت غابہ جو جائیداد حضرت عمرؓ انکے سپرد کر گئے تھے صدقہ کر کے وقف کر دی۔ آنحضور سے آپ کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

آپ بے حد ذہین اور دینی امور پر کافی عبور رکھتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی تعلیم کا بہت خیال رہتا تھا۔ آپ کثرت سے روزے رکھنے اور راتوں کو جاگ کر عبادت کرنے میں بہت سی ازواج مطہرات سے ممتاز تھیں۔ حدیث ہے کہ وفات کے وقت تک روزے سے رہیں۔ آپ سے ساٹھ کے قریب احادیث مروی ہیں۔

آپ کو اختلافات اور جھگڑے فساد سے سخت نفرت تھی۔ ان کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ مسلمانوں میں باہم اختلافات پیدا نہ ہوں بلکہ وہ باہم اتفاق اور محبت سے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہیں۔ اگرچہ انہوں نے عملی طور پر عام قومی اور ملکی معاملات میں کبھی دخل نہیں دیا۔ تاہم جب بھی کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آتا جس سے امت میں اختلاف کا خطرہ ہوتا تو آپ کو اس سے بہت تکلیف ہوتی۔ جنگ صفین کے بعد جب مسلمانوں میں باہم کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں جن کی وجہ سے حالات قابو سے باہر ہوتے دکھائی دینے لگے تو آپ کے حقیقی بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اسے فتنہ خیال کرتے ہوئے الگ تھلگ رہنے اور گوشہ نشینی

اختیار کرنے کا ارادہ کر لیا کیونکہ وہ ڈرتے تھے کہ کوئی نامناسب قدم اٹھ جانے کے باعث وہ بھی حالات کو خراب کرنے والوں میں شریک خیال نہ کئے جائیں جب حضرت حفصہؓ کو بھائی کے ارادے کا علم ہوا تو انہیں بلا کر کہا کہ اگرچہ ان معاملات میں شریک رہنا ذاتی طور پر تمہارے لئے فائدہ مند نہیں تاہم تمہیں مسلمانوں سے الگ ہو کر گوشہ تنہائی میں نہیں بیٹھنا چاہیئے کیونکہ لوگوں کو تمہاری رائے کا انتظار رہے گا۔ ممکن ہے کہ تمہارے الگ تھلگ رہنے اور موجودہ مسائل میں دخل نہ دینے کی وجہ سے عام مسلمانوں میں اختلاف کی خلیج اور زیادہ وسیع ہو جائے چونکہ فاروق اعظم حضرت عمرؓ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ قریب تھے اس لئے حضرت حفصہؓ کو اس قرب نبوی پر بہت فخر حاصل تھا اور چند ایک مواقع پر انہوں نے اس کا اظہار بھی فرمایا۔ مزاج میں قدرے تیزی تھی اس لئے اپنے خاندانی قرب اور مرتبے کی وجہ سے بعض اوقات سادگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی برابر کا جواب دے دیتی تھیں لیکن ادب واحترام اور عقیدت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا۔ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو سختی سے ڈانٹا اور کہا خبردار! میں تمہیں عذاب الٰہی سے ڈراتا ہوں۔

حضرت حفصہؓ اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں اور آنحضور کے ایک جلیل القدر صحابی اور اسلام کے بطل عظیم کی بیٹی تھیں لیکن زہد و عبادت میں کسی سے پیچھے نہ تھیں انہیں یہ شرف حاصل تھا کہ جب دوسرے لوگ آرام کرتے تھے وہ راتوں کو جاگ کر مجسمہ عجز وانکسار بن کر عبادت کرتی تھیں۔ دن کو مسلسل روزے رکھتی تھیں حتیٰ کہ تا دم آخر یہ امتیازی شان برقرار رہی۔ حضرت حفصہؓ کی یہی وہ خصوصیت تھی کہ اللہ نے انہیں ام المؤمنین ہونے کا شرف عطا فرمایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دامان رحمت میں جگہ دی۔

ہماری ان بہنوں اور بیٹیوں کے لئے جو اپنی خواہشات اور تمناؤں کی پرستش میں گم رہتی ہیں حضرت حفصہؓ کی زندگی میں بہت بڑا سبق پوشیدہ ہے۔

Marfat.com

اُمُّ المساکین حضرتِ زینب رضؓ

جن کی پوری زندگی سخاوت اور فیاضی سے
عبارت تھی

Marfat.com

حضرت زینب رضؓ

نام زینبؓ تھا۔ باپ کا نام خزیمہ بن عبداللہ تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب قریش کے مشہور خاندان عبدمناف تک پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ کا پہلا نکاح عبداللہ بن جحش سے ہوا۔ آپ کے شوہر نے جنگ اُحد میں شہادت پائی تو اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نکاح میں لے لیا۔ ابھی حرم نبوی میں تشریف لائے دو تین مہینے گزرے تھے کہ اپنے خالق سے جا ملیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بعد حضرت زینب ہی نے حضور کے سامنے وفات پائی۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور جنۃ البقیع میں دفن ہوئیں وفات کے وقت آپ کی عمر صرف تیس برس تھی۔

حضرت زینب اس درجہ غریب پرور، مسکین نواز، رحمدل، فیاض اور سخی تھیں کہ آپ ہی کنیت ہی ام المساکین یعنی مسکینوں کی ماں مشہور ہو گئی۔ وہ غریبوں، مسکینوں اور بھوکوں کو کھانا کھلانے میں ہر وقت مصروف رہتی تھیں۔ اور اسی میں انہیں روحانی مسرت ملتی تھی۔ ان کا لقب ہی ان کی حیاتِ طیبہ کا منہ بولتا عنوان ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسروں کی خدمت اور اعانت ہی ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد تھا۔ اگرچہ وہ چند ماہ تک حرم نبوی میں زندہ رہیں مگر ان کی پاکیزہ، سادہ اور جذبۂ ایثار میں ڈوبی ہوئی زندگی انسانیت دوستی کا ایک روشن باب ہے۔ اپنی ضروریات کی پروا نہ کرتے ہوئے حاجتمندوں

Marfat.com

کے کام آنا۔ خود فاقہ سے رہنا مگر بھوکوں کو پیٹ بھر کر کھلانا اور کسی کو خالی ہاتھ مایوس نہ جانے دینا اتنا بڑا وصف ہے کہ اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے آج کہاں ہیں ایسی سراپا سخاوت خواتین جو انکے بنائے ہوئے راستے پر چند قدم بھی چل سکیں۔ جس قوم کو ایسی مائیں اور بہنیں مل جائیں وہ ہمیشہ تاریخ کا رخ بدل دیا کرتی ہیں اور دنیا کی عظمتیں ان کے قدموں پہ سجدہ ریز ہوتی ہیں۔

Marfat.com

حضرتِ اُمّ سلمہؓ

Marfat.com

وہ کامل العقل اور صائب الرائے تھیں (اصابہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات احادیث کا خزانہ تھیں تاہم عائشہؓ اور ام سلمہؓ کا ان میں کوئی مد مقابل نہ تھا۔

(محمود بن لبید)

حضرت ام سلمہ رضہ

آپ کا اصل نام ہند تھا اور کنیت ام سلمہ مشہور تھی۔ خاندانِ مخزوم سے تھیں۔ باپ کا نام ابی امیہ سہیل اور ان کی والدہ عاتکہ بنت عامر بنو فراس سے تھیں۔ آپ کے والد فیاضی اور دریا دلی کی وجہ سے زاد الراکب کے نام سے مشہور تھے کیونکہ وہ جب بھی سفر پر جاتے تو پورے قافلے کے اخراجات خود برداشت کرتے تھے آپ کا پہلا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی عبداللہ بن عبدالاسد سے ہوا۔ آغاز نبوت میں شوہر کے ساتھ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئیں۔ اسلام لانے کے بعد حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ واپسی کے کچھ عرصہ بعد دوبارہ مدینے کی طرف ہجرت فرمائی چنانچہ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والی پہلی خاتون ہیں۔ جب انہوں نے اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کا قصد کیا تو ان کے خاندان والوں نے سختی سے روک دیا۔ چنانچہ ان کے شوہر بیوی اور بچے سلمہ کو چھوڑ کر تنہا چلے گئے یہ روزانہ گھر سے باہر نکل کر رویا کرتی تھیں۔ آخر کئی دن کے بعد خاندان والوں نے ترس کھا کر انہیں جانے کی اجازت دی تو تنہا روانہ ہو گئیں۔ کعبہ کے کلید بردار عثمان بن طلحہ نے انہیں تنہا جاتے دیکھا تو از راہِ ہمدردی ساتھ ہو لیا۔ راستے میں جب پڑاؤ ہوتا تو وہ اونٹ کھڑا کر کے کسی درخت کے نیچے چلا جاتا۔ جب روانگی کا وقت آتا تو اونٹ پر کجاوہ رکھ کر ہٹ جاتا۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایسا شریف آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ وادی قبا کے نزدیک عثمان انہیں چھوڑ کر واپس چلا گیا جب وہاں لوگوں کو معلوم ہوا کہ ابو امیہ ایسے معزز رئیس کی بیٹی اس حالت میں ہجرت کر کے آئی ہے تو انہیں سخت حیرت ہوئی۔ ہجرت کے چوتھے سال ان کے شوہر وفات

Marfat.com

پا گئے۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہؓ نے وفات پائی تو میں نے وہ بات یاد کی جس کو وہ مجھ سے بیان کیا کرتے تھے اور میں نے دعا شروع کی تو جب میں یہ کہنا چاہتی کہ خداوندا! مجھے ابوسلمہ سے بہتر جانشین دے تو دل کہتا کہ ابوسلمہؓ سے بہتر کون مل سکتا ہے؟ لیکن میں نے دعا کو پڑھنا شروع کر دیا تو ابوسلمہؓ کے جانشین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔ عدت کے بعد جب حضرت عمرؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نکاح کا پیغام دیا تو حضرت ام سلمہؓ نے جواب میں فرمایا کہ کچھ عذر ہیں۔ میں بڑی غیرت مند عورت ہوں، پھر میرے بچے ہیں اور میری عمر بھی کافی ہے مگر رحمۃ للعالمین نے سب عذر قبول فرما لیے۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ کے لڑکے عمر نے خطبۂ نکاح پڑھا اور آپ ام المومنین کے زمرے میں شامل ہو گئیں۔ عمر بھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑے ذوق و شوق سے خدمت کرتی رہیں۔ آنحضرت جب ان کے مکان میں تشریف لاتے تو حضرت ام سلمہؓ کا بستر آپ کے جانماز کے سامنے بچھا تھا حضرت ام سلمہؓ نے اپنے غلام حضرت سفینہ کو اس شرط پر آزاد کیا تھا کہ جب تک سرور دو عالم زندہ رہیں ان کی خدمت لازمی ہوگی۔

حضرت ام سلمہؓ کے فہم و فراست کی مؤرخین نے بہت تعریف کی ہے صلح حدیبیہ میں جب آنحضرت نے کفار مکہ سے صلح کر لی اور صلح کی شرائط عام مسلمانوں کے نزدیک اچھی نہ تھیں اس لیے لوگ کچھ کبیدہ خاطر تھے۔ آپ نے لوگوں کو قربانی کرنے کا حکم دیا مگر سب لوگ افسردگی کے عالم میں بیٹھے رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر آکر حضرت ام سلمہؓ سے ذکر کیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں بلکہ باہر نکل کر خود قربانی کریں اور احرام اتارنے کیلئے بال منڈوائیں۔ آپ کے ایسا کرنے سے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہیں بدل سکتا چنانچہ سب نے اسی وقت آنحضور کی تقلید کی اور ہر شخص ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرنے لگا۔ بظاہر تو یہ معمولی سا واقعہ ہے مگر حقیقت میں حضرت ام سلمہؓ نے اپنی خداداد ذہانت سے ایک بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ عام لوگوں کی نفسیات کو کس گہرائی سے سمجھتی تھیں۔ اکثر بزرگ مؤرخین نے لکھا ہے کہ

Marfat.com

عورتوں کی ساری تاریخ اصابتِ رائے کی ایسی شاندار مثال پیش نہیں کر سکتی۔ ۱۱ھ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سخت علیل ہوئے اور طبیعت بہت زیادہ خراب ہوئی تو حضرت ام سلمہؓ چیخ اٹھیں، سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور کہا۔ یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔ ایک روز حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ام حبیبہؓ نے حبشہ کے گرجوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہاں مجسمے اور تصویریں ہوتی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں میں جب کوئی نیک انسان مرتا ہے تو وہ اس کے مدفن کو عبادتگاہ بنا لیتے ہیں اور اس کا بت بنا کر اس میں کھڑا کرتے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک یہ لوگ بدترین مخلوق ہوں گے۔ ۶۱ھ میں حضرت ام سلمہؓ نے خواب میں دیکھا کہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نہایت پریشان حالت میں تشریف لائے ہیں۔ سر اور ریشِ مبارک پر غبار پڑا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا حال ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا کہ حسین کے مقتل سے آ رہا ہوں۔ حضرت ام سلمہؓ جب بیدار ہوئیں تو آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے اور بے تاب ہو کر فرمایا کہ اہل عراق نے حسینؓ کو شہید کر دیا۔ خدا ان کو قتل کرے۔ انہوں نے حسینؓ کو ذلیل کیا۔ خدا ان لوگوں پر لعنت کرے۔

۶۳ھ میں حضرت ام سلمہؓ نے ۸۴ برس کی عمر میں وفات پائی۔ ان دنوں ولید بن عقبہ مدینہ کا گورنر تھا چونکہ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ وہ میرے جنازے کی نماز نہ پڑھائے اس لئے وہ جنگل کی طرف نکل گیا اور اپنی جگہ حضرت ابو ہریرہؓ کو بھیج دیا۔

آپ کا علمی مرتبہ بہت بلند تھا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز میں قرآن پڑھ سکتی تھیں۔ علمِ حدیث میں حضرت عائشہؓ کے علاوہ کوئی ان کا مدمقابل نہ تھا۔ انہیں محدثین صحابہ کے تیسرے طبقے میں شامل کیا جاتا ہے۔ وہ مجتہد تھیں اور ان کی رائے بڑی صائب اور وزنی ہوتی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اگر ان کے فتاویٰ جمع کئے جائیں تو کتاب بن سکتی ہے۔ اس سلسلے میں ان کی خاص فضیلت یہ ہے کہ ان کے فتووں پر بالعموم سب اتفاق کرتے ہیں اس سے ان کی عقل و دانش، فہم و تدبر، قوتِ فیصلہ اور نکتہ سنجی کا ثبوت ملتا ہے۔ انہوں نے کئی ایک کبارِ صحابہ کے فیصلوں کی اصلاح کی ہے جن کا ذکر اکثر کتابوں میں ملتا ہے۔ جن

مشہور و معروف بزرگوں نے حضرت ام سلمہؓ سے علمِ حدیث حاصل کیا ان کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر عبدالرحمان بن ابوبکرؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ۔ عبداللہ بن رافعؓ۔ حضرت سعید بن مسیبؒ اور عروہ بن زبیرؒ بہت مشہور ہیں۔

حضرت ام سلمہؓ بے حد پاکباز، زاہدہ اور عابدہ تھیں۔ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھتی تھیں۔ یہ شرف ان ہی کو حاصل ہے کہ آیۂ تطہیر ان کے گھر میں نازل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ، حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ کو بلا کر کمبل اوڑھایا اور فرمایا۔ خدایا! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے ناپاکی کو دور کر اور ان کو پاک کر۔ جب حضرت ام سلمہؓ نے سنا تو عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ان کے ساتھ شریک ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ تم اپنی جگہ پر ہو اور اچھی ہو۔

حضرت ام سلمہؓ خصوصیت کے ساتھ سنتِ نبوی کی سختی سے پابندی کرتی تھیں اور عام روزمرّہ کی باتوں میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کو پیشِ نظر رکھتی تھیں۔

حضرت ابوسلمہؓ کا یہ شرف ہی کم نہیں کہ وہ شہنشاہ کونین کی محبوب زوجہ مطہرہ تھیں مگر آغوشِ اسلام میں آنے کے بعد اللہ نے انہیں علم و فضل، تقوےٰ و طہارت، وسعتِ قلب و نظر، اصابت رائے اور بے مثل فہم و فراست کی جس دولت سے نوازا اور صحبتِ نبی میں رہنے سے جس طرح یہ جوہر چمکے وہ ہماری تاریخ کا لازوال سرمایہ ہیں۔ ان کے پاکیزہ کردار و عمل کی ایک معمولی سی جھلک آج بھی ہماری دنیا کو بدل سکتی ہے۔ ان بلند رتبہ بزرگ اور پاک خواتین نے جیدّ عالم صحابہ اور فضلاء کے سینوں کو علمِ دین کی تجلیات سے معمور کر دیا اور وہ ہمیشہ اسی سعادت پر نازاں رہے۔ ان حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے مسلمان عورتیں خود سوچ سکتی ہیں کہ وہ اگر اللہ اور رسول کے عشق میں گم ہو کر کندن بن جائیں تو آج بھی فرشِ خاک سے لے کر عالمِ نور تک کے بلند ترین مراتب اور درجات ان کے چشم براہ ہیں۔ کاش! یہ اس شمعِ نور سے اپنے نہاں خانۂ دل کو روشن کر سکیں۔

حضرت زینب رضؓ بنت جحش

"میں نے کوئی عورت زینبؓ سے زیادہ دین دار، زیادہ پرہیزگار، زیادہ راست گفتار، زیادہ فیاض، سخی، مخیّر اور خدا کی رضا جوئی میں زیادہ سرگرم نہیں دیکھی۔"

(حضرت عائشہؓ)

"حضرت زینب نیک خو، روزہ دار اور نماز گذار تھیں۔"

(حضرت ام سلمہؓ)

Marfat.com

حضرت زینب رضؓ بنت جحش

حضرت زینبؓ قریش کے خاندان اسد بن خزیمہ سے تھیں۔ والد کا نام جحش اور والدہ اُمیمہ عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔ اس لحاظ سے حضرت زینبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ نبوّت کے ابتدائی دور میں مسلمان ہوئیں۔ آپ کا پہلا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور متبنّٰی زید بن حارثہؓ سے ہُوا اگرچہ حضرت زینبؓ قریش کے معزز ترین اور باعظمت خاندان کی چشم و چراغ تھیں۔ اور ان کا خاندان کعبہ کا متولی ہونے کے باعث پورے عرب میں شاہانہ وقار کا حامل تھا۔ مگر اسلام نے نسب و نسل کی بلندیوں کا بت چکنا چور کر کے مسلمانوں کو مساوات کی تعلیم دی تھی اسلام کے نزدیک صرف تقوےٰ اور دینداری ہی شرف و بزرگی کا معیار رہا ہے۔ اس کی نگاہ میں امیر و غریب، بلند و پست، گورا اور کالا سب برابر ہیں۔ تہذیب و تمدن میں حیرت انگیز ترقی کر لینے کے باوجود دائرہ اسلام سے باہر رہنے والی دنیا آج بھی انسان کو یہ عظمت نہیں دے سکی۔ یہ شرف حضرت زینب بنت جحشؓ کو حاصل ہے کہ انہوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن ہونے اور عرب کے ممتاز ترین گھرانے سے متعلق ہونے کے باوجود ایک غلام سے شادی کر لی۔ حضرت زید بن حارثہؓ اگرچہ دوسروں کی نظر میں ایک غلام تھے مگر متقی اور صالح ہونے کی حیثیت میں وہ اسلام کے نزدیک کسی عالی نسب رئیس اور بادشاہ سے زیادہ معزز اور لائقِ احترام تھے۔ تاریخ اسلام میں اس شادی کو اس لئے بے پناہ اہمیت حاصل ہے کہ

حضرت زینبؓ کی ذاتِ گرامی عملی طور پر نسلی تفاخر اور خاندانی تکبر کے صنم خانے کو پیوندِ زمین کرنے کا باعث بنی اور اسلام کا نظریۂ مساوات قلب و ذہن کی گہرائیوں میں پیوست ہوگیا۔ یہ زریں مثال حضرت زینبؓ نے قائم کر کے آنے والی نسلوں کے لیئے ایک مشعل روشن کر دی۔ جس کی روشنی میں بعد کے کئی غلاموں نے شہزادیوں سے شادیاں کیں اور تخت و تاج کے وارث بنے تاریخ ہند میں تو خاندان غلامان کی حکومت کا ایک باب موجود ہے۔ حضرت زینب کی شادی کو ابھی بمشکل ایک سال ہی گزرا تھا کہ میاں بیوی میں شکر رنجی شروع ہوگئی۔ چونکہ حضرت زیدؓ طبیعت کے لحاظ سے بہت زود رنج اور درویش منش تھے مگر حضرت زینبؓ کی طبیعت میں قدرے تیزی تھی اس لیئے دن بدن تلخی بڑھتی گئی آخر ایک روز زیدؓ نے دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ زینبؓ ان سے زبان درازی کرتی ہیں۔ اس لیئے وہ انہیں طلاق دینا چاہتے ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بار بار سمجھاتے رہے اور کوشش فرماتے رہے کہ میاں بیوی میں ناچاقی ختم ہو جائے مگر زیدؓ طلاق دینے پر مصر رہے جب مصالحت کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی تو زیدؓ نے انہیں طلاق دے دی بعض اسلام دشمن مؤرخین نے دبی زبان میں اس علیحدگی کو اسلام کے نظریۂ مساوات کی ناکامی قرار دینے کی کوشش کی ہے حالانکہ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ اسلام کا یہ کامل اور جامع نظریہ اس کی تعلیمات سے پوری طرح ہم آہنگ ہے اور آج تک اپنی جگہ پر موجود ہے۔ اس کی صداقت اور بنیادی اہمیت مسلم ہے۔ اسلام نے ساڑھے چودہ سو سال قبل انسان کو جس عظمت سے ہم کنار کیا تھا اور جس فیصلہ کن انداز میں طبقاتی امتیازات کو ہمیشہ کے لیئے ختم کر دیا تھا۔ یورپ کی ترقی یافتہ تہذیب کا دامن آج بھی اس سے خالی ہے۔ اور موجودہ دور اس حسین خواب کی تعبیر کے لیئے ترس رہا ہے جہاں تک حضرت زینبؓ اور زیدؓ کی علیحدگی کا تعلق ہے۔ وہ صرف طبیعتوں کے اختلاف کا

Marfat.com

نتیجہ تھا۔ ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ کئی اعلٰے خاندانی شادیوں کے انجام بھی انتہائی افسوسناک ہوتے ہیں۔ پھر صدیوں بعد کئی ایسی مشہور اور تاریخی شادیاں ہوئیں جو بیحد کامیاب ثابت ہوئیں۔

ایام جاہلیت میں عربوں کا یہ عام دستور تھا کہ وہ منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کا درجہ دیتے تھے۔ اور ان کے نزدیک متبنٰی کی بیوی سے شادی کرنا جائز نہ تھا۔ مگر اسلام نے اس قسم کے رشتوں کو خونی رشتوں کے برابر تسلیم نہیں کیا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدعت کو عملی طور پر ختم کرنے اور حضرت زینب کی دلجوئی کے لئے حضرت زیدؓ کو شادی کا پیغام دے کر بھیجا۔ جب زیدؓ ان کے گھر پر آئے تو وہ آٹا گوندھ رہی تھیں۔ انہوں نے منہ پھیر کر کہا "زینبؓ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ حضرت زینبؓ نے جواب دیا کہ میں استخارہ کئے بغیر کوئی رائے قائم نہیں کیا کرتی۔ یہ کہا اور جانماز پر کھڑی ہوگئیں۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔ چنانچہ حضرت زینبؓ نے رضامندی کا اظہار کر دیا تو نکاح ہوگیا۔ اور آپ بھی ام المومنین کے لقب سے سرفراز ہوئیں۔ شادی کے بعد دعوتِ ولیمہ ہوئی جس میں تین صد کے قریب لوگ شریک ہوئے۔ اسی دعوت میں آیت حجاب نازل ہوئی اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اے ایمان والو! نبی کے گھروں پر مت جایا کرو۔ مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جائے۔ اس طرح کہ تم اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو۔ لیکن جب تم کو بلایا جائے تب جایا کرو۔ پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو۔ اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو اس بات سے نبی کو ناگواری پیدا ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ تعالے صاف بات کہنے سے لحاظ نہیں کرتا۔ تو جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر مانگو۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے

پر پردہ لٹکا دیا۔ آیتِ حجاب کا تعلق اگرچہ حضرت زینبؓ کی دعوتِ ولیمہ سے ہے لیکن یہ مجلسی آداب و اطوار کا ایک حسین مرقع بھی ہے جس کا ہر ایک لفظ تہذیب و شائستگی اور شرافت کا سبق دیتا ہے۔

حضرت زینبؓ نے ۲۰ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر ترپن برس کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ازواج مطہرات میں آپ نے سب سے پہلے انتقال فرمایا۔ حضرتِ عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حضرت زینبؓ ازواج مطہرات میں ممتاز درجہ رکھتی تھیں چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ازواج میں سے وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں عزت و مرتبہ میں برا مقابلہ کرتی تھیں۔ ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہؓ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ میں نے کوئی زینبؓ سے زیادہ دیندار، زیادہ پرہیزگار، زیادہ راست گفتار، زیادہ فیاض، سخی، مخیر اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے میں زیادہ سرگرم نہیں دیکھی۔ فقط مزاج میں ذرا تیزی تھی جس پر ان کو بہت جلد ندامت بھی ہوتی تھی۔

زہد و عبادت اور تقویٰ و پرہیزگاری کا ایک نمونہ تھیں۔ صبر و قناعت اور فیاضی میں وہ بہت ممتاز تھیں۔ سخاوت اور دریا دلی میں ان کا درجہ بہت ہی بلند تھا چنانچہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ ازواج مطہرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ازواج میں سے سب سے پہلے کون ان سے ملے گی تو آپ نے فرمایا کہ تم میں مجھ سے جلد وہ ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہوگا۔ ازواج نے اس ارشاد سے عام معنی اخذ کرتے ہوئے اپنے ہاتھ ناپنا شروع کر دیئے مگر جب وصالِ نبوی کے بعد سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا تو ان کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد

Marfat.com

سخاوت تھی۔ اس سے ان کی فیاضی کا حال بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ وہ اپنی محنت سے جو کچھ کماتی تھیں وہ بھی راہِ خدا میں لٹا دیتی تھیں۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ان کا وظیفہ ارسال فرمایا تو انہوں نے اس پر کپڑا ڈال دیا اور برزہ بنت رافع سے کہا کہ اسے میرے اقرباء اور یتیموں میں تقسیم کر دو۔ جب سب درہم تقسیم ہو چکے تو آپ نے دعا کی کہ اے پروردگار! اس کے بعد میں حضرت عمرؓ کے عطیہ سے فائدہ نہ اٹھاؤں چنانچہ دعا قبول ہوئی اور اسی سال رحلت فرمائی۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت زینبؓ نے وفات پائی تو مدینہ کے محتاجوں اور مسکینوں میں کہرام مچ گیا اور وہ گھبرا گئے۔

حضرت زینبؓ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ان کے نکاح سے اسلام کا نظریہ مساوات عملی طور پر قائم ہوا اور انسانیت نے عظمت و رفعت کا ایک نیا سبق سیکھا۔ جاہلیت کی یہ رسم ختم ہوئی کہ متبنیٰ حقیقی بیٹے کے برابر حیثیت رکھتا ہے۔ نکاح کے لئے وحی الٰہی نازل ہوئی۔ دعوت ولیمہ میں سادگی کے ساتھ حسنِ تکلف کی آمیزش ہوئی اور پردہ کا حکم نازل ہوا۔ اگرچہ وقت اور انسان دونوں بہتے پانی کی طرح گزر جانے والی چیزیں ہیں۔ وقت بھی گزر جاتا ہے اور انسان بھی اپنی حیاتِ مستعار کے دن پورے کر کے ہمیشہ کے لئے آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ مگر نیکی، صداقت، پارسائی اور بلند اوصاف کی طاقت سے وہ صفحۂ ہستی پر ایسے نقوش مرتسم کر سکتا ہے کہ روز قیامت تک وہ ماہتاب و آفتاب بن کر چمکتے رہیں۔ اور دنیا ان سے روشنی حاصل کرتی رہے۔ حضرت زینبؓ کی پاک اور درخشندہ زندگی ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ حیاتِ جاوید کا راز صرف پاکیزہ کردار اور اعلیٰ اوصاف میں پوشیدہ ہے۔ اور یہ دولت ہمیں قرآن حکیم اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لازوال خزانے سے ہی مل سکتی ہے۔ انسان فانی ہے۔ وہ فنا ہو جاتا ہے۔ مگر اس کے اوصافِ حمیدہ افقِ زندگی پر ہمیشہ ستاروں کی طرح جگمگاتے

Marfat.com

رہتے ہیں۔ یوں تو دنیا میں لاکھوں کروڑوں ایسی خواتین ہو گزری ہیں جنہوں نے
بادشاہوں اور شہنشاہوں کے محلات میں جنم لیا یا انہیں آباد رکھا اور اپنی چند روزہ
زندگیاں عیش و عشرت میں بسر کیں مگر آج ان کی بہت بھاری اکثریت کا کسی کو علم تک
نہیں۔ کوئی ان کے ناموں تک سے واقف نہیں تو ان کے جاہ و جلال کو مٹی کے ذروں
نے اپنے اندر جذب کر کے خاکِ راہ بنا دیا مگر اس کے برعکس کاشانۂ نبوت کو آباد
رکھنے والی ان مقدس اور عفت مآب ہستیوں کو دیکھئے کہ فقر و استغناء کے سائے
میں زندگیاں بسر کرنے کے بعد آج ایک عالم ان کے سیرت و کردار کے غیر فانی نور سے
جگمگا رہا ہے۔ ان کا نام سنتے ہی تاریخ کا سر ادب و احترام سے جھک جاتا ہے۔
اور امتِ مسلمہ ان سے دینی نسبت ہونے کی وجہ سے فخر کرتی ہے۔ مسلمان عورتیں
کتنی خوش قسمت ہیں کہ انہیں ایسی شاندار روایات اور عزّ و شرف کا خزانہ وراثت میں
ملا ہے۔ کاش! وہ اپنے کو اس کا اہل ثابت کر سکیں اور دنیا پر یہ ثابت کرنے کے
قابل ہو سکیں کہ مسلمان عورت آج بھی مشعلِ نور تھام کر اجالوں کی پیامبر بن سکتی ہے۔

Marfat.com

حضرت جویریہ رض

Marfat.com

میں نے کسی عورت کو جویریہؓ سے بڑھ کر اپنی قوم کے
حق میں مبارک نہیں دیکھا۔ ان کے سبب سے بنو مصطلق
کے سینکڑوں گھرانے آزاد کر دیئے گئے۔

(حضرت عائشہؓ)

Marfat.com

حضرت جویریہؓ

حضرت جویریہؓ کا اصل نام بَرّہ تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے
بدل کر جویریہ رکھ دیا۔ آپ قبیلہ خزاعہ کے خاندان مصطلق سے تھیں۔ آپ کے
والد حارث بن ابی ضرار اپنے قبیلے کے سردار تھے۔ حضرت جویریہؓ کا پہلا نکاح
اپنے قبیلے کے ایک نوجوان مسافع بن صفوان سے ہوا۔ آپ کے والد حارث اور
شوہر دونوں اسلام کے مشہور دشمنوں میں سے تھے۔ ۵ھ میں حارث نے قریش کی
شہ پر مسلمانوں سے جنگ کرنے کی خاطر تیاریاں شروع کر دیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ نے تحقیقات کے بعد صحابہ کو مقابلے کے لئے تیار
ہونے کا حکم دیا چنانچہ اسی سال شعبان میں اسلامی فوج مدینہ سے روانہ ہوئی اور
مریسیع نامی مقام پر قیام کیا۔ حارث کو پہلے سے اسلامی فوج کی روانگی کا علم ہو چکا
تھا اور بہت سے لوگ اس کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ چکے تھے۔ یہ صورتِ حال دیکھ
کر حارث بھی کسی جگہ روپوش ہو گیا مگر مریسیع کے باشندوں نے مسلمانوں کے خلاف
صف آرا ہو کر لڑنا شروع کیا لیکن وہ پہلے ہی حملے میں پسپا ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے
کئی آدمی مارے گئے اور باقی گرفتار ہو گئے۔ حضرت جویریہؓ بھی ان جنگی قیدیوں میں
شامل تھیں۔ جب تمام قیدی لونڈی غلام بنا کر لوگوں میں تقسیم کئے گئے تو حضرت جویریہؓ
ثابت بن قیس کے حصّہ میں آئیں۔ آپ نے ثابت سے درخواست کی کہ وہ کچھ روپیہ
لے کر اپنے حق سے دستبردار ہو جائیں۔ ثابت نے ان کے بدلہ میں نو اوقیہ سونا طلب

Marfat.com

کیا۔ حضرت جویریہؓ کے پاس اتنا روپیہ نہیں تھا۔ چنانچہ انہوں نے لوگوں سے بطور امداد روپیہ جمع کرنے کا ارادہ کیا۔ اس سلسلے میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں تو آپؐ نے انہیں نکاح کا پیغام دیا اور تمام روپیہ اپنی گرہ سے ادا کرنے کی پیشکش فرمائی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت جویریہؓ کو کنیز بنا کر مدینہ لایا گیا۔ تو ان کا باپ حارث دربارِ نبوی میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ اس کی بیٹی کو آزاد کر دیا جائے کیونکہ وہ عرب کے ایک رئیس کی بیٹی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے کو حضرت جویریہؓ کی مرضی پر چھوڑ دیا اس کے بعد حارث حضرت جویریہؓ کے پاس آیا اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ نے یہ معاملہ تمہاری مرضی پر چھوڑ دیا ہے۔ میں باپ کی حیثیت سے تمہارے پاس آیا ہوں دیکھو! مجھے ذلیل و رسوا نہ کرنا مگر حضرت جویریہؓ نے جواب دیا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنا چاہتی ہوں اور واپس جانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی چنانچہ حارث سخت مایوس ہوا اور خاموشی سے واپس چلا گیا اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہؓ سے نکاح کر لیا۔ ایک دوسری روایت میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت جویریہؓ کے باپ حارث نے ان کی طرف سے زرِ فدیہ ادا کر کے آزاد کرایا تھا اور اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی۔ اس کے فوراً بعد حضرت جویریہؓ کے قبیلے کے تمام جنگی قیدی رہا کر دیئے گئے۔ جن لوگوں کے حصے میں یہ قیدی آئے تھے انہوں نے کہا کہ جس خاندان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کر لی وہ غلام نہیں رہ سکتا چنانچہ حضرت عائشہؓ نے روایت ہے کہ میں نے کسی عورت کو جویریہؓ سے بڑھ کر اپنی قوم کے حق میں مبارک نہیں دیکھا کیونکہ ان کی وجہ سے بنو مصطلق کے سینکڑوں لوگ آزاد کر دیئے گئے۔

Marfat.com

حضرت جویریہؓ بھی دیگر امہاتِ مومنین کی طرح اپنے وقت کا بیشتر حصّہ زہد و عبادت میں بسر کرتی تھیں۔ ان کا قلب مبارک ہر وقت ذکرِ الٰہی سے معمور رہتا اور عبادت کا اتنا زیادہ شوق تھا کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو صبح کے وقت اللہ کی یاد میں مصروف دیکھا۔ جب دوپہر کو واپس تشریف لائے تو حضرت جویریہؓ کو اسی حالت میں پایا چنانچہ آپ نے انہیں ایک دعا سکھادی اور فرمایا کہ اتنی دیر عبادت کی جگہ یہ دعا پڑھ لیا کرو۔

علم و فضل میں بھی آپ کا درجہ بہت بلند تھا۔ ان سے کئی احادیث مروی ہیں۔ حضرت جابرؓ، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت مجاہدؒ جیسے جلیل القدر بزرگوں نے ان کے علم و فضل سے فیض حاصل کیا اور ان کی علمی فضیلت کا اعتراف کیا۔

آپ کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی۔ انہیں ہر وقت یہی خیال رہتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کا کوئی موقع ضائع نہ ہو جائے۔ باری کے روز جب آنحضرت ان کے مکان پر تشریف لاتے تو وہ بڑی محنت سے اچھے اچھے کھانے پکا کر پیش کرتی تھیں اور انہیں ہر ممکن آرام پہنچانے کی فکر میں رہتی تھیں۔ ۵۰ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ وفات کے وقت آپ کی عمر پینسٹھ برس کے قریب تھی۔

حضرت جویریہؓ کی زندگی کا یہ پہلو کس قدر عجیب ہے کہ قبول اسلام سے قبل وہ مسلمانوں کی سخت دشمن تھیں۔ ان کے چاروں طرف کفر و شرک کا اندھیرا چھایا ہوا تھا اور ان کے خاندان کے تمام لوگ اسلام کو ملیا میٹ کرنے کے لئے شمشیر بکف رہتے تھے۔ مگر جب اسیری کی حالت میں انہیں مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور اس کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب نصیب ہوا تو ان کی دنیا میں انقلاب برپا ہو گیا۔ ان کا دل نورِ ایمان سے جگمگا اٹھا اور آنکھوں کے سامنے

Marfat.com

سے کفر و ضلالت کا پردہ اٹھ گیا۔ اس کے بعد ان کے باپ نے خاندانی عزت و آبرو اور اپنی ناموس کا واسطہ دے کر انہیں اسی ظلمت کدے میں واپس لے جانا چاہا لیکن بادۂ توحید سے سرشار بیٹی نے صاف انکار کر دیا انہوں نے ایک لمحہ کے لئے بھی یہ نہ سوچا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں رہ کر دنیاوی عیش و آرام اور رئیسانہ زندگی کے ٹھاٹھ باٹھ سے محروم ہو جائیں گی بلکہ انہوں نے راہ ہدایت پر رہتے ہوئے فقر و فاقہ کی بے سر و سامان زندگی کو ترجیح دی۔ یہ اللہ کے نیک بندوں اور ایمان والوں کی چند روزہ صحبت اور ہم نشینی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے عورت ہوتے ہوئے بھی عیش و طرب کی پرآسائش زندگی کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور اس کے بعد زہد و عبادت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ بے شک سیدھے راستے پر چلنے والے نیک لوگوں کی صحبت انمول دولت ہے۔ اس لئے دوستی اور ہم نشینی کے لئے ہمیشہ ایسے لوگوں کو منتخب کرنا چاہیئے جو اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر چلتے ہوں اور نکوکار ہوں۔

حضرت اُمّ حبیبہؓ

صبر و استقلال اور ایمان و استقامت کا پیکر تھیں۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، سنت کا اتباع اور
نیک مزاجی ان کا خاص وصف تھا۔

Marfat.com

حضرت امّ حبیبہؓ

آپ کا نام رملہ اور کنیت ام حبیبہؓ مشہور تھی۔ مکہ کے مشہور سردار ابوسفیان بن حرب کی بیٹی تھیں اور حضرت امیر معاویہؓ کی حقیقی بہن تھیں۔ والدہ کا نام صفیہ بنت ابوالعاص تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب قصی بن کلاب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے اس لحاظ سے ماں اور باپ دونوں طرف سے انتہائی معزز اور نجیب تھیں۔ قدرت نے حضرت ام حبیبہؓ کو حسن سیرت اور نیک فطرت کے ساتھ حسن صورت کی دولت بھی بڑی فیاضی سے عطا کی تھی چنانچہ آپ کا باپ ابوسفیان کہا کرتا تھا کہ میرے ہاں عرب کی حسین تر اور جمیل تر عورت موجود ہے۔ آپ کی پہلی شادی قبیلہ بنو اسد کے ایک بہادر نوجوان عبید اللہ بن جحش سے ہوئی اگرچہ ان کا باپ کفار مکہ کا سردار تھا اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں بھی ہمیشہ پیش پیش رہتا تھا۔ اس نے اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکالیف دینے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی مگر نیرنگئ دوراں دیکھئے کہ اسی دشمنِ اسلام کی وہ فرشتہ خصلت بیٹی جس کے حسن و جمال پر وہ فخر کیا کرتا تھا اپنے خاوند کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہوگئی۔ حالانکہ یہ وہ پُرآشوب دور تھا جب مکہ کے در و دیوار مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ اور کفار نے کمزور اور نہتے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ اس وقت دعوتِ حق پر لبیک کہنا دنیا بھر کی تکالیف اور مصائب سے ہم آغوش ہونا تھا مگر اللہ نے سردارِ مکہ

Marfat.com

ابو سفیان کے گھر میں شمع ایمان و صداقت روشن کر کے دنیا پر واضح کر دیا کہ حق کی قدسی آواز دلوں کو اس طرح مسخر کرتی ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

اسلام لانے سے پہلے ابو سفیان کی لخت جگر ام حبیبہؓ اس کی عزت و ناموس کا نشان تھیں وہ بڑے فخر کے ساتھ اپنی بیٹی کا ذکر کیا کرتا تھا اور حضرت ام حبیبہؓ شہزادیوں کی سی زندگی بسر کرتی تھیں۔ گھر میں دولت کی ریل پیل تھی۔ دنیا کی ہر نعمت میسر تھی۔ عیش و آرام کے تمام سامان موجود تھے۔ ہر قسم کی آسائشیں فراہم تھیں۔ لوگ ابو سفیان کی بیٹی سمجھ کر سر آنکھوں پر بٹھاتے تھے۔ رشتہ دار، احباب اور قبیلے کی عورتیں ان کی ہم نشینی پر فخر کرتی تھیں۔ دنیوی جاہ و جلال اور آرام و آسائش کے کون سے لوازمات تھے جو اس بلند مرتبہ نجیب الطرفین خاتون کو نصیب نہ تھے۔ اس کے برعکس غریب اور فاقہ کش مسلمانوں کے لئے آزادی سے سانس لینا دشوار ہو رہا تھا۔ جب حضرتِ ام حبیبہؓ اپنے شوہر کے ساتھ حق پرستوں کی اس جماعت میں شامل ہوئیں تو ان سے بھی زندگی کا سکھ اور چین تک چھین لیا گیا۔ کیونکہ ان کے باپ ابو سفیان کے لئے یہ انتہائی ندامت اور شرم کی بات تھی۔ کہ اس کی چہیتی بیٹی اور داماد اس کے سامنے سینہ سپر ہو گئے تھے۔ چنانچہ مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد انہیں دوسروں سے زیادہ تکالیف کا شکار ہونا پڑا باپ اور دوسرے قریبی رشتہ دار خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ خدمت گاروں اور ادب و تعظیم سے سر جھکانے والوں نے ڈر اور خوف کے باعث منہ موڑ لیے۔ آرام و راحت کا دور ایک بھولا بسرا خواب بن گیا۔ چاروں طرف سے فاقہ و افلاس، بے چارگی، کس مپرسی اور رنج و مصیبت نے گھیر لیا۔ مگر ہمت و استقلال کی اس پیکر اور ایمان و استقامت کی پتلی نے انتہائی خندہ پیشانی سے ہر ظلم برداشت کیا۔ تمام تکالیف سہیں اور بڑی بہادری کے ساتھ ان ناقابل برداشت حالات کا

مقابلہ کیا۔ جب ظلم وستم کی انتہا ہوگئی اور ان کا اپنا مولد ومسکن ان کے لیئے ذلّت ناک جہنم بن گیا تو اللہ کی طرف سے حبشہ کی جانب ہجرت کا حکم نازل ہوا چنانچہ دوسرے مسلمان مہاجرین کے ساتھ حضرت ام حبیبہؓ اور ان کے شوہر بھی حبشہ روانہ ہوگئے۔ جہاں کے بادشاہ نجاشی نے انہیں پناہ دی۔ شاید ابھی رنج ومصیبت اور آزمائش کا دور ختم نہ ہوا تھا کہ حبشہ میں کچھ عرصہ بعد ان کے خاوند عبیداللہ بن جحش کا انتقال ہوگیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حبشہ پہنچ کر آپ کے خاوند نے عیسائی مذہب قبول کر لیا اور آزاد زندگی بسر کرنا شروع کر دی۔ وہ کثرت سے شراب پینے لگے اور آخر ان کا انتقال ہوگیا۔ مگر حضرت ام حبیبہؓ نے غریب الوطنی کے باوجود مرتد ہونے سے انکار کر دیا اور سختی کے ساتھ راہِ ہدایت پر گامزن رہیں۔ وطن سے دور، اعزّہ واحباب اور اہل وطن سے بچھڑ کر پرائے دیس میں حضرت ام حبیبہؓ کے لیئے اس سے بڑا صدمہ اور کیا ہو سکتا تھا مگر ان کے پائے استقلال کو جنبش تک نہ ہوئی اور وہ خدا کے فضل وکرم سے اس کڑی آزمائش میں بھی کانٹے کے تول پوری اتریں۔ یہ وہی رملہ یعنی ام حبیبہؓ تھیں جنہوں نے ناز ونعم کے گہوارے میں پرورش پائی تھی اور لاڈ پیار کے جھولے میں بچپن گزارا تھا۔ انہوں نے صبر واستقلال کے ساتھ ان تمام مصائب کو برداشت کیا۔ اور کبھی اف تک نہ کی۔ آخر اس بلند کرداری اور صبر کے انعام کا دن بھی آپہنچا۔ شوہر کی وفات کے بعد ایک روز آپ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی انہیں بلا رہا ہے۔ آپ نے اس خواب کی تعبیر یہ نکالی کہ آپ کو ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوگا۔ ان کا یہ خیال درست ثابت ہوا۔ عدّت کے ایّام ختم ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کو نکاح کا پیغام دے کر نجاشی کے پاس بھیجا۔ نجاشی نے اپنی لونڈی ابرہہ کی وساطت سے

Marfat.com

حضرت ام حبیبہؓ کو مژدہ سنایا تو انہیں اس درجہ مسرت ہوئی کہ اس لونڈی کو انعام کے طور پر اپنا تمام زیور دے دیا۔ شام کو نجاشی نے وہاں کے مسلمانوں اور حضرت جعفر بن ابی طالب کو جمع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام سے آگاہ کرنے کے بعد خود نکاح پڑھایا۔ حضرت خالد بن سعید اموی وکیل مقرر ہوئے اس وقت حضرت ام حبیبہؓ کی عمر چھتیس برس سے کچھ ہی زیادہ تھی۔ نکاح کے چند روز بعد آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ حرم نبوی میں آپ کو ممتاز درجہ حاصل تھا۔ اور حضورؐ آپ کی بہت قدر کرتے تھے حضرت ام حبیبہؓ نے اپنے بھائی امیر معاویہؓ کے عہد میں تہتر برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؓ کے مکان میں دفن ہوئیں۔

حضرت ام حبیبہؓ صداقت پر جان فدا کرنے والی تھیں۔ اور صبر و توکل کا نمونہ تھیں۔ وہ بہت بہادر، نیک اور مستقل مزاج تھیں۔ انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت اور عقیدت تھی کہ ایک مرتبہ ان کے باپ ابوسفیان کفر کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت ام حبیبہؓ کے گھر بھی گئے اور حضورؐ کے بستر پر بیٹھنا چاہا۔ مگر حضرت ام حبیبہؓ نے فوراً بچھونا الٹ دیا۔ ابوسفیان کو یہ دیکھ کر سخت طیش آیا اور بولے کہ بستر اتنا عزیز ہے کہ اس پر حقیقی باپ کا بیٹھنا بھی پسند نہیں۔ فرمایا۔ یہ بات نہیں۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور آپ مشرک ہیں اس لئے ناپاک ہیں۔

حضرت ام حبیبہؓ سنت رسول کی اس قدر پابند تھیں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور طریقوں کا بڑا خیال رکھتی تھیں

Marfat.com

جب ان کے والد کا انتقال ہوا تو خوشبو لگا کر چہرے پر ملی اور فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی کا غم نہ کیا جائے۔ ایک مرتبہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص روزانہ بارہ رکعت نفل پڑھے گا۔ اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا چنانچہ آپ نے عمر بھر اس حکم پر عمل کیا اور ان کے بھائی عتبہ، ان کے بعد عمرو بن اویس اور نعمان بن سالم ہمیشہ یہ نوافل پڑھتے رہے۔

حضرت ام حبیبہؓ کی پاکیزہ زندگی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اس چند روزہ زندگی کے عیش و آرام، راحت و انبساط، مال و دولت، عزت و اقتدار اور شوکت و حشمت پر خدا اور رسول کی محبت، ایمان و راستی اور تقوےٰ و طہارت کو قربان کر دینا کسی سچی مسلمان عورت کا شیوہ نہیں ہو سکتا بلکہ خدا پرست عورت تو دنیا کو اس کی تمام دلفریبیوں اور رعنائیوں سمیت ایمان پر قربان کر دینے کی عادی ہوتی ہے آج ہم معمولی آرام و آسائش اور دولت کی خاطر ایمان و ضمیر تک کو بیچ دیتے ہیں اور اپنی بچیوں کو سکوں کی جھنکار پر قربان کر دیتے ہیں۔ اور ہماری عورتیں ذراسی تکلیف پہنچنے پر طوفان برپا کر دیتی ہیں۔ حضرت ام حبیبہؓ کی پاک زندگی ان عورتوں کے لئے نشانِ منزل ہے جو دولت اور آسودگی کو زندگی کا نصب العین سمجھ کر اسی معیار پر کھوٹے کھرے کو پہچاننے کی عادی ہوتی ہیں جن کے لئے اونچے مناصب، رنگارنگ کے ملبوسات کی بہتات، زیورات اور دولت کی فراوانی اور دنیوی شان و شوکت کا حصول ہی سب کچھ ہے، شرافت، لیاقت اور دینداری ان کی دہلیزوں پر دم توڑ دیتی ہے۔ ایمان و ضمیر کی آواز ان کے گھروں میں صدا بصحرا ثابت ہوتی ہے۔ جو خاندانی مصلحتوں، جھوٹے وقار اور جھوٹی عزت کے نام پر اپنی زندگیوں کو مالِ تجارت بنا دیتی ہیں۔ جن کے نہاں خانۂ دل

Marfat.com

میں عیش و طرب میں زندگی بسر کرنے کی تمنائیں ہمیشہ بے تاب رہتی ہیں۔ اور وہ اسے حاصل کرنے کے لئے تمام حدود و قیود کو توڑ دیتی ہیں۔

ایک لمحہ کے لئے حضرت ام حبیبہؓ کی آب کوثر سے زیادہ پاک اور مختصر سی زندگی پر غور کیجئے وہ ایک بلند مرتبہ اور باوقار سردار کی لخت جگر تھیں۔ انہوں نے شان و شوکت اور آرام و راحت سے بھرپور ماحول میں پرورش پائی۔ دنیا بھر کی نعمتیں انہیں میسر تھیں۔ امیر و کبیر باپ کے گھر میں کسی چیز کی کمی نہ تھی وہاں سب کچھ موجود تھا مگر ایمان نہ تھا۔

حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھیں۔ اوصاف حسنہ اور اخلاق حمیدہ کا جوہر بدرجہ اتم موجود تھا۔ لیاقت اور اہلیت سے سرفراز تھیں۔ شرافت اور نجابت ضرب المثل تھی۔ خاندانی بلندی اور وقار مسلّمہ تھا۔ لوگ اس گھرانے سے نسبت پیدا کرنا فخر سمجھتے تھے۔ اور ابوسفیان کی بیٹی جدھر سے گذرتی تھی لوگ عزت و احترام سے راہ میں آنکھیں بچھاتے تھے۔ خود بہادر اور شجاع تھیں ——— آخر وہ کون سی مجبوری تھی کہ انہوں نے اپنے اس چمن زار عشرت میں شادی کے بعد ایک لمحہ ٹھہرنا پسند نہ کیا: بلکہ تمام خاندانی اور نسلی زنجیروں کو ایک ہی جھٹکے سے توڑ ڈالا؟ ——— وہ کون سی مصیبت تھی جس نے انہیں مجبور کر دیا کہ وہ آرام و آسائش اور دولت و ثروت کو ٹھکرا کر بوریا نشین فاقہ مستوں کی مقدّس صف میں جا کھڑی ہوئیں؟ ——— جان بوجھ کر طرح طرح کے مصائب و آلام کو دعوت دی اور خطرات کو گلے لگا لیا۔ ماں باپ کو چھوڑا۔ اعزّہ و اقارب سے منہ موڑا۔ وہ پیارا شہر جس کے گلی کوچوں میں بچپن گذرا تھا، جہاں کا ہر ذرہ انہیں جھک کر سلام کہتا تھا۔ ان کے لئے ایک اجنبی دیس بن گیا۔ پھر غریب الوطنی کا عذاب برداشت کیا۔ رؤسا کی مجالس چھوڑ کر اس قدسی محفل میں جا بیٹھیں جہاں

غلام اور کنیزیں ان کے ساتھ ایک ہی صف میں بیٹھے تھے۔ فقر و فاقہ اور احتیاج کی تکالیف برداشت کیں ـــــ یہی نہیں اسلام قبول کر کے اپنے نامور باپ کے سامنے سینہ سپر ہو گئیں ـــــ پردیس میں جب خاوند نے ساتھ چھوڑ دیا تو صرف اللہ کے بھروسے پر ایمان کا دامن اتنی مضبوطی سے تھامے رکھا کہ صبر و استقلال کی ایک روشن مثال سے تاریخ کے صفحات جگمگا اٹھے۔

آخر انہوں نے کس مقصد کے لیئے یہ سب کچھ قربان کر دیا اور اپنی زندگی کو خار دار راستہ بنا لیا؟ ـــــ صرف ایمان اور ہدایت کی تڑپ تھی۔ سچائی اور صداقت کی طلب تھی، حقیقت کی جستجو تھی۔ اور رضائے الٰہی کی تلاش تھی جسے حاصل کرنے کے لیئے انہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا ـــــ نہیں بلکہ فریب کے بدلے حقیقت، ظلمت کے بدلے نور، اور کچھ نہیں کے عوض سب کچھ حاصل کر لیا۔ ورنہ دنیا میں کروڑوں عورتیں پیدا ہوئیں اور مر گئیں مگر آج کوئی ان کا نام لیوا بھی باقی نہیں ـــــ ان کی پھولوں بھری رنگین دنیا ان کے ساتھ ہی ہمیشہ کے لیئے مٹ گئی۔ ان کے پاس سب کچھ تھا کچھ بھی باقی نہ رہا۔ اس کے برعکس ایک طرف وہ بلند مقام اور پاک خواتین بھی ہیں جو شراب زیست کے نشے میں مدہوش نہ ہوئیں۔ انہوں نے دنیوی لالچ اور حرص و طمع کو پرِکاہ کے برابر وقعت نہ دی بلکہ اپنی پاکیزہ زندگیاں اعلیٰ و ارفع مقاصد کی تکمیل کے لیئے وقف کر دیں۔ تو وقت کے انصاف پسند ہاتھ نے آگے بڑھ کر انہیں حیاتِ دوام کا تاج پہنایا۔

انہوں نے دولت اور دنیا سے محبت نہیں کی بلکہ خود کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت و اطاعت میں فنا کر دیا۔ وہ آج بھی زندہ ہیں اور قیامت تک دنیا کے ان گنت انسان ان کے پاک اور مقدس ناموں پر عقیدت و محبت کے

Marfat.com

پھول نچھاور کرتے رہیں گے ۔۔۔ دولت اور دنیا کا عیش و آرام وقت کے ساتھ فنا ہو گیا۔ مگر ان مبارک ہستیوں کی روشن کی ہوئی شمع ایمان اور قندیل تسلیم و رضا آج بھی اسی طرح روشن ہے اور ہمیشہ اسی تابانی سے روشن رہے گی۔

بد قسمت ہیں وہ لوگ جو ان ہستیوں کے سدا بہار چمنستان کی نکہت سے محروم رہتے ہیں اور ہمیشہ فنا کا سودا کرتے ہیں۔

Marfat.com

حضرتِ میمونہؓ

Marfat.com

میمونہؓ خدا سے بہت ڈرتی اور صلہ رحمی کرتی تھیں۔

(حضرت عائشہؓ)

Marfat.com

حضرت میمونہؓ

آپ قبیلہ قریش سے تھیں۔ والد کا نام حارث بن حزن تھا۔ والدہ ہند بنت عوف قبیلہ حمیر سے تھیں۔ پہلا نکاح مسعود بن عمرو سے ہوا لیکن بعد میں کسی وجہ سے علیحدگی ہو گئی اسکے بعد ابو رہم بن عبد العزیٰ کے نکاح میں آئیں جو کچھ عرصہ بعد فوت ہو گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۷ھ میں مکہ روانہ ہوئے تو راستے میں احرام کی حالت میں حضرت میمونہؓ سے نکاح ہوا۔ جب مدینہ واپس ہوئے تو مکہ سے دس میل دور سرف کے مقام پر رسم عروسی ادا ہوئی۔ آپ نے ۵۱ھ میں سرف میں ہی انتقال فرمایا۔ حضرت ابن عباسؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں، جنازہ کو زیادہ حرکت نہ دو۔ ادب و احترام کے ساتھ آہستہ آہستہ لے چلو۔

حضرت میمونہؓ کی زندگی سادگی، تقوٰے اور قناعت سے عبارت تھی۔ ان سے چالیس سے زیادہ احادیث مروی ہیں اور کئی بلند پایہ بزرگوں نے ان سے روایت کی ہے۔ وہ انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ عبادت کیا کرتی تھیں اور بے حد رحم دل تھیں، ہر لحظہ خدا سے ڈرتے رہنا ان کا خاص وصف تھا چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میمونہؓ خدا سے بہت زیادہ ڈرتی تھیں۔ اور صلہ رحمی کرتی تھیں۔ انہیں ہر قدم پر احکام ربانی اور ارشادات نبوی کا بڑا خیال رہتا تھا۔ اگر کسی کو خلاف سنت کام کرتے پایا تو ٹوک دیا اور پھر بڑے پرشفقت لہجہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سمجھا دیتی تھیں۔ فقہ سے متعلق انہیں کافی معلومات حاصل تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ اکثر اہل علم بزرگ ان سے بھی

Marfat.com

فیض حاصل کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک عورت بیمار ہوگئی تو اس نے منّت مانی کہ شفا پانے کے بعد وہ بیت المقدس میں جاکر نماز ادا کرے گی۔ اتفاق سے وہ جلد ہی شفایاب ہو گئی اور اس نے بیت المقدس جانے کے لیئے تیاری مکمل کرلی۔ جب وہ حضرت میمونہؓ سے ملاقات کے لیئے آئی تو آپ نے فرمایا کہ تم یہیں رہو اور مسجد نبوی میں نماز ادا کرلو۔ کیونکہ یہاں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں کے ثواب سے ہزار گنا زیادہ ہے۔

حضرت میمونہ میں انسان دوستی اور رحم و کرم کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو غلام اور کنیزیں آزاد کرنے کا بے حد شوق تھا۔ ایک دفعہ آپ نے لونڈی کو آزاد کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیئے دعائے خیر فرمائی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت میمونہؓ اکثر قرض لیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے بہت زیادہ رقم قرض لے لی تو کسی نے پوچھا کہ اسے ادا کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ آپ نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ادا کرنے کی نیّت رکھتا ہے خدا خود اس کا قرض ادا کر دیتا ہے۔

یہ شفقت، مروت، رحم دلی، سادگی اور خدا خوفی کے پاکیزہ اوصاف تھے جو اسلام کی بے مثل تعلیم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے ان بزرگ خواتین میں پیدا کر دیئے تھے یہی وہ اوصاف تھے جو آخر میں تمام انسانی زندگی پر ابرِ رحمت بن کر چھا گئے اور اسلام دنیا کی ناقابلِ تسخیر طاقت بن گیا۔ اگر آج ہماری خواتین اپنی زندگیوں کو ایسے ہی سانچوں میں ڈھال لیں تو مسلمان ایک بار پھر تاریخ کو دہرانے کی ہمّت پیدا کر سکتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ آج ہم سب کو ایک دوسرے کی مخلصانہ شفقت اور محبت کی ضرورت ہے وہی مروت، فیاضی اور غم گساری ہماری پیاس بجھا سکتی ہے جس کا سرچشمہ خوفِ خدا رکھنے والے دل میں ہو۔ ایک مسلمان عورت کی سیرت کا یہی نمایاں پہلو ہوتا ہے جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتا ہے۔

Marfat.com

حضرتِ صفیہؓ

Marfat.com

"صفیہؓ عاقلہ، فاضلہ اور حلیم الطبع تھیں"۔

(زرقانی)

"وہ نہایت عاقلہ تھیں"۔ (اسد الغابہ)

Marfat.com

حضرتِ صفیہؓ

آپ کا اصل نام زینب تھا لیکن بعد میں اس وجہ سے صفیہؓ کے نام سے مشہور ہو گئیں۔ کہ آپ جنگِ خیبر میں خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آئی تھیں۔ اور عرب میں مالِ غنیمت کے اس حصے کو جو سردارِ قوم یا امیر ریاست کے لئے علیحدہ کیا جاتا تھا صفیہ کہتے تھے۔ آپ بھی اسی نسبت سے صفیہ کے نام سے مشہور ہوئیں۔

حضرت صفیہؓ عرب کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ کے والد کا نام حی بن اخطب تھا۔ وہ قبیلہ بنو نضیر کا سردار تھا کیونکہ اسے حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے سمجھا جاتا تھا۔ آپ کی والدہ ضرد قریظہ کے رئیس سموئل کی بیٹی تھی۔ یہ دونوں قبیلے بنو اسرائیل میں بہت ممتاز خیال کئے جاتے تھے۔ حضرتِ صفیہؓ کی پہلی شادی سلام بن مشکم سے ہوئی مگر اس نے طلاق دے دی۔ دوسرا نکاح کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوا۔ جنگ خیبر میں حضرتِ صفیہؓ کے شوہر، باپ اور بھائی قتل ہو گئے اور انہیں بھی گرفتار کر لیا گیا جب تمام قیدی جمع کئے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے کہنے پر حضرت صفیہ سے خود نکاح کر لیا۔ اور صہبا کے مقام پر رسم عروسی ادا ہوئی۔ حضرت صفیہؓ نے ۵۰ھ میں وفات پائی اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی جنت البقیع میں دفن ہوئیں ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ ترکہ چھوڑا اور ایک تہائی رقم اپنے ایک یہودی بھانجے کے لئے وصیت کر گئیں۔

Marfat.com

اکثر کتب سیرت میں حضرت صفیہؓ کے فہم و فراست اور دانشمندی کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ ان سے بھی کئی احادیث مروی ہیں۔ اور وہ بھی اپنے زمانے میں علم و حکمت کا سرچشمہ خیال کی جاتی تھیں۔ مورخین نے لکھا ہے کہ وہ بے حد عقلمند، فاضلہ اور رحمدل تھیں۔ نرم دلی اور حلم ان کا خاص وصف تھا۔ ان کے مکان پر ہر وقت مسائل معلوم کرنے والی عورتوں کا جمگھٹا رہتا تھا اور وہ سب کو تسلی بخش طریقے سے مسائل دین سمجھاتی تھیں۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ جنگ خیبر میں جب وہ اپنی بہن کے ساتھ گرفتار کر کے لائی جا رہی تھیں تو ان کی بہن یہودی مقتولوں کو دیکھ کر چیخ رہی تھیں لیکن حضرت صفیہؓ جب اپنے خاوند کی نعش کے قریب سے گزریں تو کسی نے انہیں آہ و بکا کرتے یا روتے پیٹتے نہیں دیکھا بلکہ وہ بڑے صبر و تحمل اور متانت سے گزر گئیں۔

حضرت صفیہؓ کی ایک کنیز حضرت عمرؓ سے شکایت کیا کرتی تھیں کہ وہ اب بھی یوم السبت کو اچھا سمجھتی ہیں اور یہودیوں کی مدد کرتی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا تو جواب دیا کہ یوم السبت کو جمعہ کے مقابلے میں اچھا سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں البتہ میں یہودیوں کے ساتھ مروّت سے ضرور پیش آتی ہوں کیونکہ وہ میرے رشتہ دار اور بھائی بند ہیں۔ اس کے بعد آپ نے لونڈی کو آزاد کر دیا۔

حضرت صفیہؓ کو بھی دیگر ازواج کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی۔ جب آپ بیمار ہوئے تو حضرت صفیہؓ نے بڑی حسرت سے کہا کہ کاش! آپ کی بیماری مجھے ہو جاتی۔ دوسری ازواج مطہرات نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا تو حضور نے فرمایا کہ یہ سچ کہتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے اور ہر ممکن دلجوئی فرماتے تھے۔ ایک بار دوران سفر حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہو گیا تو آپ نے حضرت زینبؓ سے انہیں اونٹ دینے کو کہا

Marfat.com

لیکن انہوں نے کہا کہ میں اس یہودیہ کو اپنا اونٹ کیوں دوں۔ یہ جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا ناگوار گزرا کہ دو ماہ تک ان کے پاس نہیں گئے۔ جب انہیں حرمِ نبوی میں سے کوئی یہودیہ ہونے کا طعنہ دیتا تھا تو وہ رو پڑتی تھیں۔ ایک بار آنحضرتؐ ان کے ہاں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ زار و قطار رو رہی ہیں پوچھنے پر بتایا کہ عائشہؓ اور حفصہؓ کہتی ہیں کہ ہم تمام ازواج میں افضل ہیں کیونکہ وہ آپ سے دوہری نسبت رکھتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ جواب کیوں نہ دیا کہ ہارون علیہ السلام میرے باپ، موسیٰ علیہ السلام میرے چچا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے شوہر ہیں اسلئے تم افضل کس طرح ہو سکتی ہو۔

حضرت صفیہؓ کے متعلق مشہور ہے کہ بہت سخی اور سیر چشم تھیں۔ ہر ایک کے ساتھ صلۂ رحمی سے پیش آنا ان کی عادت بن چکی تھی۔ وہ بے حد ہمدرد، غمگسار اور شفیق تھیں۔ کسی کو تکلیف میں دیکھ کر بے تاب ہو جاتی تھیں اور اپنی طرف سے ہر ممکن مدد دینے سے گریز نہ کرتی تھیں۔ تحمل، بردباری اور سیر چشمی ان کے خاص اوصاف تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہودی النسل ہونے کے باوجود وہ بڑی فیاض اور دریا دل تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صحبت نے ان کی شخصیت کو ایسی جِلا بخش دی تھی کہ قدیم مؤرخین کے الفاظ میں آج بھی ان کی زندگی کی مقدس جھلک دکھائی دیتی ہے تو ہر مسلمان کا دل ادب و احترام سے جھک جاتا ہے۔ یہ ان کی سیرت کی دلکشی اور اخلاق کی بلندی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرطِ محبت سے خود ان کے آنسو پونچھ دیا کرتے تھے۔ اور انہیں یہ شرف حاصل تھا کہ حضور خود ان کی دلجوئی میں مصروف رہتے تھے اور ان کے متعلق کوئی سخت بات سننا پسند نہیں فرماتے تھے ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے ان کے قد سے متعلق کوئی طنزیہ جملہ کہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے یہ ایسی بات منہ سے نکالی ہے کہ اگر سمندر میں چھوڑ دی

Marfat.com

جائے تو اس میں مل جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دانش مندی، صبر و تحمل اور ایثار کیشی کی وجہ سے ان کی بہت قدر کرتے تھے۔

خدا کرے کہ ہماری بہنیں اور بیٹیاں آفتاب نبوت کی ان مقدس کرنوں سے اپنے قلوب و اذہان کو منور کرنے کے قابل ہو سکیں۔ بات بات پر خفا ہو جانے اور لڑنے جھگڑنے والی مسلمان خواتین کو حضرت صفیہ کے تحمل اور بردباری سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ اور سیکھنا چاہیئے کہ بڑی سے بڑی مصیبت کے وقت بھی متانت، سنجیدگی اور صبر و تحمل کو کیسے برقرار رکھا جا سکتا ہے کیونکہ جو شخص اپنے جذبات پر قابو پانے کی طاقت پیدا کر لیتا ہے وہ دنیا میں کسی سے شکست نہیں کھا سکتا۔ فتح و کامرانی زندگی میں ہر مقام پر اس کے قدم چومتی ہے۔

Marfat.com

بناتُ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت زینب رضؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت اُمِّ کلثوم رضؓ

Marfat.com

بناتِ طاہراتؓ

حضرت زینبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں بعثتِ نبوی سے دس سال قبل پیدا ہوئیں۔ اپنے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع بن لقیط سے نکاح ہوا۔ جب حضورؐ نے ہجرت فرمائی تو حضرت زینبؓ اپنے شوہر کے پاس مکہ میں رہ گئیں۔ جنگِ بدر میں ابوالعاص کفار کی فوج میں شامل تھے۔ شکست کے بعد گرفتار ہو کر دربارِ رسالت میں پیش ہوئے۔ آپ نے ابوالعاص کو اس شرط پر رہا کر دیا کہ وہ مکہ واپس جا کر حضرت زینبؓ کو بھیج دیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت زینب کے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کیا اور کفار کی مزاحمت کے باوجود حضرت زینبؓ کو مدینہ روانہ کر دیا۔ ۶ھ میں ابوالعاص دوبارہ گرفتار ہو کر مدینہ آئے تو حضرت زینبؓ نے انہیں پناہ دی اور ان کی سفارش پر ابوالعاص کو ان کا مال بھی واپس کر دیا گیا۔ ابوالعاص حضرت زینبؓ کے حسنِ سلوک، مروت اور نیک دلی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ فوراً مکہ آ کر لوگوں کی امانتیں واپس کیں اور صدقِ دل سے اسلام قبول کر لیا بعض روایات میں ہے کہ ابوالعاص سے حضرت زینبؓ کا دوبارہ نکاح ہوا۔ اسکے بعد آپ بہت تھوڑا عرصہ زندہ رہیں۔ اور ۸ھ میں انتقال فرمایا حضرت ام ایمنؓ حضرت سودہؓ، حضرت ام سلمہؓ اور ام عطیہؓ نے انہیں غسل دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی اور قبر میں اتر کر اپنی لختِ جگر کو سپردِ خاک کیا۔

بعض مشہور روایات کے مطابق حضرت رقیہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹی تھیں، نبوت سے قبل ابولہب کے بیٹے عتبہ سے شادی ہوئی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کی شادی بھی ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوئی تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

نبوّت کا اعلان فرمایا اور کفار مکّہ نے شدید مخالفت شروع کردی تو ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں کو بلا کر کہا کہ اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں سے علیحدگی اختیار نہیں کروگے تو تمہارے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا حرام ہے چنانچہ دونوں نے باپ کے کہنے پر اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہؓ کی شادی حضرت عثمان غنیؓ سے کردی۔ جب مکّہ میں کفار نے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا تو حضرت رقیہؓ نے اپنے شوہر حضرت عثمانؓ کے ساتھ دو مرتبہ حبش کی طرف ہجرت فرمائی۔ ۲ھ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ بدر کی تیاری میں مصروف تھے تو حضرت رقیہؓ بیمار پڑگئیں میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہوتے وقت آپ حضرت عثمانؓ کو تیمار داری کیلئے چھوڑ گئے عین اس روز جب قاصد مدینہ میں فتح کی خوشخبری لے کر پہنچا حضرت رقیہؓ انتقال کرگئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جنازے میں شریک نہ ہوسکے۔ واپسی پر یہ خبر سنی تو بہت رنجیدہ حالت میں قبر پر تشریف لائے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا بھی ساتھ تھیں۔ وہ قبر کے پاس بیٹھ کر روتی جاتی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے سے ان کے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ آپ نہایت جمیل اور اوصافِ حمیدہ سے متصف تھیں۔

حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بیٹی حضرت ام کلثومؓ کو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دے دیا۔ اسی شرف کی بنا پر حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت ام کلثومؓ بھی بہت خوبصورت اور نیک سیرت تھیں ایک روز حضرت عثمانؓ کے ساتھ بیٹھی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا میں نے ایسا خوبصورت جوڑا کبھی نہیں دیکھا۔ شعبان ۹ھ میں وفات پائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا۔ آپ نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت ابوطلحہؓ، حضرت علیؓ، فضل بن عباسؓ اور اسامہ بن زیدؓ نے قبر میں اتارا۔

Marfat.com

اِنَّ فَاطِمَۃَ سَیِّدَۃُ نِسَآءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ (طبرانی)

بے شک فاطمہؓ تمام جنّتی عورتوں کی سردار ہیں۔

"تم لوگوں کو تمام عورتوں میں تقلید کے لئے چار عورتیں کافی ہیں۔ مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد اور آسیہ زوجہ فرعون۔"

(ترمذی شریف)

سیّدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراءؓ

"یاد رہے فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو اسے تکلیف دیگا گویا اس نے مجھے تکلیف دی۔" (پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم)

Marfat.com

مریمؑ از یک نسبتِ عیسٰےؑ عزیز
از سہ نسبت حضرت زہراؑ عزیز
نورِ چشمِ رحمۃ للعالمین
آں امامِ اولین و آخرین
بانوے آں تاجدارِ ھَلْ اَتٰی
مرتضٰے مشکل کشا شیرِ خدا
مادرِ آں مرکزِ پرکارِ عشق
مادرِ آں کارواں سالارِ عشق
مزرعِ تسلیم را حاصل بتولؓ
مادراں را اسوۂ کامل بتولؓ
آں ادب پروردۂ صبر و رضا
آسیا گرداں و لب قرآں سرا
اشکِ او برچید جبریل از زمیں
ہمچو شبنم ریخت بر عرشِ بریں
رشتۂ آئینِ حق زنجیرِ پاست
پاسِ فرمانِ جنابِ مصطفٰےؐ است
ورنہ گردِ تربتش گردیدمے
سجدہ ہا بر خاکِ او پاشیدمے

(اقبال)

حضرت مریمؑ کا شرف و تقدس صرف عیسٰی علیہ السلام کی نسبت سے ہے لیکن حضرت فاطمۃ الزہراؓ تین نسبتوں سے اس لئے عزیز ہیں کہ انہیں تین طرح سے یہ فضیلت حاصل ہے آپ رحمتِ دو عالم تاجدارِ کائناتِ ہستی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر ہیں۔ شیرِ خدا، مشکل کشا اور تاجدارِ ھَلْ اَتٰی حضرت علی مرتضٰی کی زوجہ مکرمہ ہیں تیسرے آپ کاروانِ سالارِ عشق شہیدِ نینوا حضرت امام حسینؓ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ حضرتِ بتولؓ جو منتہائے تسلیم و رضا ہیں۔ ماؤں کے لئے ان کی سیرت اسوۂ کامل کی حیثیت رکھتی ہے اس گہوارۂ تسلیم و رضا میں پرورش پانے والی مقدس ہستی نے زندگی اس طرح بسر کی ہے کہ ہاتھ چکی کو گردش دینے میں مصروف — اور ہونٹ وقفِ تلاوت رہتے تھے۔ حضرت جبرائیل انکے آنسوؤں کو زمین سے چن کر عرشِ بریں پر شبنم بنا کر گراتے تھے اسلام کے قانونِ توحید اور احکامِ رسول میرے پاؤں میں زنجیریں کر پڑے ہیں ورنہ میں حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے مزار کے گرد طواف کرتا اور اس سرزمین پر سجدے کرتا

حضرت سیدۂ عالم حضرتِ فاطمۃ الزہراءؓ

سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادیوں میں سب سے چھوٹی تھیں۔ مؤرخین نے سنِ ولادت میں اختلاف کیا ہے۔ تاہم عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ سیدہ عالم بعثتِ نبوی سے تقریباً ایک سال قبل پیدا ہوئیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو امہات المؤمنین میں جو فضیلت اور مقام حاصل ہے وہ کسی بیان کا محتاج نہیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ وہ عالی مقام ہستی ہیں کہ ان کے شرف و تقدس پر کائناتِ ہستی جتنا فخر کرے کم ہے جنہیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے حاصل کونین باپ کی محبت و شفقت اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ایسی فضیلت مآب والدہ کا آغوشِ تربیت نصیب ہو ان کی خوبیوں اور اوصاف کا کیا شمار ہو سکتا ہے۔ سیدۃ النساء کے معصوم بچپن کے سامنے کوثر و زمزم کی پاکیزگی اور طہارت آب آب تھی۔ آفتابِ رسالت کی ضیا باری نے آپ کی پاک و اطہر زندگی کو بقعۂ نور بنا رکھا تھا۔ اور قلبِ مبارک انوارِ الٰہی کا مرکز و مخزن تھا۔ ان کے ہر انداز سے پیغمبرانہ عظمت ٹپکتی تھی۔ اور ہر ادا سے قدسی شان و شوکت نمایاں تھی۔ حضرت فاطمہؓ پیغمبر آخر زمان سرکار دو عالم حضرت احمد مجتبےٰ کی ذات مبارک کا مقدس پرتو تھیں۔ وہی لب و لہجہ، وہی نشست و برخاست کا انداز اور وہی چال ڈھال جس سے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کوسوں دور سے پہچانے جاتے تھے۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی بہت

Marfat.com

بڑی خصوصیت تھی۔ ایسی مبارک ہستی کو کھیل کود، لہو ولعب اور فضول باتوں سے کیا سروکار ہو سکتا تھا۔ جس نے بچپن سے توحید باری کے روح پرور نغمات اور حق و صداقت کی طلسم شکن آواز کے سوا اور کچھ نہ سنا ہو، جس کی مبارک آنکھوں نے اعلائے کلمۃ الحق کے مناظر کے علاوہ اور کچھ نہ دیکھا ہو، جس کے شعور نے ایسے ماحول میں آنکھیں کھولی ہوں جہاں چاروں طرف قرآن کی صدا گونج رہی تھی۔ فرشتوں کی حمد و تحمید کی آوازیں سنائی دیتی تھیں اور اللہ کی راہ میں مر مٹنے کے والہانہ جذبات نے ان قدسی نفوس کی زندگیوں کو فقر و استغنا اور ایثار و قربانی اور زہد و عبادت کے مجسموں میں ڈھال دیا تھا۔ اس کا بچپن اور اس کی جوانی کن صفات و محامد کا لازوال خزانہ ہوگی۔ اس کا ثبوت اس حقیقت سے مل سکتا ہے کہ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے حضرت سیدۃ النساء کی پاک زندگی کے خد و خال چاند سورج بن کر دنیا کے کردار کے اندھیرے میں نور پھیلا رہے ہیں۔

جب حضرت فاطمہ الزہراؓ کی عمر پندرہ سال ساڑھے پانچ مہینے کے لگ بھگ ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیر خدا حضرت علی مرتضیٰؓ سے ان کی شادی کر دی۔ بعض روایات میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت سے اس مقصد کے لئے درخواست کی مگر آپ نے فرمایا کہ جو خدا کا حکم ہوگا۔ پھر حضرت عمرؓ نے بھی درخواست دہرائی تو آپ پھر یہ کہہ کر خاموش ہو گئے کہ جو خدا کا حکم ہوگا۔ اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شادی کے لئے درخواست کی تو آپ نے حضرت فاطمہؓ کی مرضی معلوم فرمائی۔ وہ خاموش رہیں اور اس طرح رضامندی کا اظہار کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ مہر میں دینے کے لئے ان کے پاس کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ کچھ نہیں۔ آپ نے پوچھا کہ وہ زرہ کیا ہوئی جو انہیں جنگ بدر میں ہاتھ آئی تھی۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ وہ تو ہے

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس وہ زرہ ہی کافی ہے چنانچہ یہ زرہ حضرت عثمانؓ نے چار سو اسّی درہم میں خرید لی۔ اس کے علاوہ حضرت علیؓ کا کل اثاثہ ایک بھیڑ کی کھال اور ایک پرانی یمنی چادر تھی۔ اللہ اللہ! شہنشاہ کونین، سرورِ عالم اور فخرِ موجودات کی سب سے پیاری اور عزیز ترین لختِ جگر کی شادی ہو رہی تھی۔ یہ وہ دربار تھا جس کی دربانی دنیا کے شہنشاہوں کے مقدر میں نہ تھی۔ جہاں قیصر و کسریٰ کی قسمتوں کے فیصلے ہوتے تھے۔ جہاں سے پوری دنیا کی عظمت و شوکت کو للکارا جاتا تھا اور جہاں کا ایک اشارہ دنیا کی بساط الٹ دینے کے لئے کافی ہوتا تھا۔ یہ وہ گھرانا تھا جس کی رفعتیں عرشِ اعظم کو چومتی تھیں اور فاطمۃ الزہراؓ اس گھرانے کی وہ بیٹی تھیں جن پر خود اللہ سلام بھیجتا تھا۔ اس گھر سے کبھی کوئی حاجت مند خالی ہاتھ جاتا ہوا نہ دیکھا گیا اور کبھی کوئی دل شکستہ مایوس حالت میں واپس نہیں ہوا تھا۔ دنیا کے اس عظیم ترین اور مقدس ترین گھر کی سب سے محبوب بیٹی جس ساز و سامان کے ساتھ رخصت ہوئی وہ بھی سن لیجئے۔ اقلیم دین و دنیا کے شہنشاہِ اعظم نے اپنی سب سے پیاری اور لاڈلی نورِ نظر کو بان کی ایک چارپائی۔ چمڑے کا ایک گدا جس میں روئی کی جگہ کھجور کے پتے بھرے تھے، ایک چھاگل، دو ایک گھڑے، ایک مشک اور دو چکیاں عنایت فرما کر رخصت کیا اور دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ مسلمان کس طرح جیتے ہیں۔ اس وقت تک حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی رہتے تھے شادی کے بعد سیدۃ النساء نے آنحضور سے درخواست کی کہ انہیں حارثہ بن نعمانؓ سے کوئی گھر دلوا دیں کیونکہ ان کے پاس کئی مکانات تھے اور پہلے بھی چند مکانات آنحضرت کی نذر کر چکے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اب ان سے کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حارثہؓ کو معلوم ہوا تو فوراً بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر کہا کہ حضور! میرا سب کچھ آپ کا ہے۔ خدا کی قسم میرا جو مکان آپ قبول فرما لیتے ہیں مجھے اس سے بے حد خوشی ہوتی ہے۔

Marfat.com

چنانچہ انہوں نے حضرت فاطمہؓ کے لئے اپنا ایک مکان خالی کر دیا جب سیدۂ عالم اپنے گھر میں تشریف لے گئیں تو رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر اجازت مانگی۔ پھر اندر تشریف لائے اور ایک برتن میں پانی منگوا کر اپنے دونوں ہاتھ اس میں ڈالے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ پر یہ پانی چھڑک کر فرمایا کہ میں نے اپنے خاندان میں بہتر شخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے اپنی پوری زندگی صبر و توکل کی تصویر بن کر شیرِ خدا حضرت علی مرتضےٰؓ کے ساتھ بسر کی۔ جب آپ کی عمر ۲۹ برس کی تھی تو سرکارِ دوعالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ وصال سے ایک روز قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدۃ النساء کو بلا بھیجا وہ تشریف لائیں تو ان کے کان میں کچھ فرمایا تو وہ رونے لگیں۔ پھر بلا کر دوبارہ کان میں کچھ کہا تو وہ ہنس پڑیں۔ ازواجِ مطہرات نے اصرار کے ساتھ پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں رازداری سے کیا کہا تھا مگر انہوں نے بتانے سے انکار کر دیا۔ بعد میں آپ نے حضرت عائشہؓ کو بتایا کہ پہلی دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ اسی بیماری میں انتقال فرما جائیں گے تو میں رو پڑی۔ پھر فرمایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے ملوگی تو میں ہنسنے لگی۔ وصال سے قبل سرورِ کائنات پر بار بار غشی طاری ہو رہی تھی۔ اور آپ سخت بے چینی میں تھے۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ بے تاب ہو کر بول اٹھیں "ہائے میرے باپ کی بے چینی" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تمہارا باپ آج کے بعد کبھی بے چین نہ ہو گا" جب آنحضرتؐ انتقال فرما گئے تو خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراؓ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا لیکن صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنے دیا۔ تاریخوں میں لکھا ہے کہ اس کے بعد جب تک زندہ رہیں کبھی کسی نے ہونٹوں پر تبسم نہیں دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ

Marfat.com

بعد ہی حضور کی پیشین گوئی پوری ہونے کی ساعت آپہنچی۔ رمضان ۱۱ھ کی تیسری تاریخ کو منگل کے دن خواتینِ اسلام کی قافلہ سالار اپنے خالق سے جا ملیں۔ اس وقت عمر اٹیس اور تیس برس کے درمیان تھی۔ چونکہ سنِ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے اس لئے وفات کے وقت ان کی صحیح عمر پر بھی اتفاق رائے نہیں ہے۔ خاتونِ جنت کا جنازہ اٹھانے وقت یہ خاص اہتمام کیا گیا۔ کہ جنازے کے چاروں طرف پردہ لگایا گیا اور یہ دستور آج تک جاری ہے۔ اس اہتمام کی ابتدا حضرت سیدۃ النساء سے ہوئی تھی۔ بخاری شریف میں ہے کہ اس سے پہلے مرد اور عورت سب کا جنازہ کھلا ہوا جاتا تھا۔ چونکہ حضرت فاطمۃ الزہرا عصمت و عفت اور شرم و حیا کا ایک زندۂ جاوید پیکر تھیں۔ اس لئے انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے ایک مرتبہ فرمایا کہ کھلا جنازہ لے جانے سے عورتوں کی بے پردگی ہوتی ہے جس کو میں سخت ناپسند کرتی ہوں۔ یہ سن کر حضرت اسماء بنت عمیس نے یہ تجویز پیش کی جسے سن کر آپ بے حد خوش ہوئیں اور فرمایا کہ یہ بہترین طریقہ ہے۔ چنانچہ خاتونِ جنت کے وصال کے بعد ان کی اس خواہش کا پورا احترام کیا گیا۔ پھر یہ طریقہ ہمیشہ کے لئے رائج ہو گیا۔ آپ کو دارِ عقیل میں دفن کیا گیا جہاں آج تک امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عقیدت کے پھول نچھاور کرتی ہے۔ آپ کے ہاں پانچ اولادیں ہوئیں۔ حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ شہید نینوا، حضرت محسنؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت زینبؓ۔ ان میں سے محسنؓ نے بچپن میں ہی انتقال کیا اور باقی ہستیوں کے دردناک ذکر سے تاریخ کی آنکھیں آج بھی اشک بار ہیں۔

سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا کو تاریخ اسلام اور مسلمان خواتین میں جو شرف اور مرتبہ حاصل ہے اسے ضبطِ تحریر میں لانا ممکن نہیں تاہم میں اپنی بہنوں کی راہنمائی کے لئے خاتونِ جنت کی چند نمایاں صفات تحریر کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بنات طاہرات میں یہ شرف و امتیاز صرف سیدہ عالم کو حاصل ہے کہ ان سے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل باقی رہی۔ اسی وجہ سے آنحضرت کو حضرت فاطمۃ الزہرا کی اولاد سے بے پناہ محبت تھی بالخصوص حضرت امام حسنؓ اور حسینؓ تو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہؓ کی گفتگو، لب و لہجہ، رفتار و گفتار اور اٹھنے بیٹھنے کا انداز بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ تھا۔ آپ سے کم و بیش اٹھارہ احادیث مروی ہیں۔ جنہیں بڑے بڑے جلیل القدر اور بزرگ صحابہ نے روایت کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ زہراؓ سے اس قدر محبت تھی کہ تاریخ میں وہ ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے ایک بار حضورؐ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا "فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے جو اس کو ناراض کرے گا۔ مجھ کو ناراض کرے گا" صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل کی بیٹی نے حضرت علیؓ سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ دربار رسالت میں اطلاع ہوئی تو آپ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا۔

"آل ہشام، علی ابن ابی طالب سے اپنی بیٹی کا عقد کرنا چاہتی ہے اور مجھ سے اجازت مانگتی ہے لیکن میں اجازت نہ دوں گا! کبھی نہ دوں گا، کبھی نہ دوں گا البتہ ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں۔ فاطمہؓ میرے جسم کا ایک حصہ ہے جس نے اس کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھ کو اذیت دی ...... میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے نہیں کھڑا ہوا لیکن خدا کی قسم ایک پیغمبر اور ایک دشمن خدا کی بیٹیاں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بصیرت افروز خطبہ کے بعد یہ بات دب کر رہ گئی اور حضرت علیؓ نے سیدہ کی حیات طیبہ میں کبھی دوسری شادی کا خیال تک نہ کیا۔

Marfat.com

حضرت سیدہ عالی مقام کی فضیلت اور ان کا شرف و مرتبہ ترمذی کی ایک حدیث سے ظاہر ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا شمار دنیائے انسانیت کی برگزیدہ اور مقدس ترین خواتین میں فرمایا ہے۔

"تمہاری تقلید کے لیئے تمام دنیا کی عورتوں میں مریمؑ، خدیجہؓ، فاطمہؓ اور آسیہؓ کافی ہیں۔"

جہاں سیدہ فاطمۃ الزہرؓا کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو قیامت تک کیلئے بلند سیرت و کردار کا نمونہ قرار دیا گیا ہے وہاں بیٹی کو بھی وہی شرف بخشا گیا ہے پوری انسانی تاریخ میں ایسی ماں بیٹی کی مثال ڈھونڈھے سے نہیں مل سکتی۔ ان کے بعد یہ بلند ترین مقام کسی عورت کو ابد تک نصیب نہیں ہو سکتا۔ آپ کی خانگی زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔

"فاطمہ کے ہاتھ میں چکی پیستے پیستے نشان پڑ گئے تھے اور پانی کی مشک ڈھوتے ڈھوتے ان کی گردن داغدار ہو گئی تھی۔ اور گھر میں جھاڑو دینے سے ان کے کپڑے غبار آلود ہو جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام آئے تو میں نے کہا فاطمہؓ! کیا اچھا ہو جو تم اپنے باپ سے جا کر ایک خادم کا سوال کرو۔ فاطمہؓ حضور کے پاس آئیں تو وہاں بہت سے لوگوں کو باتیں کرتے دیکھا تو واپس آ گئیں۔ پھر دوسرے دن آکر حضور نے پوچھا کہ کیا کام ہے؟ فاطمہ خاموش رہیں۔ میں نے کہا کہ میں عرض کرتا ہوں بات یہ ہے کہ چکی پیستے پیستے ان کے ہاتھ اور مشکیزہ اٹھاتے رہنے کی وجہ سے ان کی گردن پر داغ پڑ گئے ہیں جب آپ کے پاس کچھ خدام آئے تو میں نے ان سے کہا کہ حضور کے پاس جا کر ایک خادم کا سوال کریں تاکہ یہ اس مشقت سے بچ جائیں جس میں گرفتار ہیں۔ یہ سن کر سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فاطمہؓ! تقویٰ اللہ اختیار کر اور اپنے رب کا فرض ادا کر۔ اپنے گھر والوں کا کام کیا کر

Marfat.com

اور جب تو سونے لگے تو تینتیس بار تسبیح (سبحان اللہ) اور تینتیس بار تحمید (الحمدللہ) اور چونتیس بار تکبیر (اللہ اکبر) پڑھ کر سو کی تعداد پوری کر لیا کر۔ یہ ورد تیرے لئے ایک خادم سے زیادہ بہتر ہوگا۔ فاطمہؓ نے فرمایا کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے راضی ہوں۔ غرض حضور نے انہیں کوئی خادم نہیں دیا۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

اسی طرح ایک اور روایت ہے کہ ایک مرتبہ جب خاتونِ جنت فخر النساء حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھوں کے چھالے دکھلائے تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا

"جان پدر! بدر کے یتیم تم سے پہلے اس کے مستحق ہیں"

کون نہیں جانتا کہ سیدہ فاطمہ زہراؓ اس فقید المثال عظمت کے مالک باپ کی لختِ جگر تھیں جن کے قدموں میں دنیا بھر کے خزانے بچھے رہتے تھے اور اسلام کی اس مایۂ ناز فرزند کی اہلیہ تھیں جن کی شمشیر جوہر دار نے صفحۂ ہستی پر امٹ نقوش ثبت کر کے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ دنیا اس گھرانے کے تقدس کی قسم کھاتی تھی لیکن اس کے باوجود دخترِ خیر الانام کی زندگی اس حالت میں گزری کہ کبھی دو وقت پیٹ بھر کر روٹی نصیب نہ ہوئی۔ وہاں سامان آرائش و زیبائش کا نشان تک نہ تھا۔ قیمتی اور خوبصورت ملبوسات کا کیا ذکر وہاں کبھی تن ڈھانپنے کے لئے پورا لباس میسر نہ آیا۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی محبوب نورِ نظر سے ملنے تشریف لائے تو دیکھا کہ اس قدر چھوٹی چادر اوڑھ رکھی ہے کہ سر ڈھانپتی ہیں تو پاؤں کھل جاتے ہیں اور پاؤں چھپاتی ہیں تو سر برہنہ رہ جاتا ہے۔ اس ناداری اور افلاس کی یہ وجہ نہ تھی کہ دنیا کی دولت انہیں مل نہ سکتی تھی بلکہ یہ خاندانِ نبوت کا وہ اتیاز تھا جس نے فقر و استغناء کا آخری تصور قائم کر کے یہ ثابت کر دیا کہ جو اللہ کے لئے جیتے اور مرتے ہیں، دنیا کی زیبائش و آرائش اور اثاثہ و دولت ان کے لئے خاکِ پا سے بھی کم ترحیثیت رکھتی ہے۔ وہ دنیا کو دینے کے عادی ہوتے ہیں

Marfat.com

لینا نہیں جانتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز پسند نہ فرماتے تھے کہ ان کے گھرانے میں فقر و توکل کے سوا کسی اور جہیز کا ذکر کیا جائے۔ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے سیدہ کو سونے کا ایک ہار لا کر دیا۔ آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا۔

"فاطمہ! کیا لوگوں سے یہ کہلوانا چاہتی ہو کہ پیغمبر کی بیٹی آگ کا ہار پہنتی ہے۔"

حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے اسی وقت اتار کر فروخت کر دیا اور اس کی قیمت سے ایک غلام خرید لیا۔ اسی طرح ایک مرتبہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کسی جنگ سے واپس تشریف لائے تو حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوش آمدید کی خاطر گھر کے دروازوں پر پردے لٹکا دیئے اور حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو چاندی کے کنگن پہنائے۔ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسبِ معمول سیدہ کے کاشانہ مبارک میں تشریف لائے تو یہ صورت دیکھ کر واپس ہو گئے۔ جب خاتونِ جنت کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے پردے اتار کر پھینک دیئے۔ اور کنگن نکال ڈالے۔ بچے روتے ہوئے دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔

"یہ میرے اہلِ بیت ہیں میں نہیں چاہتا کہ وہ ان باتوں سے آلودہ ہوں۔ اس کے بدلے فاطمہؓ کے لئے ایک عصب کا ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید لاؤ۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگ امین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اور دعوتِ اسلام سے قبل ہی یہ تسلیم کرتے تھے کہ راستی اور صداقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا بہت بڑا وصف ہے۔ پرتوِ سیرت و کردارِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہراؓ اس خصوصیت میں دنیا بھر کی عورتوں سے ممتاز تھیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

"میں نے فاطمہؓ سے زیادہ کسی کو راست گفتار اور صاف گو نہیں دیکھا البتہ ان کے والد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں۔"

عصمت و عفت اور شرم و حیا میں سیدہ کا درجہ بہت زیادہ بلند تھا۔ کیوں نہ ہوتا

Marfat.com

وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ مبارک کا ایک حصہ تھیں۔ اور اس سرچشمۂ حیات کا ایک دھارا تھیں جس سے پوری انسانیت سیراب ہوتی آرہی ہے۔

سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کو شاہِ کونین سے بے پناہ محبت تھی اور وہ بچپن ہی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حد گرویدہ تھیں۔ ایک دفعہ مکہ میں جب وہ بچی تھیں تو انہیں معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مصروف ہیں اور ایک شخص عقبہ بن ابی معیط نے آپ کی گردن پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی ہے اور لوگ اردگرد جمع ہو کر تمسخر اڑا رہے ہیں کمسن ہونے کے باوجود یہ سنتے ہی محبت نے ایسا جوش مارا کہ آپ بھاگ کر اس جگہ پہنچیں۔ فوراً آپ کی گردن سے اوجھڑی ہٹا کر دور پھینکی اور عقبہ کو بددعائیں دیتی ہوئی واپس چلی گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت فاطمہؓ کو بہت زیادہ چاہتے تھے۔ اور باپ ہوتے ہوئے بھی ان کا بے حد احترام کرتے تھے جب کبھی سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے پہلے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے پاس جاتے اور واپسی پر بھی جن کو سب سے پہلے باریابی کا شرف نصیب ہوتا وہ حضرت فاطمہؓ ہوتی تھیں۔ اکثر کتابوں میں مذکور ہے کہ جب خاتونِ جنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لے جاتیں تو آپ فرطِ محبت سے اٹھ کر کھڑے ہو جاتے، ان کی پیشانی چومتے اور اپنی نشست سے ہٹ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ اللہ اکبر! دربارِ رسالت میں جن کا یہ رتبہ ہو ان کی رفعت و عظمت کا کون حریف ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کوشش میں رہتے تھے کہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ باہم انتہائی خوشگوار زندگی بسر کریں۔ بہ تقاضائے بشری اگر ان دونوں میں کبھی شکر رنجی ہو جاتی تو فوراً صلح کرا دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ان دونوں کی صلح کرانے کے بعد گھر سے باہر تشریف لائے تو لوگوں نے پوچھا کہ جب آپ اندر گئے تھے تو آپ کی حالت اور تھی اب اس قدر مسرور اور خوش باہر تشریف لائے ہیں۔ فرمایا: میں نے ان دو ہستیوں میں

صلح کرادی ہے جو مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

اس قسم کے بے شمار واقعات اور مناقب سے احادیث و سیر کی کتب بھری پڑی ہیں جنہیں پڑھ کر بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ سیدۃ النساء میں وہ کون سی صفات تھیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ فیض ترجمان سے یہ الفاظ نکلے۔

اِنَّ فَاطِمَۃَ سَیِّدَۃُ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ — بے شک فاطمہؓ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

آج کی مسلمان خواتین اگر خود اپنا جائزہ لینا پسند کریں کہ وہ کس حد تک اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر کاربند ہیں، وہ کیا ہیں اور انہیں کیا ہونا چاہیئے تو سیدۃ النساء خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی حیاتِ طیبہ سے بہتر معیار ان کے لئے کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ اس صاف و شفاف آئینے میں بخوبی اپنے خد و خال دیکھ سکتی ہیں اور یہ سمجھ سکتی ہیں کہ اسلام ایک مسلمان خاتون سے کن باتوں کا تقاضا کرتا ہے۔ ہماری بہنوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے وہ صرف حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی تقلید کر سکتی ہیں۔ اسی میں ان کی بھلائی اور بہتری ہے۔ یہی وہ صحیح منبع ہے جہاں سے انہیں بے داغ نسوانی کردار، بے مثال وقار اور حوروں کو شرما دینے والی نکھرتی صفات کا آبِ حیات مل سکتا ہے۔ دوسروں کی تقلید اور تتبع مسلمان عورت کے لئے سراسر باعث توہین ہے کیونکہ تاریخ عالم میں وہ ہمیشہ خود دوسروں کے لئے باعث تقلید بنتی رہی ہے آج دوسروں کی گدائی انہیں زیب نہیں دیتی۔ سیرت و کردار کے معاملے میں سیدہ فاطمۃ الزہراؓ مسلمان عورتوں میں ایک مشعلِ نور ہیں۔ جو قیامت تک روشن رہے گی۔ وہ انسانِ کامل اور تاجدار انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ کی لختِ دل ہیں اور ان کی تربیت آغوشِ نبوت میں ہوئی۔ ان کی عظیم المرتبت والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ وہ ہستی ہیں کہ نبی کریمؐ نے دنیا کی برگزیدہ ترین

Marfat.com

خواتین میں شمار فرمایا۔ بیٹی ہونے کے لحاظ سے کوئی بھی دوسری عورت ان کی عظمت و رفعت کی مثیل نہیں ہو سکتی۔ وہ ایک عالی نسب درویش خلیفہ اور خیبر شکن مجاہد اعظم شیر خدا حضرت علی مرتضےٰؓ کی اہلیہ تھیں اور بیوی کی حیثیت سے ایک روشن قندیل ہیں جس کی نورانی کرنیں ساری دنیا کو منور کر رہی ہیں۔ وہ جگر گوشۂ رسول شہید کربلا محسن اسلام حضرت امام حسینؓ کی والدہ تھیں اور ان کی مبارک زندگی دنیا بھر کی ماؤں کے لیئے اسوۂ کامل ہے۔ ان کے آغوشِ امومت سے دنیا کو حضرت امام حسن ایسا متقی اور عاشقِ اسلام فرزند بخشا۔ سیدنا امام حسینؓ ایسی پیکرِ شجاعت اور مجسم تسلیم و رضا ہستی بخشی۔ جن کے پاک اور مقدس خون نے ہمیشہ کے لیئے ظلم و استبداد کی قوت کو شرمسار اور منفعل کر دیا۔ اسی آغوش نے قدسی حسن و جمال کے سانچے میں ڈھلی ہوئی غیرت و عفت صبر و استقامت اور شجاعت و دلیری حضرت زینبؓ کی صورت میں عطا کی۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی پاک زندگی میں ہماری عورتوں کے لیئے بے شمار اسباق پوشیدہ ہیں۔ ان کی سیرت کے بہت سے دوسرے اہم گوشوں کے علاوہ سیدہ کی شادی کا واقعہ بھی بہت اہم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کا سوال پیدا ہوتے ہی حضرت سیدۃ النساء کے جذبات اور احساسات کا پورا خیال رکھتے ہوئے کسی قسم کا فیصلہ کرنے سے قبل اپنی محبوب بیٹی سے بھی رائے طلب کی۔ حالانکہ حضرت علیؓ اسی گھرانے میں رہے وہیں ان کا بچپن گزرا اور وہیں جوان ہوئے لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کی مرضی معلوم کیئے بغیر کوئی فیصلہ صادر فرمانا مناسب خیال نہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری لختِ جگر کے لیئے جو رشتہ منتخب فرمایا اور انتخاب کا جو معیار سامنے رکھا وہ ہم سب کو دعوتِ فکر دیتا ہے کیا اس وقت حدودِ عرب میں بڑے بڑے رؤسا اور دولت مندوں کی کمی تھی؟ خود مسلمانوں کے اندر بھی اس وقت ایسے لوگ موجود تھے جنہیں اللہ تعالےٰ نے دل کھول کر دنیا کی نعمتیں عطا کی تھیں۔

Marfat.com

وہ اعلیٰ سماجی حیثیت کے مالک بھی تھے لیکن شاہِ دوجہاں نے کسی بھی ایسی بات کو قابلِ غور خیال نہ فرمایا۔ بلکہ اپنی نورِ نظر کی رضا و مرضی کے ساتھ ایک ایسی ہستی کو منتخب کیا جن کے پاس شادی کے مصارف ادا کرنے کے لیئے بھی ایک زرہ کے سوا کچھ نہ تھا۔ نہ وہ دولت مند تھے، نہ ان کی کوئی ملکیت اور جائیداد تھی بلکہ رہائش تک کے لیئے مکان نہ تھا اور پھر گزارے کا بھی کوئی معقول بندوبست نہ تھا لیکن تقوےٰ و طہارت کی لافانی دولت سے ان کا خزانۂ دل معمور تھا۔ وہ نیک و پارسا اور پاکباز تھے۔ ان کے پاس بلند کردار اور اعلےٰ سیرت کے ہیرے اور جواہرات ان گنت صورت میں موجود تھے۔ وہ علم و فضل کی جوئے بیکراں تھے۔ مانے ہوئے بہادر اور شجاع تھے۔ فقر و استغناء کا پیکر تھے۔ قربانی و ایثار کا ایک اعلےٰ نمونہ تھے۔ نیکی اور شرافت کے لحاظ سے ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ یہی وہ دولت ہے جو ایک سچے مسلمان کو دنیاوی سامانِ آسائش و آرام سے محروم ہوتے ہوئے بھی باعثِ رشک بنا دیتی ہے۔ آج جو لوگ دولت اور جھوٹی حیثیت کے طلسم میں اسیر ہو کر اپنی بہنوں اور بیٹوں کو کئی قسم کی دنیوی مصلحتوں پر قربان کر دیتے ہیں انہیں سوچنا چاہیئے کہ کیا وہ سنتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کر رہے ہیں۔ یا مکروہ تجارت کر کے عذاب الٰہی کے مستحق بن رہے ہیں۔ ہماری بہنیں یہ بھی پڑھ چکی ہیں کہ شہنشاہِ کونین کی سب سے پیاری بیٹی کو رخصت ہوتے وقت کیا کچھ جہیز میں ملا۔ اور اپنے عالی مرتبہ خاوند کی جانب سے انہیں کیا دیا گیا؛ حالانکہ اگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو دنیا بھر کی دولت اپنی بیٹی کے قدموں میں جمع کر دیتے اور اس کے لیئے ان کا ایک اشارہ کافی تھا۔ مگر ایسا نہ ہوا بلکہ حضور نے اپنی امت کے لیئے سادگی کی ایک درخشاں مثال قائم فرمائی۔ اس کے بعد سیدۂ عالم نے نہایت خلوص، دلسوزی، محنت و استقلال اور صبر و توکل کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰ کے گھر میں زندگی بسر کی۔ ایسی زندگی جو ہر قسم کی دنیوی

Marfat.com

شان و شوکت سے خالی تھی۔ جہاں کئی کئی روز چولہے میں آگ نہ جلتی تھی۔ فقر و فاقہ اور بے سروسامانی کا عالم ہوتا تھا۔ روز مرہ کی زندگی کے لئے بنیادی ضروریات بھی پوری نہ ہوتی تھیں اور گھر کے سخت سے سخت کام انہیں اپنے ہاتھوں سے کرنا پڑتے تھے۔ اس کے باوجود اس پیکر صدق و صفا کی یہ حالت تھی کہ سیدۂ کونین کے مبارک ہاتھ رات رات بھر چکی پیسنے میں مصروف رہتے اور ہونٹوں پر قرآن کی تلاوت جاری رہتی۔ چکی کے ترنم میں بسی ہوئی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی پاک آواز کا قرآنی سوز و گداز ملائک کو بھی مبہوت و بے خود کر دیتا ہوگا اور اس وقت اس پاک آواز کے زیر و بم کے ساتھ اللہ کی ان گنت رحمتیں کاشانۂ بتولؓ پر نازل ہوتی ہوں گی۔ اس کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی سخت پابندی، زہد و تقویٰ، عبادت، راست گفتاری، شرم و حیا کی انتہا، عشقِ رسول اور اپنے شوہر کی اطاعت وہ جوہر تھے جن سے سیرتِ زہراؓ کا فلک بوس محل آج تک جگمگا رہا ہے۔ حضرت عائشہؓ ایسی بزرگ ہستی نے ان کی سچائی، راست گفتاری اور صدق و صفا کی قسم کھائی ہے۔

خدا کرے کہ ہمارے گھرانے سیرتِ زہراؓ کے نور سے ایک بار پھر منور ہو جائیں تاکہ اسلام کو سیدنا امام حسینؓ کی عظمت کو برقرار رکھنے والے قافلہ سالار مل جائیں اور ہماری قوم کا مطلع تاریک ایک بار پھر دنیا میں نور پھیلانے والے چاند تاروں سے مزین ہو جائے۔

Marfat.com

حضرت امامہؓ

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت امامہؓ سے اتنی محبت
تھی کہ آپ ان کو اوقاتِ نماز میں بھی جدا نہیں کرتے تھے
(صحیح بخاری)

Marfat.com

حضرت امامہؓ

حضرت امامہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی تھیں۔ حضور کی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ باپ کا نام ابوالعاص بن ربیع تھا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بھی بہت محبت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ مسجد میں اس حالت میں تشریف لائے کہ امامہؓ کندھے پر سوار تھیں۔ آپ نے اسی حالت میں نماز پڑھائی جب رکوع میں جاتے تو ان کو اتار دیتے پھر جب کھڑے ہوتے تو کندھے پر چڑھا لیتے۔ اسی طرح پوری نماز ادا فرمائی۔ طبقات میں لکھا ہے کہ ایک روز کسی نے بارگاہ نبوت میں کچھ اشیا ہدیہ کے طور پر بھیجیں جن میں ایک زریں ہار بھی تھا۔ امامہ اس وقت ایک طرف کونے میں کھیل رہی تھیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں یہ ہار اپنی عزیز ترین اہل کو دوں گا، ازواج نے خیال کیا کہ یہ شرف حضرت عائشہؓ کو حاصل ہوگا لیکن آپ نے حضرت امامہؓ کو بلا کر خود وہ ہار ان کے گلے میں ڈال دیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تحفہ شاہ حبشہ نجاشی کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا تو اس وقت حضرت امامہ جوان ہو چکی تھیں۔ خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراء کے انتقال کے بعد حضرت علیؓ نے ان سے نکاح کر لیا۔ مشہور ہے کہ حضرت امامہؓ کے والد نے حضرت زبیر بن العوام کو امامہ کے نکاح کی وصیت کی تھی۔ چنانچہ یہ نکاح ان کی مرضی سے ہوا جب ۴۰ھ میں حضرت علیؓ نے جام شہادت نوش فرمایا تو آپ نے مغیرہ بن نوفل کو وصیت کی

Marfat.com

کہ وہ امامہؓ سے نکاح کرلیں۔ ابھی مغیرہؓ نے اس وصیت پر عمل نہیں کیا تھا کہ حضرت امامہؓ کو امیر معاویہ کی طرف سے شادی کا پیغام موصول ہوا۔ لیکن حضرت امامہؓ نے یہ پیشکش رد کردی اور فوراً مغیرہ کو اطلاع دی۔ انہوں نے حضرت امام حسنؓ کی اجازت سے نکاح پڑھوالیا۔ حضرت مغیرہ کا یہ اقدام ظاہر کرتا ہے کہ اس مبارک دور کی پاکباز مسلمان خواتین میں کس درجہ دینی حمیت موجود تھی اور وہ دنیوی شان وشوکت اور امارت کو کتنی حقارت کی نظر سے دیکھتی تھیں۔

Marfat.com

صحابیات

حضرتِ صفیہؓ

[illegible]

حضرت صفیہؓ ایک دلیر اور بہادر خاتون تھیں، جن میں صبر و استقامت
کا جذبہ کوٹ کوٹ بھرا ہوا تھا۔

حضرت صفیہؓ

حضرت صفیہؓ

حضرت صفیہؓ رشتہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اور خالہ زاد بہن بھی تھیں۔ آپ عبدالمطلب کی نور نظر تھیں۔ ماں کا نام ہالہ بنت وہب تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ مکرمہ آمنہ کی ہمشیر تھیں حضرت حمزہؓ آپکے حقیقی بھائی تھے۔ پہلی شادی ابوسفیان بن حرب کے بھائی حارث سے ہوئی اسکے انتقال کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بھائی عوام بن خویلد سے نکاح ہوا جن سے حضرت زبیرؓ پیدا ہوئے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام پھوپھیوں میں یہ شرف صرف حضرت صفیہ کو حاصل ہوا کہ انہوں نے صدق دل سے دعوتِ اسلام پر لبیک کہی۔ حضرت صفیہؓ نے بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ حضرت زبیرؓ کی معیت میں ہجرت فرمائی۔ جنگِ اُحد میں جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو وہ بیتاب ہو کر مدینہ سے باہر نکلیں اور نہایت غصّے کے ساتھ صحابہ کرام کو مخاطب کر کے کہنے لگیں: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کیوں جا رہے ہو؟ جب آنحضرت نے ان کو ادھر آتے ہوئے دیکھا تو حضرت زبیرؓ کو بلا کر فرمایا کہ صفیہؓ حضرت حمزہؓ کی لاش دیکھنے کیلئے نہ جائیں کیونکہ کفار نے حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بعد انکا چہرہ مسخ کر دیا تھا۔ حضرت زبیرؓ نے حضرت صفیہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دیا تو کہنے لگیں کہ میں اپنے بھائی سے متعلق تمام حالات سن چکی ہوں۔ خدا کی راہ میں یہ کوئی بڑی قربانی نہیں۔ یہ بلند عزم و ضبط اور حوصلہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے انہیں حضرت حمزہ کی نعش پر جانے کی اجازت دے دی۔ دیکھا کہ بھائی کے جسم کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے اور خون کا تالاب بنا ہوا تھا کلیجہ تھام کر یہ دردناک منظر دیکھا اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہہ کر خاموش ہو گئیں۔ انہوں نے اپنے عزیز بھائی کی شہادت پر ایک دردناک مرثیہ لکھا جس کے ایک ایک شعر میں انہوں نے اپنے دل کا درد سمو دیا تھا۔ اس مرثیہ کے کئی اشعار آج بھی کئی کتابوں میں ملتے ہیں۔ جن سے حضرت صفیہؓ کی قادر الکلامی کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت صفیہؓ کی بے مثال بہادری کا ایک واقعہ خاص طور پر بہت مشہور ہے غزوہ خندق کے موقع پر آنحضرتؐ نے عورتوں کو فارع کے قلعے میں رہنے کا حکم دیا کیونکہ یہ قلعہ زیادہ مستحکم اور مضبوط تھا۔ حضرت حسانؓ خواتین کی حفاظت کے لیئے مقرر ہوئے اور باقی مسلمان میدانِ جنگ میں چلے گئے جب یہودیوں نے یہ دیکھا کہ تمام مسلمان آنحضرتؐ کے ساتھ میدانِ جنگ میں ہیں اور قلعے میں صرف عورتیں پناہ گزین ہیں تو ایک یہودی قلعے کے دروازے تک پہنچ گیا اور قلعہ پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھنے لگا۔ اچانک حضرت صفیہؓ نے اس یہودی کو دیکھ لیا اور حضرت حسانؓ سے کہا کہ ذرا جا کر اس یہودی کو قتل کر دو ورنہ یہ واپس جا کر دشمنوں کو ہمارے ٹھکانے سے آگاہ کر دے گا۔ گو حضرت حسانؓ ایک نرم دل شاعر تھے ویسے بھی انہیں ایک ایسا عارضہ لاحق ہو گیا تھا کہ وہ بیچینی کے عالم میں لڑائی کے نام سے بھی دور بھاگتے تھے چنانچہ انہوں نے جواب دیا کہ اگر میں اس کام کے قابل ہوتا تو یہاں کیوں بیٹھا ہوتا۔ یہ سن کر حضرت صفیہؓ کو سخت طیش آیا۔ انہوں نے فوراً خیمے کی ایک چوب اکھاڑ لی اور نیچے اتر کر اس زور سے یہودی کے سر پر ماری کہ اس کی کھوپڑی ٹوٹ گئی۔ حضرت صفیہؓ نے واپس آ کر حضرت حسانؓ سے کہا کہ جا کر اس کے ہتھیار اور کپڑے لے آئیں مگر انہوں نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ جانے دیجیے۔ مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد حضرت حسانؓ سے کہا کہ اس کا سر کاٹ کر قلعے کے نیچے پھینک دیں تاکہ دوسرے یہودیوں کو معلوم ہو کہ قلعے کے اندر بھی فوج موجود ہے مگر حضرت حسانؓ نے یہ کام کرنے سے بھی معذوری ظاہر کر دی تو حضرت صفیہؓ نے خود اس یہودی کا سر کاٹ کر نیچے پھینک دیا۔ حضرت صفیہؓ کا خیال بالکل درست ثابت ہوا جب اس یہودی کا سر نیچے گرا تو یہودی مرعوب ہو کر بھاگ گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ عورتوں کی حفاظت کے لیئے قلعے کے اندر بھی اسلامی فوج موجود ہے۔

سنہ ۱۱ھ میں جب آفتاب رسالت غروب ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ حضرت صفیہؓ نے آنحضورؐ کے غم میں ایک دردانگیز مرثیہ لکھا۔ ایک مشہور مؤرخ ابن اسحاق اپنی کتاب میں یہ پورا مرثیہ نقل کیا ہے۔

حضرت صفیہؓ نے تہتر برس کی عمر میں سنہ ۲۰ھ میں وفات پائی۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

Marfat.com

حضرت اُمّ رومانؓ

Marfat.com

"جو شخص عورتوں میں حورِ عین دیکھنا چاہے وہ امِ رومان کو دیکھ لے۔
(ارشادِ نبوی)

Marfat.com

حضرت اُمِّ رومانؓ

آپ اپنی کنیت ام رومان ہی سے مشہور ہیں۔ اصل نام معلوم نہیں ہو سکا۔ ان کی والدہ کا نام عامر بنت عویمر تھا۔ قبیلہ کنانہ کے فراس نامی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ایک امیر کبیر شخص عبداللہ سے نکاح ہوا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ شادی کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ مکہ آکر مقیم ہوئیں۔

حضرت ام رومانؓ بچپن ہی سے بے حد ہمدرد، غمگسار، ملنسار اور نرم دل مشہور تھیں۔ ان ہی قابلِ رشک اوصاف کی وجہ سے وہ اپنے قبیلے کی آنکھوں کا تارا تھیں۔ اور ہر شخص آپ کو قدر و محبت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں جہاں بڑی فیاضی کے ساتھ حسن و جمال کی دولت سے مالا مال کیا تھا وہاں ان کا خزانہ سیرت بھی اوصافِ جمیلہ کے زر و جواہرات سے پُر کر دیا تھا۔ شروع ہی سے انہیں دوسروں کی خدمت کا اتنا زیادہ شوق تھا کہ انہوں نے کبھی کھیل کود کی طرف زیادہ توجہ نہ دی تھی۔ بلکہ اپنا تمام وقت ماں باپ کی خدمت گزاری، اطاعت، فرمانبرداری اور تعمیلِ احکام میں بسر کرتی تھیں۔ قبیلے کے دوسرے لوگ اپنے بچوں کو بنت عامر کی مثال دے کر اچھے کاموں پر آمادہ کیا کرتے تھے۔ چھوٹی عمر میں ہی اتنی ملنسار اور مہمان نواز تھیں کہ اپنی ہم عمر سہیلیوں اور ہمجولیوں کو گھر پر بلا کر دعوتیں کھلانا ان کا محبوب شغل تھا۔ وہ دوسروں کی خاطر تواضع اور مہمان نوازی سے بہت مسرور ہوتی تھیں۔ نرم دلی اور انسانیت دوستی کا یہ عالم تھا کہ اڑوس پڑوس میں کوئی بیمار پڑ جاتا یا کسی تکلیف

میں مبتلا ہو جاتا تو ننھی بنتِ عامر مضطرب و بے تاب ہو جاتی۔ دن میں کئی بار وہاں جاتی، معصوم زبان سے اسے دلاسا دیتی، جہاں تک ممکن ہوتا بڑے ذوق و شوق سے تیمارداری کرتی۔ چھوٹے موٹے کام خود کر دیتی اور پروانہ وار اس گھر کے ارد گرد منڈلاتی رہتی۔ جب تک اسے پوری طرح آرام نہ آ جاتا بنتِ عامر کو چین نصیب نہ ہوتا گھر سے جو کچھ اپنے خرچ کے لئے ملتا اسے اپنے ہم عمر بچوں میں تقسیم کر کے خوش ہوتا بنتِ عامر کا امتیاز تھا۔ اگر گھر کے دروازے پر کوئی سائل آ جاتا تو سب سے پہلے یہ ننھی حور آگے بڑھ کر اس کا خیر مقدم کرتی اور ہر ممکن کوشش کرتی کہ سائل خالی ہاتھ واپس نہ جائے۔

جوان ہوئیں تو یہ تمام صفاتِ حسنہ بھی عمر کے ساتھ پروان چڑھ کر اوجِ کمال تک پہنچیں۔ وہ سراپا رحمت بن کر اپنے شوہر کے گھر میں تشریف لائیں اور اسے رشکِ جنت بنا دیا۔ وہ جب اپنے ماں باپ کے گھر میں تھیں تو انہوں نے ایک نیک اور سعادت مند بیٹی بن کر ان کی عزت کو چار چاند لگائے اور ہر شخص سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ جوان ہو کر شوہر کے گھر آئیں تو ایک سلیقہ شعار، خدمت گزار مجسمِ ایثار اور سگھڑ بیوی بن کر سسرال کے ہر فرد کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ نکاح کے کچھ عرصہ بعد ہی ان کے شوہر عبداللہ اچانک وفات پا گئے۔ خاوند کی وفات کے بعد آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام طفیل تھا۔

حضرت ام رومانؓ کا دوسرا نکاح حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ہوا اور اپنی بہترین صفات کی بدولت انہوں نے جلد ہی حضرت ابوبکرؓ کے ہاں قدر و منزلت کا مقام حاصل کر لیا۔ بعد میں ان کے ساتھ ہی حلقہ بگوشِ اسلام ہوئیں۔ جب کفارِ مکہ نے مسلمانوں پر بے پناہ سختیاں اور مظالم شروع کر دیئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مدینہ کی طرف ہجرت فرما گئے۔ مگر ام رومانؓ بعد میں مدینہ گئیں

ہجرت کے بعد بھی وہ حسبِ عادت ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی خدمت میں مصروف رہتی تھیں۔ اس پُر آشوب دور میں حضرت ام رومانؓ نے انتہائی دردمندی اور دل سوزی کے ساتھ گھرے ہوئے مسلمانوں کی قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔ وہ ہر مہاجر مسلمان کے غم واندوہ اور دکھ درد میں برابر کی شریک ہوتی تھیں۔

حضرت ام رومان کا یہ واقعہ عام کتابوں میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ صدیق چند درویش منش اور غریب اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کھانے پر اپنے گھر بلا لائے اور خود کسی ضروری کام کی غرض سے دربارِ رسالت میں تشریف لے گئے آپ کو واپسی میں دیر ہوگئی۔ حضرت ام رومانؓ نے مہمانوں کو کھانا بھیجا تو انہوں نے غالباً اس خیال سے کھانے سے انکار کر دیا کہ شاید اہل خانہ کے لئے کچھ نہ بچا ہو۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ واپس تشریف لائے تو انہوں نے ام رومان سے دریافت کیا کہ مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ کھانا بھیجا تھا مگر مہمانوں نے انکار کر دیا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اصرار کے ساتھ سب کو کھانا کھلایا تو اللہ نے اس کھانے میں اتنی برکت دی کہ مہمانوں کے شکم سیر ہو کر کھانے کے بعد بھی بہت بچ رہا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے پوچھا کہ اب کتنا کھانا باقی ہے تو حضرت ام رومانؓ نے فرمایا کہ ابھی تین گنا سے زیادہ بچا ہوا ہے چنانچہ آپ نے باقی کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا۔

حضرت ابوبکرؓ سے آپ کے ہاں دو بیٹے عبدالرحمان اور عائشہ ہوئے۔ بعد میں حضرت عائشہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب اہلیہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت ام رومان نے اپنی باقی پوری زندگی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت اور معیت میں بسر کر دی۔ آپ کا صحیح سن وفات معلوم نہیں ہو سکا۔ کہا جاتا ہے کہ ۹ھ

Marfat.com

کے بعد رحلت فرمائی۔ وفات کے بعد سرکار دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم نے خود انہیں قبر میں اتارا اور فرمایا کہ جو شخص عورتوں میں حور عین دیکھنا چاہے وہ ام رومان کو دیکھ لے [illegible]

حضرت ام رومان کی زندگی نسوانی اوج و وقار کی صحیح تصویر ہے۔ خدا ہماری بہنوں کو توفیق دے کہ وہ مسلمان عورت کے عز و شرف کا راز حضرت ام رومان کی زندگی میں پا سکیں اور اپنے اندر وہ تمام اوصاف پیدا کر سکیں

[illegible]

حضرتِ فاطمہ بنت اسدؓ

Marfat.com

"وہ نہایت صالح بی بی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی زیارت کے لیے تشریف لاتے اور ان کے گھر میں آرام فرماتے تھے۔"

Marfat.com

حضرت فاطمہ بنت اسدؓ

حضرت فاطمہؓ حیدر کرار، شیر خدا حضرت علیؓ مرتضٰے کی والدہ ماجدہ تھیں۔ آپ کے والد کا نام اسد بن ہاشم تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب بن عبدالمطلبؓ سے شادی ہوئی۔ ایک بزرگ مؤرخ نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ بنت اسدؓ پہلی ہاشمی خاتون تھیں جن سے ہاشمی لڑکا پیدا ہوا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلبؓ وفات پا گئے۔ اور جناب ابوطالبؓ نے حضور کی پرورش کا فرض انجام دینا شروع کیا تو حضرت فاطمہؓ نے جو آپ کی حقیقی چچی تھیں۔ انتہائی محبت اور لطف وکرم کے ساتھ آپ کا ساتھ دیا۔ حضرت فاطمہؓ نے اپنے یتیم بھتیجے کو آرام وراحت بہم پہنچانے کے لیئے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور دونوں ہاتھوں سے اللہ کی رحمت سمیٹ کر تاریخ میں حیاتِ جاوید حاصل کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بار خود ان کی شفقت اور محبت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا کہ ابوطالب کے بعد حضرت فاطمہؓ سے زیادہ اور کوئی شخص میرے ساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش نہیں آیا۔

حضرت فاطمہؓ نے پیرانہ سالی میں رحمۃ للعالمین کے دستِ مبارک پر بیعت فرمائی اور مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا شرف حاصل کیا۔ جب جگر گوشۂ رسول حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا تو اس وقت آپ زندہ تھیں۔ اور بہت بوڑھی ہو چکی تھیں۔ نکاح کے بعد

Marfat.com

حضرت علیؓ گھر آئے اور اپنی والدہ مکرمہ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورِ نظر حضرت بتولؓ ان کی بہو بن کر تشریف لا رہی ہیں۔ میں پانی بھر دوں گا اور باہر کا کام کروں گا اور وہ چکی پیسنے (اور آٹا گوندھنے) میں آپ کی مدد کریں گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں وفات پائی۔ یہ وہ مبارک ہستی تھیں جنہیں کفن کے لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص عطا فرمائی اور جب قبر تیار ہو چکی تو رحمۃ للعالمین خود قبر میں اتر کر لیٹ گئے۔ لوگ سخت حیران ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابو طالبؓ کے بعد فاطمہؓ مجھ پر سب سے زیادہ شفقت فرماتی تھیں انہوں نے میری بڑی خدمت کی ہے۔ میں نے اپنی قمیص انہیں اس لئے پہنا دی ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ جنتی لباس عطا فرمائے اور قبر میں اس لئے لیٹ گیا تھا کہ یہ بزرگ ہستی ہر قسم کے عذاب سے حفاظت میں رہے۔

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر حضرت فاطمہؓ بنت اسد کی زیارت کے لئے ان کے ہاں جایا کرتے تھے اور عام طور پر ان کے گھر میں آرام فرمایا کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ نہایت نیک، پاکباز اور صالح بی بی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھنے جایا کرتے تھے۔ وہ جب تک زندہ رہیں سرورِ کونینؐ اپنی ماں سمجھ کر انتہائی عزت و احترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔ اور ان کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ بنت اسد کے ہاں چار بیٹے ہوئے۔ حضرت علیؓ، حضرت جعفر طیارؓ، طالبؓ اور عقیلؓ۔ ان میں حضرت علیؓ اور حضرت جعفر طیارؓ بہت زیادہ مشہور ہیں۔

حضرتِ اُمّ ایمنؓ

Marfat.com

"عمر رسیدہ ہونے کے باوجود انہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام سے والہانہ محبت تھی - ان کی زندگی سادگی اور پاکیزگی کا نمونہ تھی"۔

Marfat.com

حضرت اُمِ ایمن

آپ کا اصل نام برکہ تھا۔ باپ کا نام ثعلبہ بن عمرو تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ کا وطن مالوف حبشہ تھا۔ کنیت ام ایمنؓ مشہور تھی۔ حضرت ام ایمنؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ کی کنیز تھیں اور بچپن سے ان کے پاس ہی رہتی تھیں۔ جب حضرت عبداللہ انتقال کر گئے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ کے پاس رہنے لگیں۔ جب وہ بھی فوت ہو گئیں تو حضرت ام ایمنؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے لگیں۔ پہلا نکاح عبید بن زید سے ہوا۔ مگر جب وہ انتقال کر گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ سے ان کا نکاح کر دیا۔ حضرت زید کے ساتھ شادی ہوتے ہی آپ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ام ایمنؓ نے بھی دوسرے ستم رسیدہ مسلمانوں کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لائیں۔ مختلف روایات میں ہے کہ آپ نے جنگ احد اور جنگ خیبر میں شرکت فرمائی تھی زخمیوں کو پانی پلانے اور مرہم پٹی کرنے کا کام آپ کے ذمہ تھا۔ جب ۱۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا تو اس وقت زندہ تھیں اور زار و قطار رو رہی تھیں۔ غم واندوہ کی وجہ سے ان کا برا حال ہو رہا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہتر جگہ موجود ہے۔ اس وقت حضرت ام ایمنؓ نے انہیں جواب میں جو کچھ فرمایا وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے اور ہماری خواتین کے لئے دعوتِ فکر ہے کہ وہ اس زریں دور کی خواتین کے بے مثل کردار پر غور کریں اور اپنے دلوں کو ٹٹول کر دیکھیں کہ انہیں کس چیز سے والہانہ عشق تھا اور

Marfat.com

ان کے سوچنے کا انداز کیا تھا اور آج کے دور میں ہماری عورتوں کی دلچسپیوں کے مرکز کہاں ہیں۔ حضرت ام ایمنؓ نے فوراً جواب دیا۔

"مجھے یہ خوب معلوم ہے اور میرے رونے کا یہ سبب نہیں (جو آپ سمجھے ہیں) بلکہ میں تو اس لئے رو رہی ہوں کہ اب وحی کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔"

یعنی ہدایت و معرفت کا وہ آفتاب عالم تاب غروب ہو گیا ہے جس کی ضیاباری سے کائنات عالم کا ہر ذرہ رشک قمر بنا ہوا تھا اور ضلالت و گمراہی کے اندھیرے میں ٹھوکریں کھانے والی انسانی مخلوق کو اس مبدائے فیض سے نئی زندگی مل رہی تھی۔ اس کے بعد جب ۲۳ھ میں حضرت عمر فاروقؓ نے جام شہادت نوش فرمایا تو اس حادثہ پر بھی زار و قطار روئیں۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ اب کیوں روتی ہو فرمایا —— اس لئے کہ اسلام کمزور ہو گیا۔ اللہ اللہ! یہ ان بلند مرتبہ خواتین کی اللہ اور اس کے دین کے ساتھ محبت اور شیفتگی کا عالم تھا۔ وہ ذاتی تعلقات و مراسم اور دنیوی فوائد و اغراض سے کتنا بلند ہو کر سوچتی تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ایمن کی بے پناہ عزت کرتے تھے اور کئی دفعہ فرمایا —— ام ایمن میری ماں ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔

ایک طرف ان بزرگ خواتین کی پاک زندگیوں کو دیکھئے اور دوسری طرف اپنی عمر رسیدہ خواتین کو دیکھئے کہ زندگی جتنی کم ہوتی جاتی ہے۔ دنیا، مال اور اولاد کے ساتھ ان کی محبت اتنی ہی بڑھتی جاتی ہے۔ انہیں غم ہوتا ہے تو گھر میں اپنا عمل و دخل کم ہونے کا اور افسوس ہوتا ہے تو بہو کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کا۔ اگر کچھ یاد آتا ہے تو بیتے ہوئے خوشگوار لمحات جب وہ اپنے گھر میں بلا شرکت غیرے حکومت کرتی تھیں۔

کتنے مبارک اور سعید ہیں وہ گھرانے جن میں آج بھی حضرت ام ایمنؓ کی سیرت کا چراغ روشن ہے اور جہاں بزرگی کے نورانی لباس میں ہدایت و محبت کی شمعیں جل رہی ہیں۔

Marfat.com

شہیدۂ اوّل حضرتِ سُمَیَّہؓ

Marfat.com

جن کی بے مثل قربانی نے تاریخ عالم میں عورت کا مرتبہ اتنا بلند کر دیا کہ دنیا بھر کی عورتیں ان کی بلندیٔ کردار پر جتنا فخر کریں کم ہے۔

Marfat.com

حضرت سمیہؓ

حضرت سمیہؓ کے والد کا نام خباط تھا۔ مکہ کے ایک شخص ابو حذیفہ بن مغیرہ مخزومی کی کنیز تھیں۔ ابو حذیفہ نے اپنے ایک حلیف یاسر عنسی سے نکاح کر دیا۔ اور کچھ عرصہ بعد انہیں آزاد کر دیا۔ حضرت سمیہؓ مشہور صحابی حضرت عمار بن یاسرؓ کی والدہ تھیں۔ حضرت سمیہؓ کو اسلامی تاریخ میں قابلِ رشک مقام حاصل ہے۔ ایک ایسی عورت جو طلوعِ اسلام سے قبل معمولی کنیز تھی جس کی کوئی حیثیت نہ تھی اس نے اسلام کے دامنِ رحمت میں آنے کے بعد صبر و استقلال اور ایثار و قربانی کی ایسی درخشندہ مثال قائم کی کہ تاریخ کے صفحات آج بھی اس کے نور سے جگمگا رہے ہیں۔

جب فاران کی چوٹی سے ختم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم و جور کے قالب میں ڈھلی ہوئی دنیا کو راہ ہدایت کی طرف آنے کی دعوت دی۔ اور اپنی رسالت کی خبر دی تو اپنے پرائے سب جان کے دشمن ہو گئے۔ جو کل تک عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور حضور کے صدق و صفا کی قسم کھاتے تھے وہی تذلیل و تحقیر پر اتر آئے اور جن کی آنکھوں میں محبت و مروت تھی وہاں انتقام کی خون آشام بجلیاں لہرانے لگیں۔ اس وقت حق و صداقت کی اس آواز پر لبیک کہنا شہادت گاہ الفت میں قدم رکھنا تھا۔ آج کی دنیا میں رہتے ہوئے ہم اس خوفناک ماحول اور ان دہشت ناک حالات کا صحیح طور پر تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس وقت حضرت سمیہؓ، ان کے شوہر حضرت یاسرؓ اور صابر بیٹے عمارؓ نے

Marfat.com

مجاہدانہ انداز میں آگے بڑھ کر اسلام کی دعوت کو سینے سے لگایا۔ خدا اور اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ پورے خاندان کی زندگی حق و صداقت پر قربان ہونے کے لیئے حاضر ہے اور ہم ہر قسم کے ظلم و ستم کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اس کے بعد وہی ہوا جس کی توقع تھی سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں حضرت سمیہؓ کا ساتواں نمبر تھا۔ اور مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت جس ظلم و ستم کا نشانہ بن رہی تھی۔ اس میں یہ لوگ بھی شریک ہو گئے۔ کفار کو ان غریب اور بے سر و سامان لوگوں کا کیا لحاظ ہو سکتا تھا۔ اس لیئے حضرت سمیہؓ اور ان کے خاوند کفار کا ترنوالہ بن گئے۔ ان کو ایسی ایسی اذیتیں دی گئیں کہ ان کے ذکر سے آج بھی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

جب ابوجہل کو ان کے مسلمان ہونے کا علم ہوا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اس نے حضرت سمیہؓ کے گھر کو آگ لگا دی۔ انہیں، ان کے خاوند یاسرؓ اور بیٹے حضرت عمارؓ کو زنجیریں پہنا کر لوگ بازاروں میں گھسیٹتے ہوئے قید خانے لے چلے۔ حضرت یاسرؓ نے حضرت سمیہؓ سے کہا "سمیہؓ! تم نے دیکھا۔ یہ وہی آگ ہے جو میں نے خواب میں دیکھی تھی۔ ابوجہل کے یہ قیدی بے بسی کے عالم میں رات بھر قید رہے۔ صبح ان کو باہر نکالا اور جانوروں کی طرح ہنکا کر پھر بازاروں میں لائے لوگ ان مظلومین کو اسیری کی حالت میں تیز چلانے کے لیئے خنجروں سے کچوکے لگاتے تھے۔ ان کے جسموں سے خون بہتا تھا۔ ان پر چاروں طرف سے کوڑے برسائے جاتے تھے۔ غریب سمیہؓ کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے تھے اور پھر قہقہے لگاتے تھے۔ بازاروں میں تماشائی حضرات سمیہؓ کے منہ پر پتھر مارتے تھے اور ان کا چہرہ لہو لہان ہو جاتا تھا۔ ایک جگہ ابوجہل نے اشارہ کیا تو لوگوں نے ان بے کسوں کو زمین پر گرا دیا۔ ان کے پہلو اور سینے لوہے کی تپتی ہوئی سلاخوں سے داغ دیئے گئے۔ پھر ان کے سینوں

بھاری پتھر رکھ دیئے گئے۔ اردگرد لوگ پانی کے مشکیزے بھر بھر کر ان کے چہروں پر انڈیلتے تھے۔ ان عاشقانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے اور سنگدل کفار ان کی حالت زار دیکھ دیکھ کر لطف اٹھاتے تھے اور قہقہے لگاتے تھے

حارث بن ہشام نے اپنے بھائی عکرمہ بن ابوجہل سے کہا۔

تم نے سمیہ کو نہیں دیکھا؛ ان پر کوڑوں کی بارش ہو رہی تھی تو کس طرح اس کا جسم بل پہ بل کھا رہا تھا مگر اس کے منہ سے ایک چیخ نہیں نکلی نہ درد و کرب کا اظہار ہوا۔ ہمارا خیال تھا کہ ہم اسے معمولی سی تکلیف بھی دیں گے تو وہ اس سے دہشت زدہ ہو جائے گی مگر وہ تو زمین پر کمانی کی طرح گرتی تھی اور پھر کھڑی ہو جاتی تھی اور ہم اس کا مذاق اڑاتے تھے۔

دنیا کہتی ہے کہ عورت بہت کمزور ہوتی ہے اور اس میں عزم و ارادہ کی وہ پختگی نہیں ہوتی جو بہادر مردوں کے حصہ میں آئی ہے۔ عورت کسی کٹھن امتحان اور آزمائش کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور اس کا نرم و نازک بدن ظلم و جور کا ایک حملہ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ جہاں تک عام دنیا کی پرستش کرنے والی عورتوں کا تعلق ہے ممکن ہے کہ یہ مفروضہ کسی حد تک درست ہو مگر ایک سچی مسلمان کا وجود ہمیشہ ان خیالات کی تردید کرتا رہا ہے۔ اسلام ایک ایسی حیرت انگیز طاقت ہے کہ جب یہ کسی دل پر حکمران ہو جاتا ہے تو ایک عورت کو بھی سیرتِ فولاد بخش دیتا ہے اور اس کے قلب و نظر میں ایسی طاقت پیدا کر دیتا ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل سکتے ہیں مگر مومن عورت اپنے مقام سے ایک انچ ادھر ادھر نہیں ہو سکتی۔ وہ کسی اور ملت کی عورتیں ہوں گی جو دوسروں کے دامن پر چمکنے والے جھوٹے موتی دیکھ کر اپنے ہیرے اور جواہرات لٹا دیتی ہیں۔ جو ہر وہ راستہ اختیار کرنے پر فوراً آمادہ ہو جاتی ہیں جس پر چلنے سے دین و ایمان کی دولت بے شک لٹ جائے مگر چند دنیوی فوائد

اور فنا نصیب زندگی کی چند عارضی آسائشیں نصیب ہو جائیں۔ ایک سچی مسلمان عورت
تو گنجِ قارون کو بھی پائے حقارت سے ٹھکرا کر اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرنا
جانتی ہے۔ وہ غیروں سے جینے کے اسلوب نہیں سیکھتی بلکہ دنیا کو زندگی کے باوقار
انداز سکھاتی ہے۔ وہ تہذیب و معاشرت کی گداگری کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ وہ
جانتی ہے کہ اس کے سر پہ اللہ نے اسلام کا تاج رکھا ہے۔ اگر اس کا سر غیر اللہ
کی چوکھٹ پر جھکتا ہے یا وہ کسی بھی انداز میں دوسروں کے سامنے سرنگوں ہوتی ہے
تو گویا وہ پوری دنیا کے مسلمانوں کا سر جھکا دیتی ہے اور اس کے جھکنے سے اسلام
کا سر جھکتا ہے۔ وہ اپنے گھر کی چار دیواری میں رحمت اور محبت و شفقت کا سرچشمہ ہوتی
ہے۔ ایثار و وفا کی شمع ہوتی ہے جو اپنے گھر کو ہمیشہ اپنے خونِ جگر سے منور رکھتی ہے
مگر جب وہ گھر سے باہر قدم رکھتی ہے تو ہر قدم پر عظمت و وقار کے فرشتے اس کے
قدموں کو چومتے ہیں۔ اور غیرت و حمیت کی دیوی ان کے ہر نشانِ پا پر سجدے کرتی
ہے۔ اس کی چال میں شیرنی کا سا وقار ہوتا ہے۔ اس کے ہر انداز میں عظمت ہوتی
ہے۔ اور اس کی ہر ادا میں آبِ کوثر چھلکتا ہے۔ اس کی طرف اٹھنے والی ناپاک
نگاہیں کانپ کانپ کر دم توڑ دیتی ہیں۔ اور اس کی طرف اٹھنے والی ملعون انگشت
کاٹ دی جاتی ہے۔ تاریخ نے ہمیشہ سچی مسلمان عورت کو اسی روپ میں دیکھا ہے
اور یہ بھی دیکھا ہے کہ جہاں اس کے ایمان کے لئے خطرہ پیدا ہوا اس نے کوہ ہمالہ
کی عظمت و رفعت کو بھی شرمسار کر دیا۔ اگر یقین نہ آئے تو حضرت سمیہ کی مختصر مگر تابناک
حیاتِ طیبہ کے نقوش کو غور سے دیکھئے۔ وہی خاندان جس کی وہ کبھی کنیز تھیں انہیں
ترکِ اسلام پر مجبور کرتا ہے۔ کوئی ایسی سختی نہ تھی جو روا نہ رکھی گئی ہو مگر وہاں سے
ایک ہی جواب ملتا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے
رسول ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور یہ سر صرف اسی کے سامنے

Marfat.com

جھک سکتا ہے جب کفار کے تمام حربے ناکام ہو گئے تو ان کے لئے یہ معمول بنا دیا گیا کہ جہنم کے شعلوں میں لپٹی ہوئی ریت پر اس بے بس و مجبور عورت کو لوہے کی زرہ پہنا کر جسم کو پگھلا دینے والی دھوپ میں کھڑا کر دیا جاتا، جب وہ دھوپ کی شدت، آگ کی طرح تپتے ہوئے لوہے کی گرمی اور ریت کی آتش سامانی سے بلبلا اٹھتیں تو ان سے کہا جاتا کہ اسلام ترک کر دو تب ہی اس دردناک عذاب سے رہائی مل سکتی ہے مگر بادۂ توحید کا نشہ اس ترشی سے بھلا کیسے اتر سکتا تھا۔ جو لوگ ریگ زار عرب کی شعلہ زائی اور وہاں کی جلا دینے والی گرمیوں کی دوپہر کو جانتے ہیں کچھ وہی حضرت سمیہؓ پر روا رکھے جانے والے مظالم کو اچھی طرح محسوس کر سکتے ہیں اس غریب اور بے بس عورت کے لئے یہ عذاب ایک دو دن کے لئے نہیں تھا بلکہ انہیں روزانہ اسی طرح تختۂ مشق بنایا جاتا تھا۔ مگر تاریخ گواہ ہے کہ اس عظیم المرتبت عورت نے بڑے صبر و استقلال کے ساتھ اس مصیبت کو برداشت کیا۔ اور ہمیشہ منہ سے نکلا یہی تو نکلا کہ اللہ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں۔ ایک روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گزر ہوا اور حضرت سمیہؓ کو اس دردناک حالت میں دیکھا تو حضرت سمیہؓ نے درد و کرب سے لاپروا ہو کر بلند آواز میں کہا: "میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ کا وعدہ سچا ہے" آنحضرتؐ نے جواب میں فرمایا۔

"آل یاسر! صبر کرو، اسکے عوض تمہارے لئے جنت ہے"

پوری دنیا کی تاریخ کیا ایک بھی ایسی صابر و شاکر اور پیکر عزم و استقلال عورت کی مثال پیش کر سکتی ہے جس کے گوشت و پوست کو روزانہ اس ظالمانہ طریقے سے جلایا جاتا ہو۔ اور اس کے پائے استقلال کو کبھی جنبش تک نہ ہوتی ہو۔ سمیہؓ ایک سچی مسلمان خاتون تھیں اور انہوں نے اپنے عمل سے دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ جب

Marfat.com

یہ عورت حقیقی نصب العین کے نشے میں سرشار ہو جاتی ہے تو اس کا دل اللہ کے نور کا گہوارہ بن جاتا ہے اور وہ اپنے عزم و استقلال کی قوت سے سنگ و آہن کو آب آب کر دیتی ہے اس کے ایمان و ضمیر کو دنیا بھر کے خزانے اور زر و جواہر کے انبار بھی نہیں خرید سکتے۔ اور نہ کسی فرعون و ہامان کی بے پناہ طاقت اس کا سر جھکا سکتی ہے نہ وہ بڑے تمکنت و وقار کے ساتھ دولت کو ٹھوکر دیتی ہوئی گزر جاتی ہے پوری ثابت قدمی سے پہاڑوں سے ٹکرا جاتی ہے۔ اور انتہائی صبر و استقلال کے ساتھ ظلم و تشدد کے طوفانوں کے سامنے سینہ سپر ہو جاتی ہے وہ مٹ سکتی ہے نہ جھک سکتی ہے۔ نہ بک سکتی ہے وہ کنیز ہو کر بھی شاہزادیوں اور رئیس زادیوں کے فخر و تفاخر کو اپنے پاؤں کی ایک ٹھوکر سے خاک میں ملا سکتی ہے یہی وہ بلند مرتبہ خواتین تھیں جنہیں دنیا کنیزیں سمجھتی تھی۔ مگر ان کے آغوشِ تربیت سے پلا پاکر نکلنے والوں نے شہنشاہوں کی بساط حکمرانی الٹ کر رکھ دی۔ یہی وہ مسلمان عورت تھی جس کے ہاتھوں نے ایک ایسی قوم کی تعمیر کی جس نے پوری انسانی دنیا کو ایک نئے سانچے میں ڈھال کر اپنے وجود کو تاریخ کا محور بنا لیا۔

حضرت سمیہؓ نے مسلسل یہ عذاب برداشت کیا۔ ایک روز وہ اس مصیبت سے چھوٹ کر نڈھال صورت میں گھر واپس آ رہی تھیں کہ راستے میں انہیں دشمن اسلام ابوجہل مل گیا۔ اس نے حضرت سمیہؓ کو بے محابا گالیاں دینا شروع کر دیں۔ اور انہیں دوبارہ کفر اختیار کرنے پر مجبور کرنے لگا کیونکہ وہ سب عاجز آ چکے تھے حضرت سمیہؓ کی قوتِ ایمانی نے ان کے ظلم و جور کے تمام ہتھیار کند کر دیئے تھے حضرت سمیہؓ نے بڑے پرعزم انداز میں وہی جواب دیا جس کی توقع ایک سچی مسلمان عورت سے ہو سکتی ہے۔ انہوں نے فرمایا "برا ہو تیرا! اور تیرے جھوٹے

خداؤں کا۔" ابوجہل صاف جواب سن کر غصے سے پاگل ہوگیا اور اس جہنمی نے پورے زور سے ان کے برچھی دے ماری اور سترہ راہ اس عظیم مجاہدۂ اسلام کو شہید کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ان کے خاوند حضرت یاسرؓ کو بھی شہید کر دیا۔ اے مسلمان عورتو! اس مومن عورت پر فخر کرو۔ اللہ کی راہ میں یہ پہلی شہادت تھی جس کا شرف ایک عورت کو نصیب ہوا۔ گلشن اسلام کو سب سے پہلے ایک مومن عورت کے پاک خون نے سیراب کیا۔ اور دنیا کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ اس بے مثل قربانی کو ملتِ اسلامیہ قیامت تک فراموش نہیں کر سکتی۔

جب حضرت سمیہؓ کے لختِ جگر حضرت عمارؓ کو معلوم ہوا۔ وہ خود بھی عاشقِ رسول تھے۔ مگر اپنی بلند فطرت ماں کے اس خونِ بے گناہ کا انہیں سخت افسوس ہوا۔ افسردگی کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! اب حد ہوگئی ہے۔ رحمتِ دو عالم نے بڑی شفقت اور محبت کے ساتھ انہیں صبر کی تلقین فرمائی اور ارشاد ہوا۔

"خداوندا! آلِ یاسر کو جہنم سے بچا۔"

اس کے بعد جب غزوۂ بدر میں ابوجہل قتل ہوگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ کو اپنے پاس بلا کر فرمایا۔

"عمارؓ! دیکھو تمہاری ماں کے قاتل کا خدا نے فیصلہ کر دیا۔"

ان کے نورِ نظر حضرت عمارؓ کو وہ درجہ نصیب ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو عمارؓ سے دشمنی رکھتا ہے وہ مجھ سے دشمنی رکھتا ہے۔"

اللہ کی ان گنت رحمتیں ہوں اور سلامتی ہو ان پاک نفوس پر جنہوں نے جادۂ حق پر چلنے والوں کے لئے اپنے مقدس خون سے نشانات منزل بنائے

Marfat.com

آج حضرت سیدہ کا خون شہادت ہماری ماؤں اور بہنوں کے لیے انمول اثاثۂ حیات بنے۔ وہ جب تک اس امانت کی قدر کریں گی خدا ان کی حفاظت کرے گا اور ان کے بھائیوں اور بیٹوں کے زریں کارناموں سے تاریخ کا دامن مالامال ہوتا رہے گا۔ اور عظمت و رفعت ہمیشہ ان کی چوکھٹ پر دربان بن کر موجود رہے گی۔ [illegible]

[illegible]

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ

حق گوئی اور بے باکی کے اظہار میں کسی امیر و شاہ کی عظمت و جلالت اور شوکت و سطوت انہیں مرعوب نہ کر سکی۔ وہ جابر سلطان کے سامنے بھی کلمۂ حق کہنے سے نہ ڈرتی تھیں۔

Marfat.com

حضرتِ اسماء بنت ابی بکرؓ

عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ صدیق کی بیٹی تھیں۔ اسماء نام اور ذات النطاقین لقب تھا۔ والدہ کا نام قتیلہ تھا۔ ہجرت سے ستائیس برس قبل مکہ میں پیدا ہوئیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے ہجرت کا حکم ملا تو حضور صدیق اکبرؓ کے پاس تشریف لائے اور انہیں حکم ربانی سے آگاہ کیا تو وہ بھی ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گئے۔ حضرت اسماءؓ نے فوراً سامانِ سفر درست کیا۔ ایک برتن میں چند دن کے لیے کھانا رکھ کر اوپر اپنا نطاق پھاڑ کر باندھ دیا۔ نطاق وہ کپڑا تھا جسے عورتیں کمر کے گرد لپیٹتی تھیں۔ اسی شرف کی وجہ سے آپ کا لقب ذات النطاقین مشہور ہوا۔ حضرت زبیر بن العوامؓ سے نکاح ہوا اور اسلام لانے والوں میں آپ کا اٹھارھواں نمبر ہے۔

حضرت اسماءؓ نے بھی دوسری مسلمان خواتین کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور قبا میں قیام کیا۔ اسی جگہ عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے جنہوں نے جوان ہو کر بے پناہ شہرت اور ناموری حاصل کی۔ آپ کی پیدائش پر مسلمانوں نے بڑی خوشی منائی کیونکہ یہودیوں نے لوگوں کو قبولِ اسلام سے باز رکھنے کے لیے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ مسلمانوں کے ہاں اولاد نہیں ہو گی۔ حضرت اسماءؓ عبداللہؓ کو لے کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ننھے عبداللہ کو گود میں لیا گھٹی میں اپنا لعابِ مبارک پلایا اور دعا فرمائی اس لیے سن بلوغت کو پہنچے تو محامد و محاسن کی ایک دلکش زندہ تصویر تھے۔ زبیرؓ نے ان کو طلاق دے دی تھی۔ اس لیے اپنے بیٹے کے پاس ہی

Marfat.com

رہتی تھیں۔ انتہائی نیک، صابر و شاکر اور عبادت گزار تھیں۔ حد درجہ فیاض، سخ
متواضع اور خاکسار تھیں۔ حق گوئی ان کی زندگی کی سب سے بڑی خصوصیت تھی۔ آ
سے چھپن احادیث مروی ہیں۔ بڑے بڑے بزرگ صحابہ کرام کا شمار آپ کے شاگرد
میں ہوتا ہے۔ لوگ آپ کی بزرگی اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے دعائیں پڑھوایا کر
تھے۔ آخری عمر میں بینائی جاتی رہی تھی۔ ۷۳ھ میں وفات پائی۔ اس وقت عم
سو برس کے قریب تھی۔ حق گوئی، بے باکی اور تسلیم و رضا میں حضرت اسماءؓ کا مق
بہت بلند ہے۔ آپ نے تاریخ اسلام کے بدنام اور ظالم ترین حاکم حجاج کے مقا
میں ایسی جرأت ایمانی، بے باکی اور صبر و استقلال کا مظاہرہ کیا کہ آج ان وا
کو پڑھ کر سخت حیرت ہوتی ہے کہ ایک عورت بہادری، جرأت اور صبر و شکر کی
ان بلندیوں کو بھی چھو سکتی ہے جہاں تک مردوں کے راہوارِ تخیل کا بھی گزر نہ ہوا

بنو امیہ کا دورِ حکومت تھا اور یزید بن معاویہ ایسا پیکرِ فسق و فجور شخص سلطنت
اسلامیہ کا حکمران تھا۔ حضرت اسماءؓ کے نورِ نظر جناب عبداللہ بن زبیرؓ نے اس کی بیعت
کرنے سے صاف انکار کر دیا اور مکہ کو دار السلطنت قرار دے کر اپنی خلافت کا اعلان ک
دیا۔ ان کی عظمت اور جلالت کسی کی نگاہوں سے مخفی نہ تھی۔ بہت جلد لوگوں کی بہت
بڑی اکثریت نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ جب عبدالملک بن مروان نے بہت سے
صوبوں پر بزور شمشیر دوبارہ قبضہ کر لیا تو وہ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ حضرت
عبداللہ بن زبیرؓ کو شکست دینے کے لئے حملہ آور ہوا۔ آپ نے بھی شامی فوج کے
مقابلے کے لئے تیاری کی مگر اس وقت تک دشمن خانہ کعبہ کا محاصرہ کر چکا تھا۔ شامی
فوجیں حجاج کے زیر کمان قرب و جوار کے تمام علاقوں کو فتح کر چکی تھیں۔ یہ صورت حال
دیکھ کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اپنی والدہ حضرت اسماءؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
اس وقت وہ بیمار تھیں۔ پوچھا کیا حال ہے؟ فرمایا ــــ بیمار ہوں ــــ ابن زبیرؓ

Marfat.com

نے کہا کہ انسان کو موت کے بعد ہی آرام ملتا ہے۔ حضرت اسماءؓ نے یہ سن کر کہا کہ شاید نہیں میرے مرنے کی آرزو ہے لیکن جب تک دو باتوں میں سے ایک نہ ہو جائے میں مرنا پسند نہ کروں گی۔ یا تو تم شہید ہو جاؤ اور میں تم پر صبر کر لوں یا فتح و نصرت حاصل کرو کہ میری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو۔ حضرت ابن زبیرؓ اپنی مومنہ اور بہادر ماں کا یہ حکم سن کر مسکراتے ہوئے واپس تشریف لے گئے۔ جب صورتِ حال بہت زیادہ نازک ہو گئی اور حضرت ابن زبیرؓ کو اپنی شکست کے نمایاں آثار نظر آنے لگے اور دشمن کی طرف سے صلح کی شرائط بھی پیش ہوئیں تو شہادت سے قبل دوبارہ حضرت اسماءؓ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور انہیں تمام حالات سے آگاہ کیا۔ اس وقت حضرت اسماءؓ مسجد میں تشریف فرما تھیں۔ بیٹے کی گفتگو سن کر فرمایا۔

"بیٹا! قتل کے خوف سے ہرگز کوئی ایسی شرط قبول نہ کرنا جس پر تمہیں ذلت برداشت کرنا پڑے۔ خدا کی قسم، عزت کے ساتھ تلوار کھا کر مر جانا اس سے بہتر ہے کہ ذلت کے ساتھ کوڑے کی مار برداشت کی جائے۔"

اللہ اللہ یہ جرأت و استقامت، کہ ایک عمر رسیدہ اور ضعیف ماں اپنے لختِ جگر کو ایسے نازک موقعہ پر یہ نصیحت کر رہی ہے کہ موت کے خوف سے ذلت آمیز شرائط پر صلح نہ کرنا۔ حضرت ابن زبیرؓ اپنی بہادر ماں کا یہ آخری فرمان سن کر واپس تشریف لے گئے اور جاتے ہی شرائطِ صلح کو رد کر کے انتہائی جرأت و مردانگی کے ساتھ آخر دم تک لڑتے ہوئے میدانِ جنگ میں شہید ہوئے۔ حجاج نے آپ کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا۔ تین دن گزرنے کے بعد حضرت اسماءؓ اپنی ایک کنیز کے ساتھ بیٹے کی لاش دیکھنے آئیں۔ یہ اسی صبر و رضا کے سانچے میں ڈھلی ہوئی مومن ماں کا حوصلہ تھا کہ مقتول بیٹے کی لاش کو سولی پر الٹا لٹکتے ہوئے دیکھا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر بڑے استقلال

Marfat.com

کے ساتھ ظالم حجاج کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا "کیا اس سوار کے لئے ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ اپنے گھوڑے سے نیچے اترے"۔ اس کے بعد حجاج نے انہیں آدمی بھیج کر بلایا مگر حضرت اسمأؓ نے اس کے حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا۔ اس نے پھر پیغام بھیجا کہ آ جائیں ورنہ آئندہ جو آدمی بھیجا جائے گا وہ بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا لائے گا۔ حضرت اسمأؓ نے گرج کر فرمایا کہ جاؤ کہہ دو میں نہیں آ سکتی۔ مجبوراً حجاج کو خود ان کی خدمت میں آنا پڑا۔ اس نے آتے ہی حضرت اسمأؓ کو طنزاً کہا کہ کہیے میں نے اپنے دشمن کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ حضرت اسمأؓ نے بڑی متانت اور جرأت سے جواب دیا کہ تم نے ان کی دنیا بگاڑ دی اور انہوں نے تیری عاقبت خراب کی میں نے سنا ہے کہ تو ان کو طنزاً ذات النطاقین کا بیٹا کہتا ہے: خدا کی قسم ذات النطاقین میں ہوں۔ میں نے نطاق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا باندھا تھا لیکن تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ثقیف میں ایک کذّاب اور ایک ظالم پیدا ہوگا چنانچہ کذّاب کو میں دیکھ چکی ہوں اور ظالم تو ہے حجاج یہ حدیث سن کر خاموشی سے اٹھ کر چلا گیا۔ کچھ دنوں بعد عبدالملک کا حکم پہنچا تو حجاج نے لاش اتروا کر یہودیوں کے قبرستان میں پھنکوا دی۔ حضرت اسمأؓ نے اپنے سعادت مند اور بہادر بیٹے کی نعش گھر منگوا کر غسل دینے اور دفن کرنے کا انتظام کیا۔ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت ابن زبیرؓ کا ہر ایک جوڑ علیحدہ ہو چکا تھا جب غسل کے وقت کسی عضو کو ہاتھ لگایا جاتا تو وہ ہاتھ کے ساتھ ہی چلا آتا تھا۔ یہ اندوہ ناک منظر بوڑھی ماں نے کس دل کے ساتھ دیکھا ہوگا۔ خود حضرت اسمأؓ نے اللہ سے یہ دعا کی تھی کہ جب تک عبداللہ کی نعش نہ دیکھ لوں مجھے موت نہ آئے چنانچہ اس حادثہ کے ایک ہفتہ بعد حضرت اسمأؓ فوت ہو گئیں۔ مگر آنے والی نسلوں کے لئے جرأت و ایثار اور اسلام سے محبت کی ایک چونکا دینے والی داستان

چھوڑ گئیں۔ جسے پڑھ کر آج بھی انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کہ اسلام کی تعلیم نے اپنے سائے سے ڈر جانے والی اور اولاد کی محبت میں ہر شے قربان کر دینے والی کمزور عورت کو زندگی کے کس معراج تک پہنچا دیا تھا۔ دنیا میں ماں کی مامتا ایک ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے لیکن حضرت اسماءؓ کی عملی زندگی نے ایک مومن اور مسلمان ماں کو مامتا کا ایسا تصوّر بخشا ہے جو قوموں کی عظمت اور بقا کی بہت بڑی ضمانت ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت اسماءؓ ایسی مومن ماؤں کو اپنی اولاد سے محبت نہ تھی بلکہ اللہ اور رسول کی محبت کے سامنے وہ دنیا کی ہر محبت اور ہر دنیوی تعلق کو ہیچ سمجھتی تھیں۔ حق گوئی اور بے باکی حضرت اسماءؓ کی زندگی کا ایک نمایاں جوہر تھا۔ ان میں اس درجہ قوتِ ایمانی موجود تھی کہ وہ ظلم و جور کے سامنے بھی حق بات کہنے سے نہ ڈرتی تھیں۔ انہیں کسی کی دولت، امارت اور شوکت و حشمت مرعوب نہ کرسکی۔ ایک روز حجاج بن یوسف نے ان سے کہا کہ تمہارے بیٹے نے خدا کے گھر میں الحاد پھیلایا تھا اس لئے خدا نے اس کو بڑا دردناک عذاب دیا۔ حضرت اسماءؓ نے فوراً جواب دیا۔

"تو جھوٹا ہے۔ وہ ملحد نہ تھا بلکہ صائم، پارسا اور شب زندہ دار تھا۔ خلیفۂ اوّل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچّے ساتھی اور منہ بولے بھائی کی بیٹی تھیں۔ مگر اپنے گھر کا کام خود کرتی تھیں۔ محنت و مشقت سے کبھی جی نہیں چرایا۔ جب حضرت زبیر بن العوام سے ان کا نکاح ہوا تو زبیرؓ کے پاس ایک اونٹ اور ایک گھوڑے کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ گھوڑے کو خود دانہ کھلاتیں، پانی بھرتیں اور گھر سے تین فرلانگ دور جا کر چھوہاروں کی گٹھلیاں چن کر لاتی تھیں۔ غریبی کی وجہ سے ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع کر دیا اور فرمایا کہ خدا بھی تمہیں ناپ تول کر دے گا۔ اس کے بعد حضرت اسماءؓ نے یہ عادت ترک کر دی۔ حد درجہ

Marfat.com

فیاض اور سخی تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے وفات کے وقت وراثت میں ایک جنگل چھوڑا تھا جو ان کے حصے میں آیا لیکن حضرت اسمأ نے اسے ایک لاکھ درہم میں فروخت کر دیا اور تمام رقم حاجت مندوں میں تقسیم کر دی۔ حضرت عائشہؓ کا معمول تھا کہ وہ مال جمع کرتی رہتی تھیں اور جب کافی رقم جمع ہو جاتی تو تقسیم کر دیتی تھیں۔ لیکن حضرت اسمأؓ کل کے لئے کچھ نہ رکھتی تھیں بلکہ روزانہ جو کچھ ملتا خرچ کر دینے کی عادی تھیں۔ بہت بہادر اور دلیر تھیں۔ حضرت سعید بن العاص کے زمانے میں جب عام بدامنی کا دور شروع ہو گیا تو حضرت اسمأؓ ایک خنجر ہر وقت اپنے پاس رکھتی تھیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس کا کیا فائدہ ہے تو فرمایا کہ اگر کسی نے بری نیت سے میرے گھر کا رخ کیا تو اسی خنجر سے اس کا پیٹ چاک کر دوں گی۔

اسلام سے محبت اور شیفتگی کی یہ حالت تھی کہ ان کی حقیقی ماں قتیلہ کافرہ تھیں اور حضرت ابوبکرؓ انہیں طلاق دے چکے تھے۔ ایک بار قتیلہ اپنی بیٹی اسمأ کے لئے کچھ چیزیں بطور تحفہ لے کر آئیں لیکن حضرت اسمأ نے یہ کہہ کر تحائف قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ آپ کافرہ ہیں۔ ماں کے اصرار پر آپ نے حضرت عائشہؓ صدیقہ کی وساطت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کی تو آپ نے یہ تحائف قبول کرنے کی اجازت دے دی۔

حضرت اسمأ کی زندگی میں مسلمان خواتین کے لئے نصیحت کے بیش بہا موتی پوشیدہ ہیں۔ ایک سعادت مند اور توحید پرست بیٹی کی حیثیت سے انہوں نے ہجرت مدینہ کے وقت اپنے قابل فخر باپ کی امداد کی اور ان کے لئے سامان سفر درست کیا۔ ان کا راز اپنے سینے میں چھپائے رکھا۔ بعد میں جب حضرت ابوبکرؓ کے نابینا والد کو معلوم ہوا کہ صدیق اکبرؓ گھر کی پونجی بھی ساتھ لے گئے ہیں تو بہت برہم ہوئے۔ مگر حضرت اسمأ نے تھیلی میں ٹھیکریاں بھر کر ان کے سامنے کر دیں تاکہ وہ خاموش ہو

Marfat.com

جائیں اور قبل از وقت ہجرت کا راز افشا نہ ہو۔

شادی کے بعد انہوں نے ایک نیک، سلیقہ شعار، فرمانبردار اور احساس فرض رکھنے والی بیوی کے طور پر سخت محنت و مشقت میں بھی کبھی عار محسوس نہ کی اور شوہر کی غریبی کے باوجود ان کی ہر ممکن خدمت انجام دی۔ انہیں اپنے شوہر کی طبیعت اور مزاج کا اس قدر پاس تھا کہ کبھی ان کو ناراض کرنا پسند نہ کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک غریب سوداگران کے پاس آیا اور درخواست کی کہ اپنے سایۂ دیوار کے نیچے سودا بیچنے کی اجازت بخش دیں۔ حضرت اسماءؓ سخت کشمکش میں مبتلا ہو گئیں۔ بذات خود وہ بیحد فیاض اور کشادہ دل واقع ہوئی تھیں۔ لیکن شوہر کی رضا کا بھی بہت خیال تھا۔ فرمایا اگر میں اجازت دے دوں اور زبیرؓ انکار کر دیں تو مشکل پڑے گی اس لئے بہتر یہ ہے کہ زبیرؓ کی موجودگی میں آؤ اور مجھ سے سوال کرو۔ ان کی اجازت کے بغیر میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ چنانچہ وہ شخص دوبارہ اس وقت حاضر ہوا جب حضرت زبیرؓ بھی گھر میں موجود تھے۔ اس نے حضرت اسماءؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اے ام عبداللہ! میں محتاج آدمی ہوں۔ آپ کی دیوار کے سائے میں سودا سلف بیچنا چاہتا ہوں۔ بولیں کہ تم کو مدینہ بھر میں میرا ہی گھر دکھائی دیا ہے۔ کوئی اور جگہ ڈھونڈھ لی ہوتی۔ حضرت زبیرؓ نے کہا تمہارا کیا بگڑتا ہے جو ایک غریب اور محتاج شخص کو اپنی روزی کمانے سے بلاوجہ روکتی ہو۔ حضرت اسماءؓ تو پہلے ہی اس کی امداد کرنا چاہتی تھیں چنانچہ اسے اجازت دے دی۔ اگرچہ وہ بہت سخی اور فیاض تھیں لیکن شوہر کے مال کے علاوہ ان کے پاس کچھ نہ ہوتا تھا اور شوہر کے مال کو ان کی اجازت کے بغیر خرچ کرنا پسند نہ کرتی تھیں۔ مجبوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضرت زبیرؓ کی آمدنی میں سے کچھ صدقہ کر دوں تو کوئی گناہ کی بات تو نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی تو شوہر کی کمائی سے خیرات دینا شروع کی۔

ماں کی حیثیت میں حضرت اسماءؓ کا کردار ہماری تاریخ کا ایک روشن باب ہے جب بھی مجاہدینِ اسلام کی بلند کردار ماؤں کا ذکر کیا جائے گا تو حضرت اسماءؓ کا نام کسی صورت فراموش نہیں کیا جا سکے گا۔

خدا ہماری بہنوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ حضرت اسماءؓ کے نقشِ قدم پر چل کر دنیا کی تاریخ کو نئے عنوانات سے مزیّن کرنے کا باعث بن سکیں۔ ہمیں اپنے مستقبل کو درخشاں بنانے کے لیئے ایسی ہی ماؤں اور بیٹیوں کی ضرورت ہے جو بدترین حالات میں بھی صبر و استقلال، صدق و صفا، جرأت و دلیری اور حق و صداقت کے چراغ روشن رکھ سکیں۔

Marfat.com

حضرتِ امِّ سلیمؓ

Marfat.com

"میں جنت میں گیا تو مجھ کو آہٹ معلوم ہوئی۔ میں
نے کہا کون ہے لوگوں نے بتایا کہ انسؓ کی والدہ
غمیصا بنت ملحان ہیں"

(حدیث)

Marfat.com

حضرت امّ سلیمؓ

آپ کا نام سہلہ تھا اور ام سلیم کنیت تھی۔ لوگوں میں غمیصائے کے لقب سے مشہور تھیں۔ آپ کے والد کا نام ملحان بن خالد اور والدہ ملیکہ بنت مالک تھیں۔ پہلا نکاح مالک بن نضر سے ہوا۔ شروع زمانے میں اسلام لائیں مگر آپ کے خاوند کفر ترک کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ سہلہ نے اصرار کیا کہ وہ اسلام قبول کرے مگر وہ مسلسل انکار کرتا رہا۔ اسی وجہ سے میاں بیوی میں کشیدگی پیدا ہو گئی تو مالک ناراض ہو کر شام چلا گیا اور وہیں انتقال کیا۔ اس کے کافی عرصہ بعد حضرت ابو طلحہؓ نے آپ کو نکاح کا پیغام دیا مگر حضرت ام سلیمؓ نے یہ کہہ کر نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔ "ابو طلحہؓ! کیا تم کو معلوم نہیں کہ جس خدا کو تم پوجتے ہو وہ ایک درخت ہے (یعنی لکڑی کا بت ہے) جو زمین سے اُگا ہے۔ اس کو فلاں حبشی نے لگایا تھا؟" انہوں نے جواب دیا کہ مجھے معلوم ہے۔ حضرت ام سلیمؓ نے کہا کہ "اگر تمہیں علم ہے تو کیا تمہیں اس کی عبادت کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ چند روز بعد ابو طلحہؓ مسلمان ہو گئے اور حضرت ام سلیم کی موجودگی میں کلمۂ توحید پڑھا۔ حضرت ام سلیمؓ نے اپنے بیٹے حضرت انسؓ سے کہا کہ اب تم ان کے ساتھ میرا نکاح کر دو۔ اس کے بعد یہ کہتے ہوئے حضرت ابو طلحہؓ کو مہر بھی معاف کر دیا کہ میرا مہر اسلام ہے۔ تاریخ اسلام میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا اور عجیب مہر ہے جو اسلام کی ایک شیدائی خاتون نے باندھا۔

نکاح کے بعد حضرت ابو طلحہؓ بیعت عقبہ میں شریک ہوگئے اور مہاجر و انصار

میں رشتۂ اخوت قائم کرنے کے لئے تاریخی مجلس آپ ہی کے مکان میں منعقد ہوئی حضرت ام سلیمؓ غزوات میں بڑے جوش و خروش اور شوق کے ساتھ حصہ لیا کرتی تھیں۔ تاریخ کی کتب میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی کچھ خواتین اور حضرت ام سلیمؓ کو غزوات میں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ یہ باہمت خواتین لوگوں کو پانی پلاتی تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ غزوۂ احد میں جب مسلمانوں کی شکست یقینی نظر آرہی تھی تو حضرت ام سلیمؓ مشک بھر بھر کر پانی لا رہی تھیں۔ اور زخمیوں کو پلا رہی تھیں۔ بہت دلیر بہادر خاتون تھیں۔ غزوۂ حنین میں لوگوں نے دیکھا کہ خنجر ہاتھ میں لئے کھڑی ہیں۔ حضرت ابو طلحہؓ نے دیکھا تو حضور سے کہا کہ دیکھئے ام سلیم خنجر لئے کھڑی ہیں۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ ام سلیمؓ! اس سے کیا کرو گی۔ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی مشرک قریب آیا تو اسے ہلاک کر دوں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسکرا دیئے۔ علم و فضل میں بھی بہت ممتاز تھیں۔ لوگ ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور زید بن ثابتؓ میں کسی مسئلہ پر اختلافِ رائے ہو گیا تو دونوں نے حضرت ام سلیمؓ کے فیصلے کو درست تسلیم کر کے قبول کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان کے مکان پر جا کر آرام فرمایا کرتے تھے۔ بے حد صابر اور پرہیزگار تھیں۔ جب ان کا لاڈلا بیٹا ابو عمیر فوت ہوا تو انتہائی صبر و سکون سے کام لیا۔ گھر کے دوسرے لوگوں کو منع کر دیا کہ وہ ابو طلحہ کو اطلاع نہ دیں۔ جب رات کو ابو طلحہؓ گھر واپس آئے اور حسبِ معمول انہیں کھانا وغیرہ کھلایا اور اطمینان سے سو گئیں۔ کافی رات گزرنے پر حضرت ام سلیمؓ نے باتوں باتوں میں اپنے خاوند سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص ادھار کے طور پر ایک چیز دے اور پھر اس کو واپس لینا چاہے تو کیا تم اسے واپس کرنے سے انکار کر دو گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہرگز نہیں۔ فرمایا! اچھا تو پھر اپنے بیٹے ابو عمیر کی طرف سے صبر کیجئے

Marfat.com

حضرت ابوطلحہؓ یہ سن کر بہت ناراض ہوئے کہ انہیں پہلے کیوں خبر نہ دی ۔ صبح ہوتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے بیٹے کی وفات کا واقعہ سنایا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے اس رات تم دونوں کو بڑی برکت دی ۔

حضرت ام سلیمؓ کو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے گہری محبت تھی اور عقیدت کا یہ عالم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر سے ٹپکنے والا پسینہ ایک شیشی میں جمع کر لیتی تھیں اور اسے محفوظ رکھتی تھیں ۔ اسی طرح ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مکان پر تشریف لائے تو گھر میں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا ۔ آپ نے پیاس محسوس کی تو اس کا دہانہ اپنے دہانِ مبارک سے لگا کر پانی نوش فرمایا ۔ حضرت ام سلیمؓ نے مشکیزے کا دہانہ کاٹ کر اپنے پاس بطورِ یادگار رکھ لیا حضرت ام سلیمؓ کو اپنی اولاد سے بھی بڑا پیار تھا ۔ اور ان کی تربیت و پرورش کا بہت خیال رکھتی تھیں ۔ جب ان کے پہلے شوہر فوت ہوئے اور حضرت انسؓ بن مالک بچے تھے تو انہوں نے پختہ عہد کر لیا کہ جب تک انسؓ اچھی طرح پرورش نہیں پا لیتے دوسرا نکاح نہیں کریں گی ۔ چنانچہ انہوں نے طویل عرصہ بیوگی کے عالم میں بسر کیا ۔ خود حضرت انسؓ ممنونیت کے انتہائی جذبے کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ میری ماں کو نیک جزا دے کہ اس نے میری ماں ہونے کا پورا حق ادا کیا ۔

فیاضی اور مہمان نوازی ان کا طرۂ امتیاز تھا ۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے لیئے دعوتوں کا انتظام کرنے میں بہت خوشی محسوس کرتی تھیں ۔ اور اپنے لیئے اسے بہت بڑا شرف خیال کرتی تھیں ۔

حضرت ام سلیمؓ نے جس انداز میں دوسرا نکاح کیا اس سے معلوم ہوتا ہے

Marfat.com

کہ شادی بیاہ کے معاملات میں بھی وہ مال و دولت اور مرتبہ و وجاہت کو کوئی وقعت نہ دیتی تھیں۔ بلکہ ان کا ہر قدم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اسلام کو تقویت دینے کے لئے اٹھتا تھا۔ ان کے نزدیک ذاتی اغراض اور آرام و آسائش بے معنی باتیں تھیں۔ عجب انقلاب زمانہ ہے کہ آج اکثر مسلمان خواتین کے نزدیک پابند دین و شریعت شخص محض اس لئے ناپسندیدہ ہوتا ہے کہ وہ ان کی آزاد خیالی کا ساتھ نہ دے سکے گا اور لوگ انہیں طعنہ دیں گے کہ اسے کوئی نئی تہذیب کا پروردہ خاوند نہیں مل سکا تو ایک "مولوی" سے شادی کر لی ہے۔ خدا کرے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے سے یہ پردے اٹھ جائیں اور ہم اس قابل ہو جائیں کہ اچھے برے اور نیک و بد میں تمیز کر سکیں۔

Marfat.com

حضرتِ اُمِّ عمارہؓ

Marfat.com

"میں احد میں ان کو اپنے دائیں اور بائیں برابر لڑتے ہوئے
دیکھتا تھا"
(حدیثِ رسول)

Marfat.com

حضرت امّ عمارہؓ

ام عمارہؓ آپ کی کنیت تھی۔ اصل نام نسیبہ تھا۔ قبیلہ خزرج کے بنو نجّار میں پیدا ہوئیں۔ والد کا نام کعب بن عمرو تھا۔ پہلا نکاح زید بن عاصم سے ہوا۔ دوسری مرتبہ عربہ بن عمرو کے نکاح میں آئیں
حضرت ام عمارہؓ کو بیعت عقبہ میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ایک مرتبہ یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمانؓ غنی جو مسلمانوں کی طرف سے سفیر بن کر کفّار کے پاس گئے تھے شہید کر دیئے گئے ہیں تو آنحضرتؐ نے اپنے تمام جانثار صحابہ سے یہ بیعت لی کہ وہ حضرت عثمانؓ کے خونِ ناحق کا بدلہ لینے کے لئے آخر دم تک لڑیں گے اور اپنی جانیں قربان کر دیں گے تاریخِ اسلام میں اسے بیعتِ عقبہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس مبارک بیعت میں تہتّر مردوں اور دو عورتوں نے حصّہ لیا۔ ان میں سے ایک حضرت عمارہؓ تھیں جس سے اسلام میں ان کی بزرگی اور عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں جب کفّار سے ٹکرانے کا نازک مرحلہ سامنے آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی بے سروسامانی اور افلاس کے باوجود ان سے راہِ خدا میں جانیں نچھاور کرنے کا عہد لیا تو اس وقت بہادر مسلمان خواتین نے مردوں سے پیچھے رہنا پسند نہیں کیا بلکہ ان کے دوش بدوش آگے بڑھ کر آنحضرتؐ کے حضور میں یہ عہد کیا کہ وہ کفّار سے جنگ ہونے کی صورت میں اپنا تن، من اور دھن سب کچھ نچھاور کر دیں گی۔ اگرچہ یہ بظاہر بہت معمولی سا واقعہ ہے کیونکہ تاریخِ اسلام جرات و شجاعت، صبر و استقلال اور عقیدت و محبّت کے حیرت انگیز واقعات سے لبریز ہے اور ان کے سامنے اس اہم واقعہ کی حیثیت بہت کم نظر آتی ہے لیکن بیعتِ عقبہ میں حضرت ام عمارہؓ اور ایک دوسری بزرگ خاتون کی شرکت اسلام میں عورتوں کی بلند حیثیت واضح کرنے

کے سلسلے میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ جب بیعتِ عقبہ کا واقعہ پیش آیا، اس وقت اسلام کا ابتدائی دور تھا۔ مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اور ان کی اکثریت غریب الوطنی، افلاس وغربت اور بے سروسامانی کی حالت میں تھی۔ مکمل سامانِ جنگ کی فراہمی تو ایک طرف رہی ان کے پاس روزمرّہ کی ضروریات کو پورا کرنے کے زیادہ وسائل بھی نہ تھے۔ ان چند نفوسِ قدسیہ کا وجود پوری دنیائے کفر وجہل کی آنکھ میں خار بن کر کھٹک رہا تھا۔ سرزمینِ عرب کا چپّہ چپّہ ان کے خون کا پیاسا تھا اور انہیں اللہ کے سوا کسی کی مدد و اعانت پر بھروسا نہ تھا۔ ایسے حوصلہ شکن حالات میں معاً شہادتِ عثمانؓ کی افواہ پھیل جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر مسلمان خاموشی کے ساتھ اس ظلم اور بے انصافی کو بھی برداشت کر لیتے تو کافروں کے حوصلے بہت بلند ہو جاتے اور مسلمانوں کے لئے کوئی جائے عافیت باقی نہ رہتی۔ اس کے علاوہ کفار نے ایک مسلّمہ بین الاقوامی روایت اور ایک تسلیم شدہ اصول کی خلاف ورزی کی تھی کہ مسلمانوں کے سفیر پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ ان حالات میں آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قدم اٹھایا وہ ناگزیر تھا۔ اور ایسے نازک موقع پر مسلمان خواتین نے مساوی حیثیت سے بیعت میں شریک ہو کر یہ ثابت کر دیا کہ کسی بھی قومی خطرے کے وقت مسلمان خواتین کا مردوں سے پیچھے رہنا درست نہیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیعت کو قبول فرمایا اور ان کے مقدس عہد کو مساوی حیثیت دی گئی۔

حضرت ام عمارہؓ کو اسلام اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دلی لگاؤ تھا اس کا اندازہ بیعت عقبہ میں انکی کی شرکت سے کیا جا سکتا ہے۔ حضرت ام عمارہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی جانثار اور شجاعت و بہادری کا مرقع تھیں۔ غزوۂ احد میں انہوں نے جس بہادری اور پامردی سے دشمنوں کا مقابلہ کیا وہ ہماری تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ اس جنگ میں جب تک مسلمانوں کا پلّہ بھاری رہا وہ مجاہدین کو پانی پلانے میں مصروف رہیں۔ لیکن جب اچانک چند مسلمانوں کی غفلت کے باعث جنگ کا نقشہ بدل گیا اور مسلمانوں کی شکست کے آثار صاف نظر آنے لگے تو حضرت ام عمارہؓ چشم زدن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تلوار کھینچ کر سینہ سپر ہو گئیں۔ کیونکہ دشمن چاروں طرف سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ

دگھیرے میں لے کر زبردست حملے کر رہے تھے۔ اس وقت حضرت امِّ عمارہؓ کی تلوار بجلی کی طرح چمک چمک کر دشمنوں پر گرتی تھی اور وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر یہ وانہ وار لڑ رہی تھیں۔ اور چاروں طرف سے دشمنوں کے حملوں کو روک رہی تھیں۔ آپ نے اس جنگ میں جس شجاعت کا مظاہرہ کیا اس کا اعتراف خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمایا ہے

"میں غزوہ احد میں ان کو اپنے دائیں اور بائیں برابر لڑتے ہوئے دیکھتا تھا۔"

اسی جنگ میں ابن قمیئہ جب بڑھتا ہوا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا اور اس نے پورے زور کے ساتھ آنحضرتؐ پر حملہ کیا تو اس وقت حضرت امّ عمارہؓ نے بڑی بہادری سے آگے آ کر اس کے خوفناک وار کو روکا جس سے ان کے کندھے پر بہت گہرا زخم آیا اور غار پڑ گیا۔ حضرت ام عمارہؓ نے یہ حملہ روک کر خود تلوار سے ایک بھرپور حملہ کیا اور بپھری ہوئی شیرنی کی مانند اس پر جا گریں۔ مگر ابن قمیئہ کی دوہری زرہ پر یہ حملہ کارگر نہ ہوا۔ حضرت امّ عمارہؓ نے خود یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے " احد کے دن میرے پاس ایک مشک تھی جس سے میں مسلمان مجاہدوں اور زخمیوں کو پانی پلا رہی تھی لیکن جب دشمن کی تلواروں کو بہت بلند ہوتے دیکھا تو میں نے مشک پھینک کر تلوار سنبھال لی اور کفار سے جنگ شروع کر دی۔ میں نے بہت سے کافروں کو قتل کیا۔ اس لڑائی میں میرے جسم پر تیرہ زخم آئے جن میں سے ایک زخم تو ایسا کاری تھا کہ میں سال بھر تک اس کی مرہم پٹی کرتی رہی۔

حضرت ام عمارہؓ اس لحاظ سے بہت ممتاز حیثیت رکھتی ہیں۔ کہ بیعت عقبہ کے بعد انہیں ایک دوسری بہت بڑی بیعت میں شرکت کا شرف بھی نصیب ہوا یعنی آپ بیعت الرضوان میں بھی شریک تھیں۔ اور آپ کی شرکت نے دوسری بار اس حقیقت کی تصدیق کر دی تھی کہ اہم ترین قومی معاملات میں مسلمان عورت مردوں سے کم تر حیثیت نہیں رکھتی بلکہ اسلام ان کی قوتوں اور صلاحیتوں سے پوری طرح فائدہ اٹھانے کی اجازت دیتا ہے تاریخ گواہ ہے کہ اسلام کی یہ باعظمت مجاہدہ فتح مکّہ اور فتح خیبر کے مواقع پر بھی آنحضرتؐ

کے ہم رکاب رہی۔ اور اس نے کسی جگہ مسلمان خواتین کی عظمت اور ان کے وقار کو سرنگوں نہیں ہونے دیا بلکہ ہر قدم پر ایسی روایات قائم کیں جو آج بھی شمع راہ بن کر جگمگا رہی ہیں۔

خلیفۂ اوّل حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں ایک شخص مسیلمہ نے نبوّت کا دعوےٰ کر دیا۔ اور گمراہوں اور مشرکوں کا ایک بہت بڑا لشکر جمع کر لیا۔ جب مسیلمہ کذاب سے جنگ ہوئی تو حضرت ام عمارہؓ کے لختِ جگر حضرت حبیبؓ نے مسیلمہ کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کیا۔ جب حضرت ام عمارہؓ کو اپنے فرزند کی شہادت کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے یہ عہد کر لیا کہ یا تو وہ مسیلمہ کذاب کو قتل کر کے اپنے بیٹے کا قصاص لیں گی یا اس سے لڑتے ہوئے خود بھی شہادت کی سعادت حاصل کریں گی۔ اللہ اکبر! یہ ایک دلیر اور بہادر ماں کا عہد تھا۔ انہوں نے اپنے اس عہد کو پورا کر کے مسلمان عورت کی رفعت و عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔ وہ فوراً میدانِ جنگ میں پہنچ گئیں اور جنگ یمامہ میں اس جوانمردی سے دادِ شجاعت دی کہ دشمن بھی عش عش کر اٹھے۔ اس جنگ میں مسیلمہ کذاب قتل ہوا اور حضرت عمارہؓ نے بارہ زخم کھائے۔ جوشِ جہاد کا یہ عالم تھا کہ لڑتے لڑتے حضرت ام عمارہؓ کا ایک ہاتھ کٹ گیا مگر وہ اس سے بالکل بے پرواہ مسلسل مصروف پیکار رہیں۔ ان کی وفات سے متعلق کوئی واضح روایت موجود نہیں۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ انہوں نے جنگِ یمامہ میں زخمی ہو کر وفات پائی مگر اس کی تائید میں کوئی شہادت موجود نہیں اس لئے اسے صحیح تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

خوش نصیب ہے وہ قوم جن کی خواتین کا جذبۂ ایمانی اس درجۂ کمال کو پہنچا ہوا ہو۔ ہماری عورتوں کو ان مبارک ہستیوں سے درسِ حیات لینا چاہیئے کیونکہ یہی وہ قدسی نفوس ہیں جن کی زندگیوں میں عزت و وقار، عظمت و شوکت، فتح و کامرانی اور حیاتِ جاوید کا راز پوشیدہ ہے ــــ کاش ہماری قوم ایک ام عمارہؓ اور پیدا کر سکے۔

Marfat.com

حضرت اُمّ عطیہؓ

عہدِ نبوی کے سات غزوات میں شریک ہوئیں اور
ہمیشہ نوحہ و بین کی مخالفت کے حکم پر سختی سے
کاربند رہیں۔

Marfat.com

حضرتِ اُمّ عطیہؓ

آپ کا نام بھی نسیبہ تھا اور باپ کا نام حارث۔ ہجرت سے قبل مشرف بہ اسلام ہوئیں مدینہ کی رہنے والی تھیں، جب آنحضرتؐ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے تو تمام انصاری خواتین کو ایک مکان میں جمع کر کے حضرت عمر فاروقؓ کو بیعت لینے کی غرض سے بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کی ہدایت کے مطابق تمام مسلمان عورتوں سے مندرجہ ذیل شرائط پر بیعت لی۔

(۱) شرک نہ کرینگی یعنی خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرینگی اور ایک خدا کے علاوہ کسی کی پرستش نہ کرینگی

(۲) چوری اور بدکاری سے ہمیشہ دور رہیں گی۔

(۳) اولاد کو قتل نہ کریں گی۔

(۴) کسی پر بہتان نہ باندھیں گی یعنی کسی پر جھوٹ الزامات اور بہتان لگانے سے بچیں گی۔

(۵) اچھی باتوں سے انکار نہ کریں گی۔ سب مسلمان عورتوں نے خلوصِ نیت کے ساتھ ان شرائط کو قبول کر لیا تو حضرت ام عطیہؓ نے دریافت کیا کہ اچھی باتوں سے انکار سے کیا مراد ہے حضرتِ عمرؓ نے جواب دیا کہ نوحہ وبین کے حکم کی تعمیل نہ کرنا۔

حضرت ام عطیہؓ نے اس حکم کو عمر بھر کے لئے پلے باندھ لیا اور نہ صرف خود نوحہ و بین سے دامن بچایا بلکہ ہمیشہ دوسری عورتوں کو بھی سختی سے روک دیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ ان کا ایک لڑکا کسی جنگ میں شریک ہو کر ملک سے باہر گیا مگر وہاں بیمار ہو کر بصرہ میں رہ گیا جب حضرت ام عطیہؓ کو صاحبزادے کی بیماری کا حال معلوم ہوا تو بڑی تیزی کے ساتھ بصرہ پہنچیں مگر وہ ان کے آنے سے دو روز پہلے فوت ہو چکا تھا۔ تیسرے دن آپ نے خوشبو منگوا کر لگائی اور فرمایا کہ شوہر کے علاوہ کسی کے لئے تین دن سے زیادہ سوگ منانا درست نہیں۔ اس کے بعد آپ نے مستقل طور پر بصرہ میں رہائش اختیار کر لی اور وہیں وفات پائی۔ حضرت ام عطیہؓ اللہ اور اس کے

رسول کے احکام پر سختی سے کاربند رہتی تھیں۔ آپ کو بھی دوسری صحابیات کی طرح آنحضرتؐ سے بے پناہ محبت اور عقیدت تھی پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ام عطیہؓ کو نوحہ و بین سے سخت نفرت تھی اور وہ اس کی آواز سننا بھی پسند نہ کرتی تھیں کیونکہ انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دوسری مسلمان خواتین کے ساتھ اس امر کا عہد کیا تھا کہ وہ اس حکم پر سختی سے کاربند رہیں گی۔

حضرت ام عطیہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں سات لڑائیوں میں شریک ہونے کا شرف حاصل کر چکی تھیں۔ اور اس لحاظ سے صحابیات میں بہت ممتاز حیثیت رکھتی تھیں وہ مجاہدین کے مال و اسباب کی نگرانی کرتی تھیں۔ ان کے لئے کھانا تیار کرتی تھیں اور اس کے علاوہ زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں۔

ہماری خواتین میں نوحہ و بین کی وبا عام ہے اگر گھر میں کوئی فوت ہو جائے تو عجیب و غریب نوحوں سے عورتیں آسمان سر پر اٹھا لیتی ہیں بعض اوقات تو یہ نوحے کفر و شرک کا پہلو لئے ہوتے ہیں جن سے یقیناً اللہ تعالےٰ ناراض ہوتا ہے اور ارشادِ نبوی کی نافرمانی ہوتی ہے اس میں شک نہیں کہ کسی عزیز یا رشتہ دار کی وفات پر صدمہ پہنچنا فطری امر ہے اور ایسے موقع پر بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہ نکلتے ہیں مگر اکثر عورتیں اس فطری حد کو عبور کر کے طرح طرح کے بین کرتی ہیں جن میں بناوٹ اور تصنع کا عنصر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ بلکہ پاکستان کے اکثر دیہات اور قصبوں میں تو اس انداز میں واویلا کرنا ایک رسم بن چکا ہے۔ اس طرح کے نوحہ و بین سے انسان کے حقیقی جذبات کا کوئی تعلق نہیں ہوتا اور ایسا کرنا اسلام کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے صبر و استقلال اور اللہ کی رضا پر سر جھکا دینا ہر مسلمان مرد اور عورت کا اولین وصف ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ام عطیہؓ کی زندگی سے ظاہر ہے کہ غم و اندوہ کے انتہائی مرحلے پر بھی انہیں احکامِ الٰہی کی تعمیل کا کس قدر خیال رہتا ہے۔ جوان سال بیٹے کی موت کا انتہائی غم بھی انہیں اللہ اور رسول کے احکام کی تعمیل سے باز نہیں رکھ سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو مسلمان عورت صبر و استقلال کے وصف سے محروم ہو وہ صرف نام کی مسلمان تو ہو سکتی ہے مگر اسے اسلام کی تعلیم سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

Marfat.com

حضرتِ فاطمہ بنت خطاب رض

Marfat.com

"عمر اب جو جی میں آئے کر کے دیکھ لو میں تو اسلام لا چکی
اب دنیا کی کوئی طاقت مجھے اس راستے سے نہیں
ہٹا سکتی"
(فاطمہ بنت خطاب)

جن کی ایمان افروز قرأت نے اسلام کو حضرت عمر فاروقؓ
ایسا بطلِ جلیل دیا اور وہ قیامت تک کے لئے اپنی
بہن کے احسانمند ہو گئے۔

Marfat.com

حضرتِ فاطمہ بنت خطابؓ

حضرت فاطمہؓ فاروقِ اعظم حضرت عمرؓ کی حقیقی بہن تھیں۔ باپ کا نام خطاب تھا کنیت ام جمیل مشہور تھی۔ سعید بن زید سے نکاح ہوا۔ اور ان کے ساتھ ہی مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ حضرت فاطمہؓ بنت خطاب کو تاریخ اسلام میں یہ شرف حاصل ہے کہ ان کے صبر و استقلال اور ان کی تبلیغ نے حضرت عمر فاروقؓ ایسے جلیل القدر صحابی اور اسلام کے بطلِ جلیل کو دائرہ اسلام میں آنے کی ترغیب دی اور ان کی پرسوز قراءۃ نے حضرت عمرؓ ایسے سخت مزاج اور بارعب انسان کا دل موم کر دیا۔ ہماری ملی تاریخ میں حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا واقعہ بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ جب تک حضرت عمرؓ مسلمان نہیں ہوئے تھے مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت چاروں طرف سے کفارِ مکہ کے نرغے میں گھری ہوئی تھی اور ستم رسیدہ حق پرست چھپ کر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ ایک روز مشرکین مکہ نے حضرت عمرؓ کو اس درجہ مشتعل کر دیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک قلم کرنے کی غرض سے انتہائی غصے کی حالت میں ننگی تلوار لے کر چل کھڑے ہوئے۔ راستے میں ایک صحابی حضرت نعیم بن عبداللہ نے ان کے یہ خطرناک تیور دیکھے تو پوچھا کہ اے عمرؓ! کہاں کا قصد ہے؟ کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ انہوں نے بلا توقف جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد میں قتل کرنا پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ تمہاری بہن فاطمہؓ اور بہنوئی سعید دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ طعنہ سن کر حضرت عمرؓ کا خون کھول اٹھا الٹے پاؤں بہن کے گھر پہنچے۔ حضرت فاطمہؓ اس وقت تلاوت قرآن مجید میں مصروف

تھیں۔ حضرت عمرؓ کے قدموں کی چاپ سن کر خاموش ہوگئیں اور قرآن کے اوراق
چھپالیے۔ حضرت عمرؓ نے جاتے ہی غیظ و غضب کے عالم میں ڈانٹ کر پوچھا کہ کیا
پڑھ رہی تھیں۔ حضرت فاطمہؓ نے خاموشی اختیار کی۔ یہ حالت دیکھ کر انہوں نے
حضرت فاطمہؓ کو بے تحاشا پیٹنا شروع کر دیا اور انہیں اس قدر مارا کہ وہ لہولہان ہو
گئیں۔ اس زمانے میں حضرت عمرؓ اسلام کے بدترین مخالفین میں سے تھے۔ ان
کی دو کنیزیں حضرت زنیرہؓ اور حضرت لبینہؓ بھی مسلمان ہو چکی تھیں۔ انہیں اس قدر
زدوکوب کرتے تھے کہ جب مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے کہ میں نے رحم کھا
کر نہیں چھوڑا بلکہ اس لیے چھوڑ دیا ہے کہ تھک گیا ہوں۔ حضرت زنیرہؓ اور حضرت لبینہؓ
کے بعد ان کی حقیقی ہمشیر حضرت فاطمہؓ ان کے عتاب کا شکار ہوئیں۔ حضرت عمرؓ غصے
کی حالت میں انہیں پیٹتے جا رہے تھے اور وہ کہتی جا رہی تھیں عمر! اب جو کچھ جی میں
آئے کر گزرو۔ میں تو اسلام لا چکی اور اب دنیا کی کوئی طاقت مجھے جادۂ حق سے
نہیں ہٹا سکتی۔ انہوں نے جب بہن کا یہ عزم و استقلال دیکھا اور دوسری طرف ان
کے لہو سے تر چہرے پر نگاہ پڑی تو دل پسیج گیا۔ کہا۔ اچھا جو کچھ پڑھ رہی تھیں
مجھے بھی سناؤ۔ حضرت فاطمہؓ نے اسی وقت بڑے پرسوز انداز میں قرآن مجید کی تلاوت
شروع کر دی۔ حضرت عمرؓ جوں جوں قرآن سنتے جا رہے تھے ان کی حالت بدلتی جا
رہی تھی۔ حضرت فاطمہؓ کی تاثیر سے بھرپور قراءۃ نے حضرت عمرؓ کی ذہنیت و قلب
میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ ان کی آنکھوں سے غیظ و غضب کے شعلوں کی جگہ شرم و
ندامت سے آنسو بہہ نکلے۔ آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ فاطمہؓ! تو سچ کہتی ہے۔ خدا ایک ہے
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے نبی ہیں۔ اسی حالت میں دربار رسالت میں حاضر
ہوئے اور وہاں پہنچ کر مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ ظلم و تشدد کے شعلوں میں گھرے ہوئے
بے بس و مجبور مسلمانوں کو حضرت عمرؓ کے قبول اسلام سے اتنی خوشی ہوئی کہ انہوں

Marfat.com

نے بے اختیار بلند آواز میں نعرۂ تکبیر بلند کیا جس سے مکہ کی فضا گونج اٹھی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے پہلی مرتبہ حضرت عمرؓ کے اصرار پر باہر نکل کر نماز باجماعت ادا کی۔ حضرت عمرؓ نے اسلام کی جو بے مثال خدمات انجام دیں اور مسلمانوں کو ان کی وجہ سے جو طاقت اور قوت نصیب ہوئی وہ کسی بیان کی محتاج نہیں لیکن اس حقیقت کا اعتراف بھی لازمی ہے کہ مسلمانوں کو یہ انمول دولت دینے میں حضرت فاطمہؓ بنت خطاب کا بہت بڑا حصہ ہے جسے کسی بھی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ وہ حضرت عمرؓ جو ابن خطاب سے امیر المؤمنین فاروقِ اعظم کے لقب تک پہنچے۔ جن کی قوت ایمانی اور ذہانت و قابلیت نے قیصر و کسریٰ کی عظمت و سطوت کو خاک میں ملا کر دنیا بھر کی تقدیر کو دگرگوں کر دیا جن کے متعلق آج بھی غیر مسلم مؤرخین یہ کہتے ہیں کہ اگر اسلام کو ایک عمر فاروقؓ اور مل جاتا تو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسلمان ہی نظر آتے۔ اس بطلِ عظیم کی دنیائے فکر و نظر کو ایک عورت کی استقامت اور صداقت پرستی نے حیرت انگیز انقلاب سے آشنا کر دیا۔ وہ عمرؓ جس کی ہیبت اور جرأت و شجاعت سے بڑے بڑے بہادروں کے دل کانپ جاتے تھے ایک عورت کے جذبۂ صادق کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گیا۔

ہماری بہنوں اور بیٹیوں کے لئے مقامِ فکر ہے۔ انہیں سوچنا چاہیئے کہ آخر حضرت فاطمہؓ کے پاس وہ کون سی طاقت تھی جس نے وقت کے ایک سخت مزاج اور پتھر دل انسان کو عفو و حلم اور تسلیم و رضا کے سانچے میں ڈھل جانے پر مجبور کر دیا آخر اس نیک سیرت خاتون کے الفاظ میں کیا جادو تھا کہ ایک ایسا شخص جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادے سے نکلا اور اس عزم کے ساتھ سب کے سامنے روانہ ہوا کہ وہ پیغمبر اسلام کا سر قلم کر کے لائے گا جب واپس آیا تو اس کا دل انوارِ الٰہی سے منور ہو چکا تھا اور وہ مسلمانوں کا سب سے بڑا حامی تھا۔ اسی کی تلوار

Marfat.com

بے بس و مجبور مسلمانوں کی حفاظت کے لیئے ڈھال بن چکی تھی ۔ اس حیرت انگیز اور عجیب و غریب انقلاب کے پس پردہ ایک بلند کردار عورت کا ہاتھ کار فرما تھا ۔ ایک ایسی خاتون جس کے رگ و پے میں اسلام کی محبت سرایت کر چکی تھی ۔ جس کی زندگی اور موت صرف اللہ کے لیئے تھی ۔ حضرت فاطمہؓ بنت خطاب کے پاس ایمان کی دولت تھی ۔ یہی وہ طاقت تھی جس نے غیظ و غضب کے اس پہاڑ کو ذرات ریگ میں تبدیل کر دیا یہی وہ جادو تھا جس نے خون آشام آنکھوں سے ندامت کے آنسوؤں کا چشمہ جاری کر دیا اور یہی وہ قوت تھی جس نے ظلم و قساوت اور سنگ دلی کے پیکر کو سراپا محبت اور رحمت بنا کر دنیا کی تاریخ کا رخ بدل دیا ۔ آج درد مند مسلمانوں کی نگاہیں کروڑوں مسلمان خواتین کی بھیڑ میں ایک فاطمہؓ بنت خطاب کو ڈھونڈ رہی ہیں ۔ جو اسلام کو ایسے پائیہ ناز بھائی دے سکیں ۔ جو ایک بار پھر تاریخ کو مجبور کر دیں کہ وہ اپنے کو اسی انداز میں دہرائے ۔

Marfat.com

حضرت اسماء بنت عُمیس

Marfat.com

"وہ (حضرت عمرؓ) تم سے زیادہ میرے مستحق نہیں ہیں۔ عمرؓ اور ان کے اصحاب کی صرف ایک ہجرت ہے اور تم اہل کشتی کی دو ہجرتیں ہیں۔

(حدیثِ رسول)

Marfat.com

حضرتِ اسماء بنت عمیس

حضرت اسماء قبیلہ کنانہ سے تھیں۔ باپ کا نام عمیس اور والدہ ہند بنت عوف تھیں۔ آپ حضرتِ علیؓ بن ابی طالب کے بھائی جعفر کی اہلیہ تھیں۔ شروع زمانے میں اسلام قبول کیا۔

اسلام میں سب سے پہلے کفار کے مسلسل جور و ستم سے تنگ آکر مسلمانوں نے جو ہجرت کی وہ ہجرتِ حبشہ تھی۔ اس ہجرت میں حضرت اسماءؓ بنت عمیس کو جو شرف نصیب ہوا اس پر تمام مہاجرین حبشہ فخر کرتے تھے۔ حضرت اسماءؓ نے اپنے شوہر نامدار حضرت جعفر بن ابی طالب کے ساتھ پہلی ہجرت کی اور فتح خیبر تک وہیں قیام فرمایا۔ جب خیبر فتح ہوا تو سب لوگ ایک ساتھ واپس آئے اور خیبر کے مقام پر آنحضرتؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے چنانچہ حضور نے ان لوگوں کو بھی مال غنیمت میں سے حصہ دیا۔ اس قافلے میں حضرت اسماءؓ بھی شامل تھیں۔ واپسی کے بعد ایک روز آپ حضرت حفصہؓ سے ملاقات کرنے گئیں تو حضرت عمرؓ بھی وہیں تشریف لے آئے حضرت اسماء بنت عمیسؓ کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ حضرت حفصہؓ نے بتایا کہ یہ اسماء بنت عمیسؓ ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ خوب یہ حبشیہ ہیں۔ یہ سمندر کی رہنے والی ہیں۔ حضرت اسماءؓ نے جواب دیا کہ ہاں میں وہی ہوں۔ معاً حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم نے آپ سے پہلے ہجرت کی ہے ہم آپ سے زیادہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مستحق ہیں۔ یہ سن کر حضرت اسماءؓ کو بہت رنج ہوا اور کہا کہ عمرؓ! آپ غلط کہتے ہیں۔ خدا کی قسم آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے اور حضور آپ کے بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے اور آپ کے جاہل کو نصیحت کرتے تھے اور ہم حبش کی دور افتادہ مبغوض سرزمین پر پڑے تھے ہم کو تکالیف دی جاتی تھیں، ہم ہر وقت ڈرے اور سہمے رہتے تھے اور یہ سب کچھ صرف خدا اور اس کے رسولؐ کی ذات کے لئے تھا۔ خدا کی قسم آپ نے جو کچھ کہا ہے میں جب تک اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

سے نہ کروں گی نہ کھانا کھاؤں گی اور نہ پانی پیوں گی۔ خدا کی قسم، کسی قسم کا جھوٹ نہ بولوں گی۔ کجروی اختیار نہ کروں گی اور اس بات میں کوئی اضافہ نہ کروں گی۔ چنانچہ جب آنحضرت تشریف لائے تو انہوں نے حضرت عمرؓ کا یہ قول بیان فرمایا۔ سرکار دو عالمؐ نے سن کر فرمایا وہ تم سے زیادہ میرے مستحق نہیں ہیں۔ عمرؓ اور ان کے اصحاب کی صرف ایک ہجرت ہے اور تم اہل کشتی کی دو ہجرتیں ہیں۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو موسیٰؓ اور دوسرے مہاجرین حبشہ جوق در جوق یہ حدیث سننے کے لئے میرے پاس آتے تھے اور حضرت ابو موسیٰؓ تو بار بار یہ حدیث سنانے کی فرمائش کرتے تھے کیونکہ ان بزرگوں کے نزدیک زمین و آسمان پر اس سے بڑی نعمت اور کیا ہو سکتی تھی ان کے قلوب عشق رسولؐ کی نورانی روشنی سے جگمگا رہے تھے۔ اور ان کے لئے یہ انتہائی سعادت تھی کہ شہنشاہِ کونین کے قرب میں انہیں امتیاز حاصل ہو۔ ۸ھ میں جنگ موتہ میں حضرت جعفرؓ شہید ہو گئے تو آنحضرتؐ نے عورتوں کو ماتم سے منع فرمایا اور تیسرے دن نفس نفیس تشریف لا کر سوگ کی ممانعت کر دی۔ چھ ماہ بعد حضرت اسماءؓ کا دوسرا نکاح حضرت ابو بکرؓ سے ہوا جن سے دو برس بعد محمد بن ابو بکر پیدا ہوئے ۱۳ھ میں جب حضرت ابو بکرؓ فوت ہوئے تو حضرت اسماءؓ حضرت علی مرتضیٰ کے نکاح میں آئیں۔ ۴۰ھ میں حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد وفات پائی۔

حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے ساٹھ کے قریب احادیث مروی ہیں۔ انہیں یہ شرف بھی حاصل تھا کہ انہوں نے براہِ راست آنحضرتؐ سے اسلام کی تعلیم حاصل کی تھی۔ حضرت عمرؓ اکثر ان سے خوابوں کی تعبیر دریافت کیا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ کی مرض الموت میں انہوں نے بیماری تشخیص کی تھی اور حضور کو دوا تیار کر کے پلائی تھی۔ حضرت اسماء بنت عمیس کی زندگی کا نمایاں وصف یہ ہے کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت تھی۔ ہجرت حبشہ کے واقعہ کے سلسلے میں محض اس بنا پر حضرت عمرؓ سے ان کی تکرار ہوئی کہ انہیں رسول اللہ کا قرب دنیا کی ہر شے سے زیادہ عزیز تھا۔ اپنی اس فضیلت پر انہیں عمر بھر ناز رہا۔

Marfat.com

حضرت ام حکیمؓ

Marfat.com

آنحضرتؐ ام حکیمؓ کی اس خدمت کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ ان کی کوشش سے عکرمہ بن ابی جہل مسلمان ہوئے۔ (موطا امام مالک)

جن کی توحید پرستی نے خانۂ ابوجہل میں ایمان اور شجاعت کی شمع روشن کی۔

Marfat.com

حضرت ام حکیمؓ

تاریخ میں ام حکیمؓ کے نام سے مشہور ہیں۔ باپ کا نام حارث بن ہشام تھا اور والدہ فاطمہ بنت الولید تھیں۔ حضرت خالد بن ولید ان کے حقیقی ماموں تھے۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ سے شادی ہوئی۔

شروع میں اسلام کی سخت دشمن تھیں کیونکہ اسلام دشمنی انکے گھر کا سب سے بڑا امتیاز بن چکی تھی۔ غزوۂ احد میں کفار کے ساتھ شریک تھیں ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا مگر ان کے شوہر عکرمہ بن ابی جہل خوف کی وجہ سے یمن کی طرف فرار ہو گئے۔ حضرت ام حکیمؓ نے خود بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اپنے شوہر کے لئے امان کی درخواست پیش کی۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم تو پہلے ہی تمام دشمنوں کے لئے معافی کا اعلان فرما چکے تھے۔ ام حکیم کی خواہش پر عکرمہ کو بھی امان مل گئی۔ چنانچہ ام حکیم نے خود یمن کا قصد کیا اور عکرمہ کو ساتھ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آنحضرت عکرمہ کو دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑے۔ عکرمہ نے خلوصِ نیت سے اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد عکرمہ نے اپنے دامن سے اسلام دشمنی کا داغ مٹانے اور گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کی غرض سے تمام غزوات میں انتہائی جوش و خروش کے ساتھ حصہ لیا اور ہر موقع پر بہادری اور شجاعت کا قابلِ تعریف ثبوت دیا۔ جب خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں رومیوں سے جنگ چھڑ گئی تو عکرمہ اپنی اہلیہ ام حکیم کے ساتھ لشکرِ اسلامی میں شامل ہو گئے۔ اور اجنادین کے معرکہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ حضرت ام حکیمؓ نے عدت پوری کر لے کے بعد خالد بن سعید بن العاص سے نکاح کر لیا۔ آپ کا دوسرا نکاح دمشق کے قریب

ہوا تھا جہاں ہر وقت رومیوں کے حملے کا خطرہ لاحق رہتا تھا۔ ام حکیمؓ نے اپنے شوہر سے کہا کہ رسمِ عروسی کو سردست ملتوی کر دیا جائے مگر خالدؓ نے جواب دیا کہ مجھے اس جنگ میں شہادت کا پورا یقین ہے اس لئے میں رسمِ عروسی کو ملتوی کرنا پسند نہیں کرتا چنانچہ ایک پل کے قریب یہ رسم ادا ہوئی یہ پل ابھی تک قنطرۂ ام حکیم کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت خالدؓ کی یہ پیش گوئی درست ثابت ہوئی ابھی لوگ بمشکل دعوتِ ولیمہ سے فارغ ہی ہو پائے تھے کہ رومی فوج نے حملہ کر دیا اور قرب و جوار کی فضاء تلواروں کی جھنکار سے گونج اٹھی۔ حضرت خالدؓ معاً ہتھیار سجا کر میدانِ جنگ میں نکلے اور دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔ جب حضرت ام حکیمؓ کو اس سانحہ کی اطلاع ملی تو وہ شیر دل دلہن بپھر کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس وقت تلوار تو نہ مل سکی اپنے خیمے کی چوب اکھاڑ کر جدید طرز کے اسلحہ جنگ سے لیس رومیوں پر ٹوٹ پڑیں اور دیکھتے ہی دیکھتے سات رومی سپاہیوں کو موت کی گہری نیند سلا دیا۔

اس بہادر خاتون کی زندگی میں ہماری خواتین کے لئے یہ درس پوشیدہ ہے کہ ایک مسلمان عورت جہاں بھی ہو اور جس حالت میں ہو وہ اپنی غیرت اور حمیّت کا عملی ثبوت دینا خوب جانتی ہے۔ وہ اگر دلہن کے لباس میں بھی ہو تو اس حالت میں بھی اپنے فرض سے ایک لمحہ کے لئے غافل نہیں رہتی اور وہ سہاگ کی چوڑیوں کو پاؤں کی زنجیر نہیں بننے دیتی۔ مسلمان زندگی کے میدان میں مجاہد بن کر جیتا ہے اور اس کی شریکِ حیات کسی صورت شرفِ جہاد سے محروم رہنا گوارا نہیں کرتی۔ جب اسے فرض پکارتا ہے تو دنیا کی محبّت اور تعلقات کی کشش اس کے راستے میں دیوار بن کر حائل نہیں ہو سکتی خدا کرے کہ ہماری خواتین میں یہی جذبہ پیدا ہو جائے اور وہ زندگی کے چمن زار کو میدانِ جہاد سمجھ کر جینے کا قرینہ سیکھ جائیں

Marfat.com

حضرت اسماء بنت یزیدؓ

جنہوں نے آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل مسلمان خواتین
کی نمائندگی کا فرض ادا کر کے ایک اہم معاشرتی مسئلے
کی تشریح کرائی۔

Marfat.com

حضرت اسماءؓ بنت یزید

آپ کا نام اسماء اور کنیت ام سلمہ تھی۔ باپ کا نام یزید بن السکن تھا۔ ہجرت کے بعد اسلام لائیں۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کی جمعیت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ حضرت اسماءؓ چند دوسری عورتوں کے ساتھ بیعت کی غرض سے تشریف لائیں اور انتہائی ادب و احترام کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔

یارسول اللہ! میں مسلمان عورتوں کی طرف سے ایک پیغام لے کر حاضر ہوئی ہوں۔ آنحضرتؐ کا اذن پاکر حضرت اسماءؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عورتوں اور مردوں کو صراطِ مستقیم پر چلانے کے لئے مبعوث کیا ہے۔ ہم آپکے احکام پر دل و جان سے عمل کرتی ہیں۔ اور ہم سب آپ پر سچے دل سے ایمان لائی ہیں لیکن ہماری کیفیت مردوں سے بالکل مختلف ہے۔ ہم عورتیں پردہ کرتی ہیں اسلئے ہمارے لئے نماز باجماعت اور نمازِ جمعہ میں شریک ہونا مشکل ہوتا ہے۔ مردوں کو یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ مریضوں کی عیادت کیلئے جاتے ہیں۔ نمازِ جنازہ میں شریک ہوتے ہیں۔ ہر سال حج کا فریضہ ادا کرنے جاتے ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت حاصل کرتے ہیں مگر ہم ہیں کہ گھروں میں بیٹھ کر اولاد کی پرورش کرتی ہیں۔ مردوں کی غیر حاضری میں گھروں کی حفاظت کرتی ہیں۔ اور کپڑا تیار کرنے کیلئے چرخہ کاتتی ہیں۔ بھلا اس صورت میں ہمارے لئے حصولِ ثواب اور سعادت کا کیا موقع نکل سکتا ہے۔ آنحضرتؐ نے حضرت اسماءؓ کی یہ گفتگو سن کر صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ تم نے کسی عورت سے ایسی باتیں سنی ہیں۔ سب نے جواب دیا کہ نہیں — آج اسماءؓ سے سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس کے بعد حضورؐ نے حضرت اسماءؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ عورت کے لئے شوہر کی رضا جوئی تمام دوسری باتوں پر مقدم ہے اگر وہ ٹھیک طریقے سے اپنے تمام فرائض زوجیت ادا کرتی ہیں۔ اور اپنے شوہر کی مرضی پر چلتی ہیں تو اس کے شوہر کو جتنا ثواب ملتا ہے۔ عورت کو بھی اسی قدر

Marfat.com

ملتا ہے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے ان سب خواتین سے زبانی چند اقرار لیئے اور بیعت لینے کی رسم ادا فرمائی تو حضرت اسماءؓ نے فرمایا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دستِ مبارک بڑھایئے ہم بیعت کرتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔

حضرت اسماءؓ کو بھی دوسری صحابیات کی مانند سرورِ کائناتؐ سے بے انتہا عقیدت اور محبت تھی۔ ہر وقت آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہ کر خدمت کرنا ان کی زندگی کی سب سے بڑی تمنا تھی۔ ایک دفعہ آنحضرتؐ جس اونٹنی پر سوار تھے اس کی مہار تھامے جارہی تھیں کہ اسی حالت میں حضور پر وحی نازل ہوئی۔ ان سے روایت ہے کہ وحی کا اتنا بوجھ تھا کہ مجھے ڈر محسوس ہونے لگا کہیں اونٹنی کے پاؤں نہ ٹوٹ جائیں۔ حضرت اسماءؓ بے حد مہمان نواز تھیں اور اللہ کے قہر سے بہت ڈرتی تھیں۔ بے حد ذہین اور نیک دل تھیں۔ ان کی تیز فہمی کا اندازہ اس گفتگو سے ہوسکتا ہے جو بیعت کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔

بظاہر حضرت اسماءؓ بنت یزید کی یہ گفتگو چنداں اہم معلوم نہیں ہوتی مگر آج کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے انکے سوالات اور آنحضرتؐ کے ارشادات پر غور کیا جائے تو ہمیں کئی ان الجھنوں کا حل مل جاتا ہے جو آجکل لوگوں کے لیئے پریشانی کا باعث بنی ہوئی ہیں۔ بعض لوگوں کی طرف سے آج بھی اسی قسم کے اعتراضات کیئے جاتے ہیں اور قدرے مختلف الفاظ میں اسلام کے معاشرتی نظریہ کو عدم مساوات پر محمول کیا جاتا ہے حالانکہ آنحضرتؐ نے نہایت واضح اور فیصلہ کن انداز میں شریعت کا مقصد اور منشا یہاں واضح فرمادیا ہے کہ پرامن حالات میں ایک مسلمان عورت کے فرائض کیا ہیں اور یہ حقیقت بھی ظاہر کردی ہے کہ ان فرائض کی اہمیت ان امور سے کسی طور کم نہیں جو مرد انجام دیتے ہیں۔ جہاں تک عورت کے معاشرتی فرائض کا تعلق ہے وہ اپنی جگہ پر اتنی ہی اہمیت رکھتے ہیں اور اجر و ثواب کے معاملے میں عورت مساوی طور پر اس میں شریک ہے اس سے اسکی عظمت، وقار اور مرتبے میں کوئی کمی نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک تقسیم کار کا اصول ہے جسے فطرت نے خود وضع کردیا ہے زمانہ خواہ کتنی بھی ترقی کرجائے اس زندہ حقیقت کو جھٹلایا نہیں جاسکتا اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے

جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا
اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

شاعرۂ اسلام

حضرتِ خنساءؓ

Marfat.com

خنساؓ کی ہم پلہ کوئی خاتون شاعر پیدا نہیں ہوئی
حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک ان کے اشعار سنتے
رہے اور تعجب کرتے رہے۔

"تمام علمائے شعر و ادب نے تسلیم کر لیا ہے کہ خنساؓ
کے برابر کوئی شاعرہ پیدا نہیں ہوئی"

(اسد الغابہ)

حضرت خنساءؓ

آپ کا اصل نام تماضر تھا مگر خنساء کے لقب سے مشہور تھیں۔ باپ کا نام عمرو بن الترید تھا۔ وہ قبیلۂ قیس کے خاندانِ سلیم سے تھے۔ پہلا نکاح ایک شخص رواحہ بن عبد العزیٰ سے ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد مرداس بن ابو عامرؓ کے نکاح میں آئیں۔

جب آنحضرتؐ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو اس کی صدائے بازگشت چاروں طرف سے سنائی دینے لگی۔ نجد میں بھی بعثتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پہنچی تو حضرت خنساء کی جویائے حق و صداقت طبیعت میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ اس وقت آپ سرزمین عرب کی ممتاز اور بلند مرتبہ شاعرہ تسلیم کی جاتی تھیں اور آپ کی بے مثل فصاحت و بلاغت کا ہر طرف چرچا تھا۔ اگرچہ لیلائے اخیلیہ کو شعرائے عرب نے شاعر خواتین کی سردار تسلیم کیا ہے۔ مگر حضرت خنساء کو اس سلسلے میں ہمیشہ مستثنیٰ رکھا جاتا تھا۔ ایامِ جاہلیت میں عکاظ کے مقام پر عرب ایک بہت بڑا قومی میلہ مناتے تھے اور سرزمینِ عرب کے تمام شعرا اس میلے میں شرکت کے لیے جمع ہوتے تھے۔ اس لحاظ سے عکاظ کا بازار شعرائے عرب کا سب سے بڑا مرکز سمجھا جاتا تھا اس میلے میں حضرت خنساء بھی شرکت کرتی تھیں۔ اور ان کے خیمے کے سامنے ایک جھنڈا لہرایا کرتا تھا جس پر "ارثی العرب" یعنی عرب کی عظیم مرثیہ گو کے الفاظ لکھے ہوتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خنساء نے اپنے عہد کے سب سے بڑے شاعر نابغہ کو اپنا کلام سنایا تو وہ بے اختیار بول اٹھا کہ اگر میں نے ابو نصیر اعشیٰ کا کلام نہ سنا ہوتا تو تجھے شاعرۂ عالم تسلیم کرتا۔ اس سے حضرت خنساء کا ادبی اور علمی مرتبہ صاف ظاہر ہے۔ انہیں عرب کے طول و عرض میں قابلِ رشک احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور شہرت و ناموری ان کے گھر کی کنیز تھی۔ قبیلۂ قیس بجا طور پر ان کی ذاتِ گرامی پر فخر کرتا تھا۔ اور انہیں اپنے لیے سرمایہ عزت و عظمت خیال کرتا تھا۔ عرب کی یہ ملکۂ شعر و سخن

Marfat.com

اپنی بلند حیثیت اور فقید المثال شہرت و ناموری کے باوجود بے حد حساس، نرم دل اور حقیقت کی متلاشی تھیں ۔ وہ صحیح معنوں میں ایک عظیم فن کارہ تھیں ۔ اس لیئے ان کی گہری نگاہ ہر وقت خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتی تھی ۔ لیکن ان کے دل کی پیاس کسی طرح نہ بجھتی تھی جب انہوں نے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر سنی تو ان کے دل نے بے اختیار شہادت دی کہ جس نورانی صبح کے طلوع کا انتظار تھا وہ ظاہر ہو گئی ہے چنانچہ آپ نے آنحضرتؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا مگر قبیلے کے بزرگ افراد کی شدید مخالفت نے انہیں اپنا ارادہ ملتوی کرنے پر مجبور کر دیا ۔ اس کے باوجود دعوتِ حق کی کشش ان کے لیئے ہمیشہ قائم رہی اور وہ ہمیشہ کسی مناسب موقعہ کی تلاش میں رہنے لگیں ۔ جب آنحضرتؐ ہجرت کے بعد مدینہ تشریف لائے تو حضرت خنساء بھی اپنے قبیلے کے چند سمجھدار لوگوں کے ساتھ دربارِ رسالت میں حاضر ہوئیں اور خلوصِ دل کے ساتھ اسلام قبول کیا ۔ آنحضرتؐ دیر تک ان کے پُر تاثیر اشعار سنتے رہے اور حضرت خنساءؓ کی ادبی صلاحیتوں اور فصاحت و بلاغت پر حیرت کا اظہار فرماتے رہے

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شعراء اور دیگر اہلِ قلم لوگ عمل کے میدان میں دوسروں سے بہت پیچھے ہوتے ہیں لیکن عورت ہونے کے باوجود حضرت خنساءؓ کی زندگی اس خیال کی تردید کرتی ہے حضرت خنساءؓ کو اسلام سے والہانہ عشق تھا اور انہوں نے مسلمان ہوتے ہی اپنی باقی ماندہ زندگی دین کی خدمت کے لیئے وقف کر دی ۔ اپنی تمام دولت اللہ کی راہ میں لٹا دی وہ ایک بلند مرتبہ اور عظیم شاعرہ تھیں مگر اس کے ساتھ ہی دلیری اور شجاعت میں بھی کسی سے پیچھے نہ تھیں ۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں جب جنگِ قادسیہ شروع ہوئی اور مسلمان جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر جوق در جوق اسلامی لشکر میں شامل ہونے لگے تو حضرت خنساءؓ اپنی پیرانہ سالی کے باوجود یہ سوچ کر بیتاب ہو گئیں کہ وہ بڑھاپے کے باعث خود شرکتِ جہاد سے قاصر ہیں مگر انہوں نے اپنی مجبوریوں کی پروا کیئے بغیر اپنے چاروں جوان سال بیٹوں عبد اللہ، زید، معاویہ اور عمرو سمیت اسلامی فوج میں شامل ہو گئیں اور اپنے اللہ کی

خوشنودی حاصل کرنے کے لیئے پروانہ وار میدانِ جنگ میں جا پہنچیں۔ جب طبلِ جنگ کی آواز سنائی دی اور اسلامی فوج دشمن کے مقابلے کی خاطر صف بستہ ہو گئی۔ تو زبان و بیان کی اس شاہزادی اور الفاظ کی خوبصورتی سے کھیلنے والی اس ملکۂ سخن نے ایک سچی مسلمان ماں کے روپ میں اپنے بیٹوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"پیارے بیٹو! تم نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا اور برضا و رغبت ہجرت اختیار کی ہے ورنہ تم اپنے ملک کے لیئے بوجھ نہ تھے اور نہ تمہارے وطن میں قحط پڑا تھا۔ اس کے باوجود تم اپنی بوڑھی ماں کو یہاں لائے ہو اور فارس میں ڈال دیا ہے۔ خدا کی قسم! تم ایک ماں اور باپ کی اولاد ہو۔ میں نے تمہارے باپ سے خیانت نہیں کی اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ دنیا فانی ہے اور کفّار سے جہاد کرنے میں بڑا ثواب ہے۔ اب لڑنے کی تیاری کرو اور آخر وقت تک لڑو۔"

اپنی عظیم المرتبت ماں کی یہ نصیحت سن کر چاروں بیٹے ہتھیار سجا کر میدانِ جنگ میں نکلے انہوں نے اتنی بہادری اور جوانمردی سے دشمنوں کا مقابلہ کیا کہ دیکھنے والے تصویرِ حیرت بن گئے۔ باری باری یہ چاروں راہِ خدا میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ بوڑھی پردیسی ماں نے جب یہ خبر سنی تو سجدۂ شکر بجا لائی۔ اسلام کے دامانِ رحمت میں آنے کے بعد یہ ایک مسلمان شاعرہ کا کردار تھا جو ایامِ جہالت میں اپنے بھائی کی موت کا صدمہ برداشت نہ کر سکی تھی اور عرصہ دراز تک دیوانہ وار انتہائی دردناک مرثیے پڑھ کر خود بھی روتی رہی اور دوسروں کو بھی رلاتی رہی۔ اس وقت اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے چاروں حقیقی بیٹے اللہ کو پیارے ہوئے مگر اسلام کی تعلیم نے اس حساس اور نرم دل شاعرہ کو صبر و استقامت کے ایسے سانچے میں ڈھال دیا تھا کہ اس کی آنکھوں سے ایک بھی آنسو نہ ٹپکا۔ اس نے نالہ و شیون سے آسمان سر پر نہیں اٹھایا اور غم و اندوہ کی انتہائی شدت سے مجبور ہو کر واویلا نہیں کیا حالانکہ اس کے سینے میں ایک شاعرہ کا دل تھا۔ اس نے وہی انداز اختیار کیا جس کی توقع ایک سچی مسلمان ماں

Marfat.com

سے ہو سکتی ہے۔ رونے پیٹنے اور نوحہ و بین کی جگہ اس صابر خاتون نے اپنے پروردگار کے حضور سجدے میں گر کر شکر ادا کیا اور خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کی کہ اللہ اس کی حقیر سی قربانی قبول فرما لے۔

حضرت خنساءؓ نے ۲۴ھ میں وفات پائی۔ مرثیہ گوئی کی صنف میں انہیں ہمیشہ خصوصیت حاصل رہی ہے اور دنیا بھر کے سخنوروں نے ہمیشہ اس پر اتفاق کیا ہے کہ حضرت خنساءؓ کے برابر کوئی شاعر عورت پیدا نہیں ہوئی۔ آپ نے بہت بڑی تعداد میں مرثیے لکھے ہیں اور ان کا ایک ضخیم دیوان آج بھی موجود ہے جس کا ترجمہ یورپ کی کئی زبانوں میں ہو چکا ہے۔

حضرت خنساءؓ کو یہ شرف حاصل ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے شعر و سخن کی خداداد صلاحیتوں کو دینِ قیّم کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کا کلام سنا اور ان کی فصاحت کی تعریف فرمائی۔ آپ نے حضرت خنساءؓ کو شاعری سے منع نہیں فرمایا بلکہ ان کی قدر فرماتے رہے۔

حضرت خنساءؓ کی زندگی ہماری ان بہنوں کے لئے درس موعظت ہے جو اپنی معمولی صلاحیتوں کے اظہار پر قادر ہوتے ہی اعتدال کی راہ سے ہٹ جاتی ہیں۔ ان میں ایک بار عجز اور انکسار کی جگہ رعونت پیدا ہو جاتی ہے اور شعائرِ اسلامی سب سے پہلے ان کی طبع آزمائی کا ہدف بنتے ہیں۔ حضرت خنساءؓ کی زندگی کا مطالعہ کریں تو صاف نظر آتا ہے کہ وہ اپنے دور کی ممتاز ترین اور مشہور و نامور اور بلند پایہ شاعرہ ہونے کے باوجود کتنی جلدی حق و صداقت کی طرف مائل ہوئیں اور کس جوش و خروش کے ساتھ انہوں نے دعوتِ حق کو قبول کیا۔ اس کے بعد ان کی زندگی میں اتنا بڑا انقلاب پیدا ہو گیا کہ آج ہم اس کے تصوّر سے حیران ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے تمام شاعرانہ قباحتوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور اپنی تمام زندگی اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دی اور اس کے لئے اتنی بڑی قربانی پیش کر دی کہ انسان اس حد سے آگے جا نہیں سکتا۔ انہوں نے اپنی تمام دولت راہِ حق میں لٹا دی، چاروں بیٹے اللہ کے نام پر قربان کر دیئے اور خود عمر بھر اسلام کی خدمت گزار بن کر زندہ رہیں۔

Marfat.com

مُبلّغۂ اسلام حضرت اُمّ شریک رضؓ

Marfat.com

"ام شریکؓ آغازِ اسلام میں مخفی طور پر قریش کی عورتوں کو اسلام کی دعوت دیا کرتی تھیں"

(اسد الغابہؒ)

حضرتِ اُمّ شریکؓ

تاریخ میں اپنی کنیت ام شریکؓ سے مشہور ہیں۔ شروع زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر اسلام قبول فرمایا۔ حضرت ام شریکؓ نے انتہائی خطرناک حالات میں اسلام کی قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب مکہ کے اندر رہتے ہوئے اسلام کی دعوت پر لبیک کہنا گویا موت کو دعوت دینا تھا۔ کفارِ مکہ ظلم وستم کے تمام ہتھیاروں سے لیس ہوکر بے یار ومددگار مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے سامنے آگئے تھے۔ کفار کی نگاہیں ہر مسلمان مرد اور عورت کے تعاقب میں رہتی تھیں اور ان کی حرکات وسکنات کی کڑی نگرانی کی جاتی تھی۔ ان حالات میں حضرت ام شریک کا معمول یہ تھا کہ وہ خفیہ طور پر کفار کے گھروں میں جاتی تھیں اور ان کی عورتوں کو اسلام کی دعوت دیتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ اس وقت یہ انتہائی خطرناک کام تھا۔ مگر تاریخ اس حقیقت کی گواہ ہے کہ یہ شرف بھی ایک مسلمان خاتون کو نصیب ہوا کہ انہوں نے سر ہتھیلی پر رکھ کر یہ خدمت اپنے ذمہ لی۔ اور بڑے صبر واستقلال کے ساتھ اپنا فرض انجام دینا شروع کیا —— اللہ تعالےٰ نے انہیں گفتگو کا خاص ملکہ عطا کیا تھا اور ان کی زبان میں بے پناہ تاثیر تھی۔ وہ ایسے دل نشین پیرائے میں بات کرتی تھیں کہ سننے والے اسے آویزہ گوش بنانے پر مجبور ہوجاتے تھے۔ حضرت ام شریکؓ کا اندازِ بیان اور پھر قرآن حکیم

Marfat.com

کی زبان میں اللہ کا پیغام سونے پر سہاگے کا کام دے رہا تھا۔ ان کی جادو بیانی اور سحر کلامی نے ان گھرانوں کے اندر اللہ کا پیغام پہنچا دیا جن کے چاروں طرف جبر واستبداد کے پہرے لگے رہتے تھے اور جہاں اللہ کا نام لینے پر زبان کٹتی تھی مگر اسلام کی یہ مقدس مبلغہ بادۂ توحید کے نشے میں مست نتائج وعواقب سے بے پروا اپنے کام میں مصروف رہی۔ اور ان کی سعی وجہد سے کئی گھرانے اسلام کے نور سے جگمگا اٹھے ۔ بے شمار جاہل اور مشرک خواتین کا دامنِ حیات اسلام کی دولت سے مالامال ہو گیا۔ جب کفار کو حضرت ام شریکؓ کی مبلغانہ سرگرمیوں کا علم ہوا تو بہت برافروختہ ہوئے۔ اس کے بعد حضرت ام شریکؓ کے لئے تمام کفار نے اپنے گھروں کے دروازے بند کر دیئے۔ اور انہیں ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔ آخر انہوں نے باہمی صلاح مشورے سے فیصلہ کر کے حضرت ام شریکؓ کو مکہ سے باہر نکال دیا۔ کفار نے انہیں سختی کے ساتھ منع کر دیا کہ وہ مکہ کے اندر داخل ہونے کی کوشش نہ کریں ورنہ انہیں سخت سزا دی جائے گی۔ تاریخ کی ایک مشہور کتاب اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ حضرت ام شریکؓ ایک صحابیہ تھیں جو آغاز اسلام میں مخفی طور پر قریش کی عورتوں کو اسلام کی دعوت دیا کرتی تھیں۔ قریش کو ان کی مخفی کوششوں کا حال معلوم ہوا تو ان کو مکہ سے نکال دیا گیا۔

حضرت ام شریکؓ نہایت دولت مند اور فیاض خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے گھر کو قومی مہمان خانے کی حیثیت دے رکھی تھی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرب کے دوسرے حصوں سے جو مہمان آتے ان کی میزبانی کا فرض بھی حضرت ام شریکؓ ادا کیا کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ ان کی فیاضی اور مہمان نوازی اس لحاظ سے اکثر مسلمانوں کے لئے باعث رحمت بنی ہوئی تھی کہ ہجرت کے بعد اکثر لوگ بے خانماں ہو چکے تھے۔ عارضی طور پر وہ لوگ بھی حضرت ام شریکؓ کے

پاس پناہ لیتے تھے۔ اس وقت اسلام لانے والے نومسلموں کے لئے سب سے بڑی دقت یہ تھی کہ اسلام قبول کرتے ہی کئی لوگ اپنے ذرائع آمدنی سے محروم ہو جاتے تھے۔ عزیز و اقارب اور رشتہ دار ان سے مال و دولت چھین لیتے تھے اور جائیداد تک سے محروم کر دیتے تھے۔ ان حالات میں ان نومسلموں کے لئے اپنے بیوی بچوں کے لئے دو وقت کی روٹی مہیا کرنا بھی ناممکن ہو جاتا تھا۔ دنیا میں صرف ام شریکؓ کا گھر تھا جہاں یہ سب لوگ بطور مہمان پناہ گزیں ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت ام شریکؓ کا گھر ان نومسلموں کے لئے گویا مہمان خانہ بن گیا تھا۔ یہ سلسلہ اس حد تک وسیع ہو چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ بنت قیس کو حضرت ام شریکؓ کے ہاں اس وجہ سے عدت بسر کرنے کی اجازت نہیں دی تھی کہ ان کے گھر میں مہمانوں کا ہجوم رہتا تھا اور وہاں پردے کا انتظام ہونا ناممکن تھا۔

خدا کی ان گنت رحمتیں ہوں اللہ کی ان برگزیدہ خواتین پر جنہوں نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور اس کے عوض اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے سوا کسی چیز کی تمنا نہ کی۔ حضرت ام شریکؓ کی زندگی میں دو باتیں بہت نمایاں طور پر نظر آتی ہیں۔ انہوں نے بڑی جرأت اور بہادری کے ساتھ انتہائی نامساعد حالات میں اسلام کی تبلیغ کا فرض انجام دیا۔ جس کی پاداش میں انہیں اپنے وطنِ عزیز سے نکلنا پڑا۔ پھر وہ جب تک زندہ رہیں مسلمانوں کی بے لوث خدمت ان کا مقصد حیات رہا ——— انہوں نے اپنی تمام دولت بے سروسامان اور مفلس و نادار مسلمان عورتوں مردوں اور بچوں کی پرورش پر خرچ کر دی۔

—آج ہمارے ہاں ان عورتوں کی کمی نہیں جو اپنے معمولی آرام و آسائش میں ذرا سی کمی گوارا کرنے کے لیئے تیار نہیں ہوتیں۔ اگر ان کے ہاں مہمان آجائیں تو وہ اہل خانہ کے لیئے وبالِ جان بن جاتے ہیں اور ہماری عورتوں کی اولین کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان سے جتنی جلدی چھٹکارا مل جائے بہتر ہے۔

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

سہلہ بنت سہیل بن عمرو

Marfat.com

جن کی دینی غیرت اور حمیت نے حقیقی بھائی کی
کفر نوازی کو اسلام کی چوکھٹ پر جھکنے کے لئے
مجبور کر دیا۔

Marfat.com

سہلہؓ بنت سہیل

سہلہؓ کے والد کا نام سہیل بن عمرو تھا۔ آپ ابو حذیفہؓ بن عتبہ کی اہلیہ تھیں ایک روز سہلہؓ کا حقیقی بھائی عبداللہ بن سہیل ان سے ملنے کے لیئے آیا۔ اس وقت وہ اپنے شوہر ابو حذیفہ بن عتبہ کے گھر میں تھیں۔ عبداللہ جونہی بہن کے گھر میں داخل ہوئے سہلہ نے آگے بڑھ کر بڑے تپاک کے ساتھ انہیں خیر مقدم کیا اور بڑی غیر معمولی گرمجوشی سے ملیں۔ عبداللہ بہن کی محبت اور تپاک سے بہت متاثر ہوئے اور خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ وہ کافی دیر تک اپنی بہن کے پاس بیٹھے رشتہ دار عورتوں اور مردوں سے متعلق ہنسنے ہنسانے والی باتیں کرتے رہے۔ اور بیتے ہوئے بچپن کی خوشگوار یادوں کو تازہ کرکے خوش ہوتے رہے۔ سہلہؓ نے کئی دفعہ بھائی کی گفتگو میں شامل ہونے کی کوشش کی مگر وہ ہر بار رک جاتی تھیں۔ عبداللہ نے بھی اس بات کو محسوس کیا کہ ان کی ہمشیرہ اتنی محبت اور گرمجوشی سے باتوں میں دلچسپی لینے کے باوجود بار بار کھو سی جاتی ہے۔ انہیں بہن کی یہ کیفیت کچھ بھلی نہ لگی مگر انہوں نے ازراہِ مروّت اس کا اظہار کرنا پسند نہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد عبداللہ واپس جانے کے لیئے اٹھے اور سہلہؓ انہیں الوداع کہنے کے لیئے دروازے تک آئی۔ عبداللہ نے رخصت ہونے وقت قدرے افسردگی سے بہن کو گلے لگانا چاہا مگر سہلہؓ فوراً ایک طرف کو ہٹ گئیں اور بھائی کو چھونے تک نہیں دیا۔ عبداللہ اپنی جگہ پر ٹھٹھک کر رہ گئے۔ اور سہلہ بھی گومگو کے عالم میں ایک طرف کھڑی تھیں۔ عبداللہ

نے اپنی حیرت دور کرنے کے لئے دوبارہ سلسلۂ کلام شروع کیا اور بہن سے پوچھا کہ سہلہؓ! آج تم بہت بدلی ہوئی دکھائی دیتی ہو اور تمہارا سلوک بھی عجیب سا ہے کیا تم لوگ کل ہجرت کا پختہ ارادہ کر چکے ہو۔ سہلہؓ نے مصنوعی حیرت سے پوچھا کہ کیسی ہجرت؟ عبداللہ نے ہنس کر کہا کہ آج تک میں نے ایسی کوئی عورت نہیں دیکھی جو اپنے حقیقی بھائی سے بھی صحیح بات چھپاتی ہو۔ سہلہؓ! اب اصحاب محمدؐ کی ہجرت کوئی پوشیدہ بات نہیں رہی بلکہ ہر جگہ لوگ اس پر تبادلۂ خیالات کر رہے ہیں۔ قریش میں ابھی اتنی طاقت ہے کہ وہ ان ہجرت کرنے والوں کا راستہ روک لیں۔ مگر وہ ایسا نہیں کرنا چاہتے کیونکہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے تنگ آ چکے ہیں۔ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں سے خلاصی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ قریش کی نگاہیں صرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے چند بڑے بڑے صحابہ پر لگی ہوئی ہیں۔ وہ کسی صورت باہر نہیں نکل سکتے۔ صرف ایرے غیرے ہی ہجرت کر سکتے ہیں۔ یا وہ لوگ مکہ سے باہر جا سکتے ہیں جن سے قریش کو کوئی خطرہ نہیں۔ سہلہؓ خاموشی سے بھائی کی گفتگو سنتی رہیں اور کوئی جواب نہ دیا۔ عبداللہؓ نے پھر کہا کہ سہلہ! تمہارا اور تمہارے شوہر کا شاید یہ خیال ہے کہ قریش تم دونوں کے ارادے سے بے خبر ہیں۔ یہ درست نہیں۔ وہ سب کچھ جانتے ہیں مگر وہ تمہیں روکنے کی کوشش نہیں کریں گے کیونکہ ان کا تعلق تمہارے بھائیوں اور باپ سے ہے۔ اگر تمہیں اس ہجرت کے بعد خوف اور تنگی سے نجات مل جائے تو ہمیں اس سے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ اگر قریش کے طعنے کا خیال نہ ہوتا تو تمہارا باپ بھی اس علیحدگی سے پہلے ضرور ملنے کے لئے آتا۔ سن لی میری بات ـــــ میں یہی کہنے آیا تھا۔ سہلہؓ نے جواب دیا کہ ہاں میں نے سب کچھ سن لیا ہے۔ پھر اب کیا کہنا چاہتی ہو؟ عبداللہ نے پوچھا۔ سہلہؓ نے کہا عبداللہ! تم جب سے یہاں آئے ہو تم خود ہی گفتگو کر رہے ہو اور میں صرف سنتی رہی

Marfat.com

ہوں۔ اس وقت تک میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ عبداللہ نے فوراً ٹوک کر کہا کہ میں خود تمہارے اس رویہ سے حیران ہوں۔ میں نے الوداع ہوتے وقت تمہیں گلے لگانا چاہا مگر تم پر خلاف معمول دہشت طاری ہوگئی۔ سہلہؓ نے برجستہ جواب دیا۔ بات یہ ہے کہ تم مشرک ہو اور میں مشرکوں سے اپنا جسم مس کرنا پسند نہیں کرتی۔ عبداللہ نے حیران ہو کر پوچھا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت اور ان کے دین کی اہمیت تمہارے نزدیک اتنی زیادہ ہوگئی ہے۔ کہ اب تم اپنے حقیقی بھائیوں سے بھی کٹ جانا چاہتی ہو۔ سہلہؓ نے بڑے باوقار اور سنجیدہ انداز میں جواب دیا کہ عبداللہ! اگر تمہارے دل میں اسلام کا عشق اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا گزر ہوتا تو تم کبھی یہ سوال نہ کرتے بلکہ تمہیں خود معلوم ہو جاتا کہ اللہ کے راستے پر چلتے ہوئے اپنے بھائیوں اور بزرگوں سے کٹ جانا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ میرے بھائی! کان کھول کر سن لو کہ ہم اپنے والدین، اپنے بھائیوں اور دنیا کی ہر بڑی سے بڑی نعمت سے بھی زیادہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں۔ تم نے ابھی کہا تھا کہ قریش ہماری ہجرت سے خوش ہیں مگر تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم ان سے خوش نہیں۔ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کا حکم نہ دیا ہوتا تو ہم آزمائشوں اور سزاؤں بلکہ موت کو بھی انتہائی خوشی اور مسرت سے قبول کر لیتے۔ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب ہر شے سے زیادہ عزیز ہے۔ عبداللہؓ نے یہ سن کر حیرت سے کہا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں اپنے والدین، بھائیوں اور زندگی سے بھی زیادہ عزیز ہیں؟ سہلہؓ نے جواب دیا کہ اگر ہماری طرح تم بھی اللہ کے دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے اور تمہیں اس کی قدر و قیمت کا احساس ہوتا تو تم خود سمجھ لیتے کہ یہ محبت بہت کچھ دیتی ہے مگر لیتی کچھ نہیں۔

اتنے میں سہلہؓ کے شوہر ابو حذیفہ بھی آگئے اور وہ بھی گفتگو میں شریک ہوگئے عبداللہؓ نے ان سے بھی اسی قسم کے سوالات کئے۔ حضرت ابو حذیفہؓ نے عبداللہؓ

Marfat.com

کے سامنے قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت کی۔ عبداللہؓ خاموشی سے سنتے رہے تھوڑی دیر بعد بولے۔

خدا تم دونوں سے سمجھے۔ مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ اب میرا دل قابو میں نہیں رہا۔ مجھے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلو۔

اسکے بعد عبداللہؓ بھی اسلام لے آئے۔ واپسی پر سہلہؓ نے پوچھا۔

میرے عزیز از جان بھائی! کیا تم بھی ہمارے ساتھ ہجرت کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ تو عبداللہؓ نے جواب دیا کہ بے شک ۔ اب میں یہاں کیسے رہ سکتا ہوں۔

اللہ کی سلامتی ہو ان پاک سرشت بہنوں پر جن کی ایمانی طاقت نے دلوں کی دنیا کو حق و صداقت کی آواز سے تسخیر کر کے اسلام کو تقویت بخشی۔

Marfat.com

حضرت خولہ بنت حکیم رضؓ

• خدا نے اس عورت کی بات سن لی جو تم سے
جھگڑتی تھی۔ (قرآن مجید)

حق گوئی اور بے باکی کا پاکیزہ نمونہ۔

Marfat.com

حضرت خولہؓ بنت حکیم

حضرت خولہؓ بنت حکیم ایک بزرگ صحابیہ تھیں۔ یہ حضرت عبادہ بن صامت کی اہلیہ تھیں۔ انہیں یہ شرف حاصل ہے کہ قرآن کریم میں ان سے متعلق مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی

قد سمع اللہ قول — خدا نے اس خاتون کی بات سن لی

التی تجادلک — جو تم سے جھگڑتی تھی۔

اس آیت کریمہ کے نزول سے حضرت خولہ بنت حکیمؓ کا مرتبہ صحابیات میں بہت بلند ہو گیا تھا اور لوگ انہیں رشک بھری نظروں سے دیکھتے تھے۔ حق گوئی اور بیباکی آپ کا بہت بڑا وصف تھا۔ دنیا کی کوئی طاقت انہیں سچی بات کہنے سے نہ روک سکتی تھی۔ وہ اللہ کے سوا نہ کسی سے ڈرتی تھیں اور نہ ہی مرعوب ہونا جانتی تھیں خواہ مقابل کتنی بڑی شخصیت کیوں نہ ہو۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ مسجد سے واپس آ رہے تھے اس وقت آپ مسندِ خلافت پر متمکن تھے۔ اور ان کی عظمت و وجاہت کے سامنے ہر شخص دم بخود تھا۔ اتفاق سے راستے میں حضرت عمرؓ کی ملاقات حضرت خولہؓ بنت حکیم سے ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے بڑے ادب سے آپ کو سلام کیا۔ سلام کا جواب دینے کے بعد حضرت خولہؓ بنت حکیم نے فرمایا۔

"اے عمرؓ! میں نے تمہارا وہ زمانہ بھی دیکھا ہے جب تم کو لوگ عکاظ کے بازار میں عمر کہتے تھے اور اب تو تمہارا لقب امیر المومنین ہے۔ پس رعایا کے معاملے میں خدا سے ڈرو۔ اور یقین کرو کہ جو شخص عذاب الٰہی سے ڈریگا اس پر بعید قریب ہو جائے گا اور جو موت سے ڈرے گا اس کو مر جانے کا

Marfat.com

خوف ہر وقت ستاتا رہے گا۔"

اس وقت ایک صاحب حضرت عمرؓ کے ساتھ تھے وہ یہ گفتگو سن کر خاموش نہ رہ سکے۔ کیونکہ ان کے نزدیک حضرت خولہؓ بنت حکیم کا اندازِ گفتگو امیر المومنین حضرت عمرؓ کی شان اور مرتبے کے منافی تھا۔ انہوں نے حضرت خولہؓ کو ٹوکتے ہوئے کہا کہ بی بی! تم نے امیر المومنین کو بہت کچھ کہہ ڈالا ہے۔ اس سے قبل کہ وہ کچھ اور کہتے حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ جانتے ہو یہ خولہ بنت حکیم ہیں اور حضرت عبادہؓ بن صامت کی اہلیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے ان کی بات سن لی تھی اور پھر عمرؓ کو تو اور بھی سننا چاہیے۔

حضرت عمر فاروقؓ ایسے عظیم المرتبت خلیفہ اسلام کو یوں سر راہ روک کر ڈانٹ دینا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اور ہر شخص کو یہ جرأت بھی نہ ہو سکتی تھی۔ کیونکہ فضیلت، مرتبے، قرب رسول اور علم و فضل کے لحاظ سے وہ لاکھوں میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ اور ان سے اس بیباکی کے ساتھ وہی گفتگو کر سکتا تھا جو ان کا ہم پلہ ہو۔ مگر یہ حضرت خولہؓ بنت حکیم کا جذبۂ صادق تھا کہ وہ اللہ کے سوا کسی کو خاطر میں نہ لاتی تھیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے بعد ہر شخص کے منہ پر سچی بات کہنے میں انہیں کبھی تامل نہ ہوتا تھا۔

ذرا اندازہ کیجئے کہ جس قوم کی عورتیں اتنی بہادر، دلیر، صاف گو اور دین کے معاملے میں اتنی بے باک ہوں کہ خلیفۂ وقت کو ان کی بات احترام کے ساتھ سننا پڑتی ہو وہ کتنی خوش بخت اور عظیم قوم ہو سکتی ہے۔ ایسی قوم میں کسی ناانصافی اور احکام الٰہی سے کوتاہی کو کون برداشت کر سکتا ہے۔ یقین جانئے! جس قوم کو ایسی ماؤں کی آغوش نصیب ہو اس کے جذبۂ تسخیر کے سامنے یہ عالمِ شش جہات بہت تنگ ہوتا ہے اور اس کی عظمت و رفعت ہمیشہ عرشِ اعظم کے پائے پر بوسے دیا کرتی ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ ہماری قوم جب سے ایسی بے مثل ماؤں اور بہنوں سے خالی ہوئی ہے ہمارا قدم تنزل اور تباہی کی طرف اٹھا ہے۔ اور ہم ذلت و رسوائی کے قریب تر ہوتے گئے ہیں۔

Marfat.com

مجاہدۂ اسلام حضرت خولہؓ بنت ازور

Marfat.com

جن کی شمشیرِ جوہر دار نے میدانِ جہاد کو نئی روایات
سے روشناس کرایا اور اپنے عمل سے دنیا پر یہ ثابت کر
دیا کہ ایک مسلمان عورت اپنی عزت و عصمت۔ دین کی
عظمت اور ملت کی سربلندی کی حفاظت نوکِ شمشیر سے
کرنا بھی جانتی ہے۔ انہوں نے دنیا سے منوالیا کہ عورت
میدانِ جنگ کا نقشہ قوتِ بازو سے بدلنے پر بھی قادر ہے

حضرت خولہ بنت ازور

حضرت خولہؓ کے والد کا نام ازور بن سنان تھا اور آپ مشہور صحابی حضرت ضرار کی حقیقی ہمشیر تھیں۔ نہایت خوب صورت اور حسین و جمیل تھیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی بلا کی مستقل مزاج، دلیر، جری اور بہادر تھیں۔ فنونِ جنگ میں حیرت انگیز مہارت رکھتی تھیں۔ آپ کو اپنے بھائی حضرت ضرار سے بے پناہ محبت تھی اور شروع ہی سے اسلام کی خدمت کا بہت زیادہ شوق تھا۔ جہاد کے دنوں میں مشکیزہ اٹھا کر مجاہدین کو پانی پلایا کرتی تھیں۔ اور زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں۔

حضرت خولہؓ اگرچہ بالکل نوعمر تھیں مگر غیرت و حمیت، جرأت و دلیری اور شجاعت و بہادری میں کوئی عورت ان کی ہمسر نہ تھی۔ انہوں نے اکثر میدانِ جنگ میں شجاعت کے ایسے جوہر دکھائے کہ دشمن بھی انگشت بدنداں رہ گئے۔ یہی وجہ تھی کہ اسلامی لشکر کے تمام فوجی سردار اور سپہ سالار ان کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے سیف اللہ حضرت خالد بن ولید اور حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح تو ان کے بہت زیادہ قدردان تھے۔ ان کی بہادری اور دلیری کے بےشمار واقعات مشہور ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں اسلامی فوج نے شام کے شہر دمشق کا محاصرہ کیا۔ ان دنوں حضرت خالد بن ولید اسلامی عساکر کے کمانڈر انچیف تھے شہنشاہ ہرقلِ اعظم نے حمص کے حاکم وردان کی زیرِ قیادت اہلِ دمشق کی مدد کیلئے بارہ ہزار مسلح سوار روانہ کئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس دستے کی پیشقدمی روکنے کیلئے حضرت ضرار کی سرکردگی میں پانچ سو مجاہدین کا ایک دستہ روانہ کیا۔ لڑائی ہوئی مسلمان فوج تعداد میں بہت کم تھی اور دشمن ان سے چوبیس گنا زیادہ تھے۔ نتیجہ کے طور پر مسلمانوں کو شکست ہوئی اور حضرت ضرار گرفتار کر لیئے گئے۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ کو اس واقعہ کی اطلاع موصول ہوئی تو وہ ایک ہزار سوار لے کر مقابلے کی غرض سے روانہ ہوئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ

Marfat.com

بھاگتے وقت مسلمان قیدیوں کو بھی حمص کی جانب اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے حضرت ضرار کو آزاد کرانے کے لیئے رافع کی قیادت میں سو سواروں کا ایک دستہ روانہ کیا۔ مگر حضرت خولہؓ کو اس وقت تک چین کیسے نصیب ہو سکتا تھا۔ جب تک وہ اپنے پیارے بھائی کو آزاد نہ کرا لیتیں۔ چنانچہ بضد ہو کر اس دستے کے ساتھ روانہ ہوئیں اور حضرت ضرار کو آزاد کرا کے لائیں۔

شام کی اسی جنگ میں ایک دفعہ حضرت خولہؓ مسلمان عورتوں کے ساتھ جا رہی تھیں انکی معیت میں تھوڑی سی فوج تھی کہ اچانک ایک مقام پر دشمنوں نے کمین گاہ سے نکل کر حملہ کر دیا۔ مسلمان مردوں اور عورتوں نے مل کر بڑی جانبازی سے دشمن کا مقابلہ کیا مگر اتنی قلیل سی تعداد کب تک ہزاروں مسلح سپاہیوں کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ چنانچہ سب گرفتار کر لیئے گئے۔ حضرت خولہؓ کو اس ناکامی کا بہت زیادہ رنج ہوا۔ انہوں نے تمام عورتوں کے سامنے ایک ولولہ انگیز تقریر کی اور انہیں کہا کہ قیدی بن کر جینے سے عزت کی موت زیادہ بہتر ہے۔ عورتوں نے جواب دیا کہ ہم موت سے نہیں ڈرتیں بلکہ اس وقت ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں۔ خالی ہاتھ لڑنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ حضرت خولہؓ نے جواب دیا کہ ہمارے پاس تلواریں نہیں ہیں تو کوئی پروا نہیں۔ مومن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی اسی خیمے کی چوبیں نکال کر حملہ کر دو۔ سب نے حضرت خولہؓ کے حکم کی تعمیل کی اور دشمنوں پر ٹوٹ پڑیں۔ عیسائیوں کے لیئے یہ بالکل ایک نیا تجربہ تھا کہ خیمے میں قید، نہتی اور بے بس و مجبور عورتیں خیمے کی چوبیں نکال کر ان کی مسلح اور جرار فوج کو للکار رہی تھیں۔ عیسائی فوج کے سردار نے جب سپاہیوں کو بے طرح قتل ہوتے دیکھا تو گھبرا کر حملے کا حکم دے دیا۔ ابھی عیسائی فوج سنبھل کر حملہ کرنے ہی والی تھی کہ دور سے اللہ اکبر کی آواز سنائی دی۔ چشم زدن میں مسلمان فوج وہاں پہنچ گئی اور عیسائی لشکر بدحواس ہو کر بھاگ نکلا۔ مسلمان تمام خواتین کو واپس لے کر اپنے فوجی صدر مقام پر پہنچ گئے۔

جنگِ یرموک میں ایک مرتبہ حضرت خولہؓ دوسری عورتوں کے ساتھ ایک جگہ کھڑی لڑائی کا تماشا دیکھ رہی تھیں کہ اچانک دشمن بڑھتے ہوئے عورتوں کے کیمپ تک پہنچ گئے حضرت خولہؓ نے اسی وقت ان پر حملہ کر دیا اور دوسری عورتوں کے ساتھ لڑنے لگیں۔ چند عورتوں نے وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی تو حضرت خولہؓ نے انہیں بری طرح سے ڈانٹا۔ اس لڑائی میں بھی حضرت خولہؓ کے خوب جوہر کھلے۔ وہ بڑی بہادری کے ساتھ لڑتی جا رہی تھیں۔ اور اپنی ساتھی خواتین کے حوصلے بھی بلند کر رہی تھیں اور پر جوش اشعار سے ان کی ہمت بڑھا رہی تھیں۔ اچانک ایک کافر کی تلوار لگی اور وہ سخت مجروح ہو گئیں۔ تمام جسم خون سے شرابور ہو گیا۔ مگر وہ کافر ان کے ہاتھ سے زندہ بچ کر نہ جا سکا۔ انہیں وہاں سے اٹھا کر خیمے میں لایا گیا۔ شام کو جب مسلمان لڑائی سے فارغ ہو کر واپس آئے تو حضرت خولہؓ مشک لے کر سب کو پانی پلا رہی تھیں۔ اور انہیں اپنے زخم کی ذرا پروا نہ تھی۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ جنگ یرموک میں حضرت خولہؓ کی شرکت سے لڑائی کا نقشہ ہی بدل گیا تھا۔ اس لڑائی میں جب فوج کے بائیں حصے کے قدم اکھڑے اور مسلمانوں نے تیزی سے پیچھے ہٹنا شروع کیا تو حضرت خولہؓ یہ شعر پڑھ کر مردوں کو غیرت دلا رہی تھیں۔

"اے پاکدامن عورتوں کو چھوڑ کر بھاگنے والو موت اور تیروں کا نشانہ نہ بنو۔"

محاصرۂ دمشق کے موقعہ پر انہوں نے عورتوں کے مجمع میں جو تقریر کی تھی وہ آبِ زر سے لکھی جانے کے قابل ہے۔ اس کے ہر لفظ سے جوش ایمانی ٹپک رہا ہے انہوں نے فرمایا! بہنو! کیا تمہاری غیرت یہ گوارا کر سکتی ہے کہ مشرکین دمشق کے فیصلے کے سامنے سر جھکا دو۔ کیا تم عرب کی شجاعت اور حمیت کے دامن پر داغ لگانا چاہتی ہو۔ میرے نزدیک تو یہ ذلت برداشت کرنے سے مر جانا بہتر ہے۔ حضرت خولہؓ کے ان چند فقروں نے آگ لگا دی تھی اور عورتوں نے چوبوں سے

حملہ کر کے تیس آدمیوں کو قتل کر دیا تھا۔

حضرت خولہؓ کا نام آج بھی تاریخ اسلام کے صفحات میں قندیل کی طرح جگمگا رہا ہے جس کی روشنی میں ہم مسلمان عورت کی عظمت، بلند کرداری اور غیرت و حمیت کے زندۂ جاوید نقوش آج بھی دیکھ سکتے ہیں۔ انہیں اپنے بھائی ضرار سے بہت انس تھا چنانچہ شام اور مصر کی جنگوں میں وہ عموماً اپنے بھائی کے ساتھ رہتی تھیں۔ اور دونوں بہن بھائی گھوڑے لا کر لڑتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم دونوں میں سے اگر کوئی شہید ہوا تو پھر قیامت کے دن ملاقات ہوگی۔ حضرت خولہؓ اپنے بھائی کی معمولی سی تکلیف بھی برداشت نہ کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ جب وہ دشمنوں کے پاس قید ہو گئے تو حضرت خولہؓ نے اس وقت تک اطمینان کا سانس نہیں لیا جب تک اپنی قوت بازو سے انہیں رہا نہیں کرا لیا۔ اگر کبھی حضرت ضرارؓ زخمی ہو جاتے تو ان کی تیمارداری میں دن رات مصروف رہتی تھیں۔ اور رو رو کر خدا سے دعا مانگا کرتی تھیں کہ میرے پروردگار! ضرارؓ کو اسلام کی خدمت کے لئے زندگی عطا فرما بلکہ میری زندگی بھی اسے بخش دے۔ کیونکہ وہ مجھ سے کہیں بہتر اسلام کی خدمت کر سکتے ہیں۔ اس لئے ان کی زندگی میری جان سے زیادہ قیمتی ہے۔

آج بھی ہماری بہو بیٹیوں اور بہنوں میں خولہؓ نام کی کمی نہیں ہے۔ مگر سیرت و کردار کی عظمت کہیں نظر نہیں آتی۔ ان اوصاف کی شمع کہیں بھی روشن دکھائی نہیں دیتی۔ خدا کرے کہ ہماری بہنیں ناموں کی خوبصورتی کے گلستان سے نکل کر سیرت کی وادی میں قدم رکھیں۔ اور ایک بار پھر دنیا پر ثابت کر دیں کہ مسلمان عورت ان کے کھوکھلے افکار کی کبھی محتاج نہیں رہ سکتی۔ بلکہ وہ خود نوکِ شمشیر سے وقت کا دھارا بدل دینے کی طاقت رکھتی ہیں۔

عبدالغفور کیلانی

Marfat.com

ہماری مطبوعات

ترجمان القرآن پارہ اول	1/4/-	سونے کا دریا	-/5/-
" " " دوم	1/4/-	کھٹکا ہوا شکاری	-/4/-
" " " سوم	1/4/-	سفید پرندے	-/9/-
" " " چہارم	1/4/-	محل زر	-/6/-
" " " پنجم	1/4/-	چہچہے	-/12/-
" " " ششم	1/4/-	عربی زبان سیکھنے کی بعض ابتدائی کتابیں	
" " تبارک الذی	1/8/-	۱۔ ککوکو	-/4/-
" " عم	1/8/-	۲۔ مبادی تعلیم القراءۃ العربیہ المصورہ	1/8/-
مجموعہ قصص الانبیاء حضرت آدمؑ	-/5/-	۳۔ الفباء عربی	-/6/-
" " حضرت نوحؑ	-/5/-	۴۔ باکورۃ القراءۃ	-/5/-
" " حضرت ہودؑ	-/6/-	۵۔ الدروس العربیہ جز اول	1/4/-
" " حضرت صالحؑ	-/6/-	اردو ترجمہ باب الخوارج من کتاب الکامل للمبرد	2/-/-
" " حضرت ابراہیمؑ	-/6/-		
" " حضرت یوسفؑ	-/6/-	حساب کی پہلی کتاب تین حصے	
سچی باتیں حصہ اول	-/9/-	ہر حصہ	-/8/-
" " دوم	-/5/-	الفباء اردو	-/5/-
" " سوم	-/9/-	الہدیۃ السنیہ من الاحادیث النبویہ	2/-/-
" " چہارم	-/6/-	طریقہ جدیدہ فی تعلیم العربیہ جز اول	-/8/-
اللہ کے پیارے رسول	1/4/-	" " " دوم	1/6/-
حضرت ابوبکر صدیقؓ	-/12/-	" " " سوم	2/-/-
حضرت عمر فاروقؓ	1/-/-	قواعد اللغۃ العربیہ جز اول	2/-/-
حضرت عثمان غنیؓ	1/-/-	المطالعۃ العربیہ جز اول	1/-/-
حضرت علی مرتضیٰؓ	1/-/-	ارکان اسلام	-/5/-
اصحاب کہف	-/6/-	پرائمری ارتھمیٹک سیریز فسٹ (انگلش)	-/12/-
ننھا سردار	-/6/-	غزالی کا تصور اخلاق	8/8/-
عزندس	-/4/-	نعمان	-/5/-
چالاک خرگوش	-/5/-	چوروں کے بھوت	-/6/-

قرآن اور اس کی تعلیمات مجلد 5/-/-

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حصہ اوّل)

شرف النساء

مصنفہ

عنایت عارف

المکتبۃ العلمیۃ ۱۵۔ لیک روڈ۔ لاہور

Marfat.com